پنجاب یونیورسٹی کے جدید نصاب کے مطابق

علمی

اسلامیات

لازمی

بی اے، بی ایس سی، بی کام

پروفیسر ڈاکٹر محمد خلیل

ILMI

علمی کتاب خانہ
کبیر سٹریٹ
اردو بازار لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

معزز قارئین توجہ فرمائیں!

کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب ....

- عام قاری کے مطالعے کے لیے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد اپ لوڈ (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کی خاطر ڈاؤن لوڈ، پرنٹ، فوٹو کاپی اور الیکٹرانک ذرائع سے محض مندرجات نشرواشاعت کی مکمل اجازت ہے۔

☆ تنبیه ☆

- کسی بھی کتاب کو تجارتی یا مادی نفع کے حصول کی خاطر استعمال کرنے کی ممانعت ہے۔
- ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کے لیے استعمال کرنا اخلاقی، قانونی وشرعی جرم ہے۔

﴿اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں﴾

- نشرواشاعت، کتب کی خرید وفروخت اور کتب کے استعمال سے متعلقہ کسی بھی قسم کی معلومات کے لیے رابطہ فرمائیں۔

پنجاب یونیورسٹی کے جدید نصاب کے مطابق

بی اے، بی ایس سی، بی کام اور اس کے مساوی کلاسز کے لیے

پروفیسر ڈاکٹر محمد خلیل (شعبہ اسلامیات)

وائس پرنسپل

گورنمنٹ اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور

پروفیسر ڈاکٹر افتخار حسین

پروفیسر اسلامیات

گورنمنٹ اصغر مال راولپنڈی

پروفیسر خالد محمود مدنی

لیکچرر اسلامیات

گورنمنٹ ڈگری کالج بھیرہ ضلع سرگودھا

پروفیسر رانا حبیب الرحمٰن

لیکچرر اسلامیات

گورنمنٹ پوسٹ گریجویٹ کالج سمن آباد فیصل آباد

علمی کتاب خانہ کبیر سٹریٹ اُردو بازار لاہور۔

فون: 042-37353510, 37248129

Copy Right ©

کتاب کا نام .... اسلامیات لازمی ڈگری کلاسز

مصنف .... پروفیسر ڈاکٹر محمد غیاث

سالِ اشاعت 2012

پبلشر .... چوہدری جاوید اقبال

علمی کتاب ... ... سٹریٹ' اردو بازار لاہور

042-37248129, 37353510

ای میل .... ilmikk@hotmail.com

فائنل سیٹنگ .... مقصود گرافکس ... اردو بازار لاہور ...-4252698

پرنٹر .... الحجاز پرنٹرز ... سٹریٹ لاہور۔ فون: 7238009

قیمت .... -/Rs. 150 روپے

انتساب!

گرامی قدر اساتذہ کرام ماسٹر محمد شریف صاحب،
ڈاکٹر عبدالخالق صاحب اور ڈاکٹر خالد علوی مرحوم و مغفور کے نام!
جنہوں نے میری تعلیم و تربیت میں اہم کردار ادا کیا۔

پیش لفظ برائے ایڈیشن 2011-12ء

[illegible] یونیورسٹی نے اچانک اسلامیات برائے بی۔اے لازمی کا نصاب تبدیل کر دیا جس کی وجہ سے ہنگامی طور [illegible] تیار کرنی پڑی۔ اللہ کا شکر ہے کہ یہ کتاب بروقت تیار ہو کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔ یہ کتاب اپنی ور [illegible] یت کی بنا پر طلبہ و طالبات اور اساتذہ کرام میں ان شاء اللہ پسندیدگی کی نظر سے دیکھی جائے گی

1. [illegible] جامع کتاب ہے۔
2. [illegible] طالبات کے لیے آسان، سلیس اور قابل فہم بنایا گیا ہے۔
3. [illegible] جدید اہداف کو سامنے رکھا گیا ہے۔

مجموعی [illegible] نصاب پچھلے نصاب سے بہتر ہے کیونکہ اس میں غیر ضروری مواد حذف کر دیا گیا ہے۔ میں نے اس کتاب پر خاص [illegible] امید ہے اللہ تعالیٰ اس کاوش کو قبول فرمائے گا۔ میں ادارہ ''علمی کتاب خانہ'' کا ممنون ہوں کہ جس کے تعاون [illegible] شائع ہو کر ارباب علم اور طلبہ و طالبات کے سامنے آئی۔

والسلام

ڈاکٹر محمد خلیل
وائس پرنسپل گورنمنٹ اسلامیہ
کالج سول لائنز لاہور
فون نمبر 042-35084887
042-37492259
موبائل نمبر 0300-4611326

UNIVERSITY OF THE PUNJAB

NOTIFICATION

It is hereby notified that the Vice-Chancellor has, in exercise of the powers vested on him under section 15(3) of the University of the Punjab Act 1973, been pleased to approve that recommendations of the Academic Council made at its meeting held on 19-08-2010 regarding approval of the revised Syllabi & Courses of Reading in the subject of Islamic Studies (Compulsory) for B.A/B.Sc/B.Com. and other Bachelor Examinations w.e.f. the Academic Session commencing from September, 2010 and onward on behalf of the Syndicate.

The revised Syllabi & Courses of Reading in the subject of Islamic Studies (Compulsory) for B.A/B.Sc/B.Com. and the other Bachelor Examinations is attached herewith vide Annexure 'A'.

Admin Block,
Quaid-e-Azam Campus,
Lahore.
No. 6011 /Acad.

Sd/-
Prof. Dr. Muhammad Naeem Khan
Registrar
Dated: 08-09-/2010.

: Copy of the above is forwarded to the following for information and further necessary action:-

I. The Dean, Faculty of Islamic Studies.
II. The Principal, University Oriental College
III. The Chairman, Department of Islamic Studies
IV. Members of the Adhoc Committee
V. All the Principals of the Affiliated Colleges
VI. Controller of Examinations
VII. Deputy Controller (Computer)
VIII. Deputy Controller (Examination)
IX. Deputy Controller (Conduct)
X. Deputy Controller (Secrecy)
XI. A.R. (Statutes)
XII. Secretary to the Vice-Chancellor
XIII. Secretary to the Registrar
XIV. Assistant Syllabus

Deputy Registrar (Academic)
for Registrar

نصاب اسلامیات لازمی 2010ء

اسلامیات لازمی برائے گریجوایشن

(بی اے، بی ایس سی، بی کام وغیرہ)

نصابی تفصیلات

1۔ القرآن الکریم (20 نمبر)

(الف) قواعد لغۃ القرآن (قرآنی گرامر)

الماضی والمضارع، الأمر والنھی، الجملۃ الإسمیۃ والفعلیۃ المرکب الإضافی والتوصیفی، الضمائر و حروف الجر۔

(ب) منتخب قرآنی آیات کا لغوی اور بامحاورہ ترجمہ وتشریح

(ترجمہ و شرح نخبۃ من الآیات القرآنیۃ لغۃ وسلاسۃ: ملحق "الف")

2۔ الحدیث النبویؐ (10 نمبر)

منتخب احادیثِ نبویؐہ کا لغوی و بامحاورہ ترجمہ اور تشریح (ضمیمہ "ب")

(ترجمۃ و شرح نخبۃ من الاحادیث النبویۃ لغۃ و سلاسۃ: ملحق "ب")

3۔ سیرۃ النبی صلّی اللہ علیہ وسلّم (10 نمبر)

(۱) مطالعۂ سیرت کی ضرورت واہمیت

(۲) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتِ انقلاب

(ہجرت، مواخات، میثاقِ مدینہ، صلح حدیبیہ، خطبۂ حجۃ الوداع)

(۳) تزکیۂ نفس اور تعمیرِ سیرت وشخصیت کا نبویؐ منہاج اور عملی نمونے

(عشرہ مبشرہؓ، امہات المومنینؓ، اولاد النبیؐ)

(۴) تشکیلِ اجتماعیت ومعاشرت اور اسوۂ حسنہ

4۔ اسلامی تہذیب وثقافت (10 نمبر)

(الف) اسلامی تہذیب وثقافت کے خصائص

توحید، روحانیت، تصورِ مسئولیت، انسانی عظمت ومساوات، عالمگیر اُخوت، عدلِ اجتماعی، اخلاقی اقدار، انسانی حقوق، رواداری، اعتدال وتوازن

(ب) اسلامی تہذیب وثقافت کے عالمی اثرات

(ج) مغربی تہذیب وثقافت اور اسلام

(i) مغربی تہذیب وثقافت کے خصائص واثرات

(ii) تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کا تنقیدی جائزہ

5۔ معروضی سوالات: پورے نصاب پر مشتمل ہوں گے۔ (10 نمبر)

نوٹ: ایڈہاک کمیٹی نے اس نصاب برائے اسلامیات لازمی کے بی اے، بی ایس سی، بی کام نیز گریجویشن کے دیگر تمام پروگراموں کی سطح پر ستمبر 2010ء سے شروع ہونے والے تعلیمی سال سے نفاذ کی سفارش کی ہے۔

نوٹ: اس مضمون کی تدریس اور امتحانات کے لیے اردو، عربی اور انگریزی تینوں زبانوں کو بطور میڈیم اختیار کرنے کی اجازت ہے۔

ضمیمہ الف: منتخب آیات قرآن

(ملحق الف: نخبة من آيات القرآن)

(i) البقرة (۲) الآیۃ ۱ تا ۵ و ۲۸۴ تا ۲۸۶ (ایمانیات)

(ii) الأحزاب (۳۳) الآیۃ ۶، ۲۱، ۳۲، ۳۳، ۴۰، ۵۶ تا ۵۸، ۵۹

(iii) الفتح (۴۸) الآیۃ: ۲۹ (رسالتِ محمدیہؐ اور خصائص اصحاب رسولؐ)

(iv) الصف (۶۱) الآیۃ: ۱ تا ۱۴ (بشارتِ بعثتِ ختم المرسلین، ہجرت، جہاد، نصرت اور غلبۂ دین)

(v) الحجرات (۴۹) الآیۃ: ۱ تا ۱۸ (ادبِ نبویؐ و معاشرتی احکام)

(vi) الأنعام ۶: ۱۵۱ تا ۱۵۳ (حقوق العباد)

(vii) الفرقان ۲۵: ۶۳ تا ۷۷ (آدابِ معاشرت)

(viii) النحل ۱۶: ۱۲ تا ۱۴ (تفکر و تدبر)

ضمیمہ ب: منتخب احادیث نبویؐ

(ملحق ب: نخبة من الأحاديث النبويه)

(۱) عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: سمعت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یقول: انما الاعمال بالنیات، وانما لکل لامریء مانوی، فمن کانت ھجرته الی اللّٰہ ورسوله فھجرته الی اللّٰہ ورسوله ومن کانت ھجرته الی دنیا یصیبھا او امرأۃ یتزوجھا فھجرته الی ماھاجر الیه۔ (رواہ البخاری ومسلم)

(۲) عن عثمان بن عفان رضی اللّٰہ عنه عن النّبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال: خیر کم من تعلّم القرآن وعلّمه۔ (رواہ البخاری)

(۳) عن مالك بن انس رضی اللّٰہ عنه قال: قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما، کتاب اللّٰہ وسنة رسوله۔ (رواہ مالك فی الموطا مرسلاً)

(۴) عن ابن عمر رضی اللّٰہ عنھما قال: قال رسول اللّٰہ بنی الاسلام علی خمس شھادۃ ان لّا اِلٰهَ اَلّا اللّٰہ وانّ محمّداً عبدہ ورسوله و اقام الصّلوٰۃ وایتاء الزّکوٰۃ وحَجِّ البیت وصوم رمضان (متفق علیه)

(۵) عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال: بینما نحن جلوش عند رسول الله صلی الله علیه وسلم ذات یوم اذا طلع علینا رجل شدید بیاض الثیاب شدید سواد الشعر لا یری علیه اثر السفر ولا یعرفه منا احد حتی جلس الی النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فاسند رکبتیه الی رکبتیه ووضع کفیه علی فخذیه و قال: یا محمد اخبرنی عن الاسلام؟ فقال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم: الاسلام ان تشھد أن لا اله الا اللّٰہ وان محمداً رسول اللّٰہ و تقیم الصلوٰۃ و تؤتی الزکوٰۃ و تصوم رمضان و تحج البیت ان استطعت الیه سبیلاً، قال صدقت، قال: فعجبنا له یساله و یصدقه، قال: فأخبرنی عن الایمان؟ قال: ان تؤمن باللّٰہ وملئکته و کتبه و رسله والیوم الآخر و تؤمن بالقدر خیرہ وشرہ قال: صدقت، قال: فأخبرنی عن الاحسان؟ قال: ان تعبد اللّٰہ کأنك تراہ فان لم تکن تراہ فانه یراك، قال فأخبرنی عن الساعة؟ قال: ماالمسؤل عنھا بأعلم من السائل، قال: فأخبرنی عن اماراتھا؟ قال: ان تلد الأمة ربتھا وأن تری الحفاۃ العراۃ العالة رعاء الشاء

يتطاولون فی البنیان قال: ثم انطلق، فلبثت ملیّا، ثم قال لی: یا عمر اتدری من السائل؟ قلت: اللّٰه و رسوله اعلم، قال: فانه جبرئیل أتاکم یعلمکم دینکم۔ (رواه مسلم)

(۶) عن شبرمه بن معبد رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه مروا الصبی الصّلوٰة اذا بلغ سبع سنین و اذا بلغ عشر سنین فاضربوه علیها۔ أخرجه أبو داوٗد و التّرمذی ولفظهٗ علّموا الصّبی الصّلوٰة ابن سبع سنین واضربوه علیها ابن عشر (صحیح البخاری)

(۷) عن معاویة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم: من یرد الله به خیرًا یفقهه فی الدین۔ (رواه البخاری)

(۸) عن أبی هریرة رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه ﷺ من سلك طریقا یلتمس فیه علماً سهّل اللّٰه له به طریقاً الی الجنّة، وما اجتمع قوم فی بیت من بیوت اللّٰه یتلون کتاب اللّٰه ویتدارسونه بینهم الا نزلت علیهم السّکینة و غشیتهم الرّحمة وحفّتهم الملئکة وذکرهم اللّٰه فیمن عنده، ومن بطّأبه عمله لم یسرع به نسبه (رواه مسلم)

(۹) عن ابی هریرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال: کان رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم یقول اللّٰهمّ انّی اعوذبك من الاربع من علم لا ینفع، ومن قلب لا یخشع، ومن نفس لا تشبع، ومن دعاء لا یسمع (رواه احمد، و ابوداوٗد، وابن ماجه) مشکوٰة المصابیح (رواه مسلم واحمد و ابو داوٗد)

(۱۰) عن ابن مسعود رضی اللّٰه عنه عن النّبی صلی اللّٰه علیه وسلم لا تزول قدما ابن آدم حتّی یسئل عن خمس عن عمره فیما افناه وعن شبابه فیما ابلاه و عن ماله من این اکتسبه وفیما انفقه وما ذا عمل فیما علم (جامع ترمذی)

(۱۱) عن عبد اللّٰه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة (بیهقی شعب الایمان)

(۱۲) عن ابی سعید رضی اللّٰه عنه قال: قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم التّاجر الصّدوق الامین مع النّبیّن والصّدّیقین والشّهدآء۔ (جامع الترمذی، سنن الدارمی، سنن دار قطنی)

(۱۳) عن ابی هریرة رضی اللّٰه عنه انّ رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال: اتدرون ما المفلس؟ قالوا المفلس فینا من لا درهم له ولا متاع، فقال: انّ المفلس من امّتی من

يأتي يوم القيٰمة بصلوٰة و صيام و زكوٰة و يأتي قد شتم هذا، وقذف هذا، وأكل مال هذا، وسفك دم هذا، وضرب هذا فيعطى هذا من حسناته فان فنيت حسناته قبل ان يّقضى ماعليه اخذ من خطاياهم فطرحت عليه ثمّ طرح في النّار۔ (مسلم كتاب البر)

(١٤) عن ابي الدرداء رضي الله عنه انّ رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انّ اثقل شئ يوضع في ميزان المؤمن يوم القيامة خلق حسن، وان الله يبغض الفاحش البذئ (رواه الترمذی)

(١٥) عن ابن عباسؓ انّ النّبی صلى الله عليه وسلم قال اربع من اعطيهنّ فقد اعطى خير الدنيا والآخرة قلبا شاكراً ولساناً ذاكراً و بدناً على البلاء صابراً و زوجة لا تبغيه حوبا في نفسها و ماله۔ (سنن النسائی)

(١٦) عن أبي هريرة رضي الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلّم: اجتنبوا السبع الموبقات قالوا: يا رسول الله وماهنّ؟ قال: الشّرك بالله والسِّحْر وقتل النّفس الّتي حرّم الله إلّا بالحق وأكل الرّبا وأكل مال اليتيم والتولّي يوم الزحف وقذف المحصنات الغافلات المؤمنات۔ (متفق عليه)

(١٧) عن أبي سعيد الخدریؓ عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال من رأى منكم منكراً فليغيّره بيده فان لّم يستطع فبلسانه فان لّم يستطع فبقلبه وذٰلك أضعف الايمان (رواه مسلم)

(١٨) قال رسول الله يجاء بالرّجل يوم القيامة فيلقى في النّار فتندلق اقتابه في النّار فيطحن فيها كطحن الحمار برحاه فيجتمع أهل النّار عليه فيقولون: ایّ فلان ما شأنك؟ أليس كنت تأمرنا بالمعروف و تنهانا عن المنكر؟ قال كنت امركم بالمعروف ولا آتيه وأنها كم عن المنكر و آتيه۔ (رواه مسلم)

(١٩) عن انس قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم والّذي نفسي بيده لا يؤمن عبد حتّى يحبّ لا خيه ما يحبّ لنفسه (متفق عليه)

(٢٠) عن النّعمان بن بشير قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ترى المؤمنين في تراحمهم و توادّهم وتعاطفهم كمثل الجسد اذا اشتكى عضو تداعى له سائر الجسد بالسّهر والحمّٰى (متفق عليه)

(٢١) عن عبدالله بن عمر قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ألا كلّكم راع و كلّكم مسؤل عن رّعيته فالامير الّذي على النّاس راع وهو مسئول عن رّعيّته والرّجل راع على اهل بيته وهو مسئول عنهم والمرأة راعية على بيت زوجها وولده وهي مسئولة عنهم و عبدالرجل

راع على مالِ سيّده وهو مسئول عنه ألا فكلّكم راعٍ و كلّكم مسئول عن رعيّته (متّفق عليه)

(۲۲) عن ابی هریرة قال، قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: مثلی و مثل الانبیاء کمثل قصر اُحسن بنیانه، تُرك منه موضع لبنة، فطاف به النظار یتعجبون من حسن بنیانه الا موضع تلك اللبنة، فکنت انا سددت موضع اللبنة، ختم بی البنیان وختم بی الرسل۔ وفی روایة: فأنا اللبنة وانا خاتم النبیین۔ (رواه البخاری)

(۲۳) عن انس عن النبی صلی الله علیه وسلم قال: ارحم امتی بامتی ابو بکر و اشدهم فی امر اللّٰه عمر و أصدقهم حیاءً عثمان، واقضاهم علی وأفرضهم زید بن ثابت واقرأهم أبی بن کعب وأعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل ولکل أمة أمین وأمین هذه الأمّة أبو عبیدة بن الجراح (رواه احمد والترمذی، مشکوٰة المصابیح، باب مناقب العشرة)

(۲۴) عن أبی بکرة قال: رأیت رسول اللّٰه صلّی اللّٰه علیه وسلّم علی المنبر والحسن بن علی إلیٰ جنبه وهو یقبل علی النّاس مرّة وعلیه أخری ویقول: إنّ ابنی هذا سیّد ولعلّ اللّٰه أن یّصلح به بین فئتین عظیمتین من المسلمین۔ (رواه البخاری)

(۲۵) وعن عمران بن حصین قال: قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم: خیر أمتی قرنی ثم الذین یلونهم، ثم الذین یلونهم ...... (متفق علیه مشکوٰة المصابیح باب مناقب الصحابة)

(۲۶) عن جابر بن عبد الله قال: خطبنا رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فی وسط أیام التشریق خطبة الوداع فقال: یایها الناس: ان ربکم واحد وان أباکم واحد، ألا لا فضل لعربی علیٰ عجمی ولا لعجمی علی عربی ولا لأحمر علی أسود، ولا لأسود علی أحمر الّا بالتقوی، ان اکرمکم عند اللّٰه أتقاکم، ألاهل بلّغت؟ قالوا: بلیٰ یا رسول اللّٰه، قال: فلیبلغ الشاهد الغائب (البیهقی، شعب الایمان، باب فی حفظ اللسان، فصل فی حفظ اللسان عن الفخر بالآباء)

باب اول

قرآن کریم

(الف) عربی قواعد قرآنی

فعل: وہ کلمہ جو کسی زمانے میں کام کے ہونے یا کرنے کو ظاہر کرے فعل کہلاتا ہے۔

فعل کی اقسام: فعل کی دو اقسام ہیں:

(1) **فعل لازم:** فعل لازم وہ فعل ہے جس میں مفعول کی ضرورت نہیں ہوتی اور صرف فاعل ہی سے اس کا کام مکمل ہو جاتا ہے۔

(2) **فعل متعدی:** وہ فعل جس میں مفعول کی ضرورت ہوتی ہے، اس طرح اس کا مفہوم مفعول اور فاعل کو ملا کر مکمل ہوتا ہے۔

فعل متعدی کی اقسام: فعل متعدی کی دو اقسام ہیں:

(1) **فعل معروف:** کسی فعل کا اگر فاعل موجود ہو تو وہ فعل معروف کہلاتا ہے مثلاً ضَرَبَ اس نے مارا۔ اس میں فاعل معلوم ہے کہ اس نے مارا ہے۔

(2) **فعل مجھول:** کسی فعل کا اگر فاعل مذکور نہ ہو تو فعل مجہول کہلاتا ہے یعنی اس میں فاعل معلوم نہیں ہوتا مثلاً قُتِلَ "وہ قتل کیا گیا، اس میں معلوم نہیں اسے کس نے قتل کیا ہے۔

(1) فعل ماضی

کسی کام کا کرنا یا ہونا اگر گزرے ہوئے زمانے میں پایا جائے تو اسے فعل ماضی کہتے ہیں مثلاً ضَرَبَ اس نے مارا۔ اس کی دو اقسام ہیں:

1- **فعل ماضی مطلق معروف** : جس میں زمانۂ ماضی میں کیے ہوئے کام کے بارے میں یہ معلوم نہ ہو کہ یہ ماضی قریب میں ہوا ہے یا ماضی بعید میں مثلاً: خَرَجَ وہ نکلا، ضَرَبَ اس نے مارا، اور اس میں فاعل بھی موجود ہو۔

گردان:

خَرَجَ	وہ ایک مرد نکلا	واحد مذکر غائب
خَرَجَا	وہ دو مرد نکلے	تثنیہ مذکر غائب
خَرَجُوْا	وہ سب مرد نکلے	جمع مذکر غائب
خَرَجَتْ	وہ ایک عورت نکلی	واحد مؤنث غائب
خَرَجَتَا	وہ دو عورتیں نکلیں	تثنیہ مؤنث غائب
خَرَجْنَ	وہ سب عورتیں نکلیں	جمع مؤنث غائب
خَرَجْتَ	تو ایک مرد نکلا	واحد مذکر حاضر
خَرَجْتُمَا	تم دو مرد نکلے	تثنیہ مذکر حاضر

خَرَجْتُمْ	تم سب مرد نکلے	جمع مذکر حاضر
خَرَجْتِ	تو ایک عورت نکلی	واحد مؤنث حاضر
خَرَجْتُمَا	تم دوعورتیں نکلیں	تثنیہ مؤنث حاضر
خَرَجْتُنَّ	تم سب عورتیں نکلیں	جمع مؤنث حاضر
خَرَجْتُ	میں نکلا/ میں نکلی	واحد متکلم
خَرَجْنَا	ہم نکلے/ ہم نکلیں	جمع متکلم

فعل ماضی مجہول: یہ وہ ماضی ہے جس میں فاعل نامعلوم ہوتا ہے۔ جیسے ضُرِبَ وہ مارا گیا۔

گردان:

ضُرِبَ	وہ ایک مرد مارا گیا	واحد مذکر غائب
ضُرِبَا	وہ دو مرد مارے گئے	تثنیہ مذکر غائب
ضُرِبُوْا	وہ سب مرد مارے گئے	جمع مذکر غائب
ضُرِبَتْ	وہ ایک عورت ماری گئی	واحد مؤنث غائب
ضُرِبَتَا	وہ دو عورتیں ناری گئیں	تثنیہ مؤنث غائب
ضُرِبْنَ	وہ سب عورتیں ماری گئیں	جمع مؤنث غائب
ضُرِبْتَ	تو ایک مرد مارا گیا	واحد مذکر حاضر
ضُرِبْتُمَا	تم دو مرد مارے گئے	تثنیہ مذکر حاضر
ضُرِبْتُمْ	تم سب مرد مارے گئے	جمع مذکر حاضر
ضُرِبْتِ	تو ایک عورت ناری گئی	واحد مؤنث حاضر
ضُرِبْتُمَا	تم دو عورتیں ماری گئیں	تثنیہ مؤنث حاضر
ضُرِبْتُنَّ	تم سب عورتیں ماری گئیں	جمع مؤنث حاضر
ضُرِبْتُ	میں مارا گیا/ میں ماری گئی	واحد متکلم
ضُرِبْنَا	ہم مارے گئے/ ہم ماری گئیں	جمع متکلم

فعل ماضی قریب: جس میں کسی کام کا ہونا یا کرنا زمانہ قریب میں پایا جائے وہ فعل ماضی قریب کہلاتا ہے۔

بنانے کا طریقہ : ماضی مطلق معروف کے صیغہ سے پہلے لفظ قَدْ لگا دیتے ہیں مثلاً قَدْ خَرَجَ وہ نکلا ہے۔

فعل ماضی بعید : جس میں کسی کام کا ہونا یا کرنا ماضی بعید میں پایا جائے۔

بنانے کا طریقہ : ماضی مطلق معروف سے پہلے کَانَ لگا دیا جاتا ہے۔ مثلاً کَانَ ضَرَبَ اس نے مارا تھا لیکن کَانَ کے صیغے باقی صیغوں کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔

ماضی استمراری : وہ فعل ماضی جس میں کسی فعل کا لگا تار یا بار بار ہونا پایا جائے جیسے کَانَ یَکْتُبُ وہ لکھتا تھا، وہ لکھا کرتا تھا۔

بنانے کا طریقہ : مضارع سے پہلے کَانَ لگا دیتے ہیں۔ مثلاً کَانَ یَضْرِبُ وہ مارتا تھا یا وہ مارا کرتا تھا اور کَانَ کے صیغے فعل کے صیغوں کے ساتھ بدلتے رہتے ہیں۔ فعل ماضی بعید میں بھی کَانَ لگایا گیا ہے لیکن اس کے ساتھ ماضی کا صیغہ لگاتے ہیں جبکہ ماضی استمراری میں کَانَ کے ساتھ مضارع کا صیغہ لگایا جاتا ہے۔

ماضی شکیہ: وہ فعل ماضی جس میں گزرے ہوئے زمانے میں کسی کام کا ہونا شک و شبہ کے ساتھ پایا جائے مثلاً لَعَلَّ اَکَلَ شاید اس نے کھایا ہوگا۔

بنانے کا طریقہ : ماضی مطلق کے صیغہ سے پہلے لَعَلَّ لگا دیا جاتا ہے مثلاً لَعَلَّ خَرَجَ شاید وہ نکلا ہوگا۔

ماضی شرطیہ یا تمنائی : وہ فعل ماضی جس میں کسی کام کا ہونا شرط یا تمنا کے ساتھ پایا جاتا ہے مثلاً لَوْزَرَعْتَ لَحَصَدْتَّ: اگر تو بوتا تو ضرور کاٹتا۔

بنانے کا طریقہ: ماضی مطلق کے صیغہ پر لَوْ یا لَیْتَ کے اضافے سے ماضی شرطیہ یا تمنائی بن جاتا ہے۔

گردان :

فعل ماضی قریب	فعل ماضی بعید	فعل ماضی استمراری	صیغہ
قَدْ ضَرَبَ	کَانَ ضَرَبَ	کَانَ یَضْرِبُ	واحد مذکر غائب
قَدْ ضَرَبَا	کَانَا ضَرَبَا	کَانَا یَضْرِبَانِ	تثنیہ مذکر غائب
قَدْ ضَرَبُوْا	کَانُوْا ضَرَبُوْا	کَانُوْا یَضْرِبُوْنَ	جمع مذکر غائب
قَدْ ضَرَبَتْ	کَانَتْ ضَرَبَتْ	کَانَتْ تَضْرِبُ	واحد مؤنث غائب
قَدْ ضَرَبَتَا	کَانَتَا ضَرَبَتَا	کَانَتَا تَضْرِبَانِ	تثنیہ مؤنث غائب
قَدْ ضَرَبْنَ	کُنَّ ضَرَبْنَ	کُنَّ یَضْرِبْنَ	جمع مؤنث غائب
قَدْ ضَرَبْتَ	کُنْتَ ضَرَبْتَ	کُنْتَ تَضْرِبُ	واحد مذکر حاضر
قَدْ ضَرَبْتُمَا	کُنْتُمَا ضَرَبْتُمَا	کُنْتُمَا تَضْرِبَانِ	تثنیہ مذکر حاضر
قَدْ ضَرَبْتُمْ	کُنْتُمْ ضَرَبْتُمْ	کُنْتُمْ تَضْرِبُوْنَ	جمع مذکر حاضر

قَدْ ضَرَبْتِ	كُنْتِ ضَرَبْتِ	كُنْتِ تَضْرِبِيْنَ	واحد مؤنث حاضر
قَدْ ضَرَبْتُمَا	كُنْتُمَا ضَرَبْتُمَا	كُنْتُمَا تَضْرِبَانِ	تثنیہ مؤنث حاضر
قَدْ ضَرَبْتُنَّ	كُنْتُنَّ ضَرَبْتُنَّ	كُنْتُنَّ تَضْرِبْنَ	جمع مؤنث حاضر
قَدْ ضَرَبْتُ	كُنْتُ ضَرَبْتُ	كُنْتُ أَضْرِبُ	واحد متکلم
قَدْ ضَرَبْنَا	كُنَّا ضَرَبْنَا	كُنَّا نَضْرِبُ	جمع متکلم

(2)فعل مضارع

وہ فعل جس میں حال اور مستقبل دونوں کے معنی پائے جائیں اسے فعل مضارع کہتے ہیں۔ مثلاً يَذْهَبُ (وہ جاتا ہے یا جائے گا)

• **بنانے کا طریقہ** : فعل ماضی کے پہلے لفظ کو ساکن کر کے ا، ت، ی، ن میں سے کوئی لفظ لگا دیں اور آخری لفظ کو پیش دے دیں مثلاً فَعَلَ سے يَفْعَلُ (وہ کرتا ہے یا کرے گا)

فعل مضارع کی اقسام : فعل مضارع کی دو اقسام ہیں:

(1)**فعل مضارع معروف** : اس میں فاعل معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً: يَضْرِبُ وہ مارتا ہے۔ يَسْمَعُ وہ سنتا ہے،

گردان :

يَفْتَحُ	وہ ایک مرد کھولتا ہے	واحد مذکر غائب
يَفْتَحَانِ	وہ دو مرد کھولتے ہیں	تثنیہ مذکر غائب
يَفْتَحُوْنَ	وہ سب مرد کھولتے ہیں	جمع مذکر غائب
تَفْتَحُ	وہ ایک عورت کھولتی ہے	واحد مؤنث غائب
تَفْتَحَانِ	وہ دو عورتیں کھولتی ہیں	تثنیہ مؤنث غائب
يَفْتَحْنَ	وہ سب عورتیں کھولتی ہیں	جمع مؤنث غائب
تَفْتَحُ	تو ایک مرد کھولتا ہے	واحد مذکر حاضر
تَفْتَحَانِ	تم دو مرد کھولتے ہو	تثنیہ مذکر حاضر
تَفْتَحُوْنَ	تم سب مرد کھولتے ہو	جمع مذکر حاضر
تَفْتَحِيْنَ	تو ایک عورت کھولتی ہے	واحد مؤنث حاضر
تَفْتَحَانِ	تم دو عورتیں کھولتی ہو	تثنیہ مؤنث حاضر

تَفْتَحْنَ	تم سب عورتیں کھولتی ہو	جمع مؤنث حاضر
اَفْتَحُ	میں کھولتا ہوں/میں کھولتی ہوں	واحد متکلم
نَفْتَحُ	ہم کھولتے ہیں/ہم کھولتی ہیں	جمع متکلم

(2) **فعل مضارع مجہول** : اس میں فاعل کا ذکر نہیں ہوتا مثلاً یُضْرَبُ وہ مارا جاتا ہے۔

بنانے کا طریقہ : فعل مضارع معروف کے پہلے حرف پر زبر کی بجائے پیش لگا دیتے ہیں۔

گردان :

يُقْتَلُ	وہ ایک مرد قتل کیا جاتا ہے	واحد مذکر غائب
يُقْتَلَانِ	وہ دو مرد قتل کیے جاتے ہیں	تثنیہ مذکر غائب
يُقْتَلُوْنَ	وہ سب مرد قتل کیے جاتے ہیں	جمع مذکر غائب
تُقْتَلُ	وہ ایک عورت قتل کی جاتی ہے	واحد مؤنث غائب
تُقْتَلَانِ	وہ دو عورتیں قتل کی جاتی ہیں	تثنیہ مؤنث غائب
يُقْتَلْنَ	وہ سب عورتیں قتل کی جاتی ہیں	جمع مؤنث غائب
تُقْتَلُ	تو ایک مرد قتل کیا جاتا ہے	واحد مذکر حاضر
تُقْتَلَانِ	تم دو مرد قتل کیے جاتے ہو	تثنیہ مذکر حاضر
تُقْتَلُوْنَ	تم سب مرد قتل کیے جاتے ہو	جمع مذکر حاضر
تُقْتَلِيْنَ	تو ایک عورت قتل کی جاتی ہے	واحد مؤنث حاضر
تُقْتَلَانِ	تم دو عورتیں قتل کی جاتی ہو	تثنیہ مؤنث حاضر
تُقْتَلْنَ	تم سب عورتیں قتل کی جاتی ہو	جمع مؤنث حاضر
اُقْتَلُ	میں قتل کیا جاتا ہوں/میں قتل کی جاتی ہوں	واحد متکلم
نُقْتَلُ	ہم قتل کیے جاتے ہیں/ہم قتل کی جاتی ہیں	جمع متکلم

مضارع چونکہ حال اور مستقبل دونوں کی نمائندگی کرتا ہے اس لیے بعض اوقات حال اور مستقبل میں امتیاز کے لیے یہ اصول وضع کیے گئے ہیں۔

(الف) **مضارع مختص بحال**: مضارع کے ساتھ مکسورہ (یعنی زیر والی) ل لگا دیتے ہیں مثلاً لِيَفْعَلُ وہ کرتا ہے۔

(ب) **مضارع مستقبل** : اگر فعل مضارع سے پہلے س یا سَوْفَ لگا دیا جائے تو مضارع مستقبل کے ساتھ مخصوص

ہو جاتا ہے۔ مثلاً سَیَنْصُرُ: وہ عنقریب مدد کرے گا (مستقبل قریب کے لیے) سَوْفَ یَجْلِسُ: وہ کچھ دیر بعد بیٹھے گا (مستقبل بعید کے لیے)

(3) فعل امر

وہ فعل جس میں مخاطب کو کسی کام کے کرنے کا حکم دیا جائے فعل امر کہلاتا ہے۔ مثلاً اِضْرِبْ (تو مار)۔

امر حاضر: جس میں مخاطب کو کسی کام کا حکم دیا جاتا ہے جیسے اُنْصُرْ (تو مدد کر)

بنانے کا طریقہ: یہ فعل مضارع معروف کے صیغہ واحد مذکر حاضر سے بنایا جاتا ہے۔ مضارع حاضر کی علامت ت کو ہٹا دیتے ہیں اور اس کی جگہ ہمزہ وصل اِ یا اُ بڑھا دیتے ہیں اور آخری حرف مضارع کو ساکن کر دیا جاتا ہے۔ جیسے تَضْرِبُ سے ت ہٹا دیا جاتا ہے اور آخری حرف کو ساکن کر دیا جاتا ہے تو یہ اِضْرِبْ بن جائے گا۔ یعنی آخری لفظ ب کی پیش کو ہٹا کر ساکن کر دیا گیا ہے۔

گردان:

اِضْرِبْ	تو ایک مرد مار	صیغہ واحد مذکر حاضر
اِضْرِبَا	تم دو مرد مارو	صیغہ تثنیہ مذکر حاضر
اِضْرِبُوْا	تم سب مرد مارو	صیغہ جمع مذکر حاضر
اِضْرِبِیْ	تو ایک عورت مار	صیغہ واحد مؤنث حاضر
اِضْرِبَا	تم دو عورتیں مارو	صیغہ تثنیہ مؤنث حاضر
اِضْرِبْنَ	تم سب عورتیں مارو	صیغہ جمع مؤنث حاضر

امر غائب معروف: عام طور پر حکم حاضر کو دیا جاتا ہے لیکن کبھی کبھی غائب کو بھی حکم دیا جاتا ہے۔ اس کو امر غائب معروف کہتے ہیں۔

بنانے کا طریقہ: یہ بھی مضارع معروف سے بنتا ہے۔ مضارع سے پہلے ل لگا دیا جاتا ہے اور آخری حرف کو ساکن کر دیا جاتا ہے مثلاً یَشْکُرُ سے لِیَشْکُرْ (چاہیے کہ وہ شکر کرے)۔ یَضْرِبُ سے لِیَضْرِبْ (چاہیے کہ وہ مارے)

گردان:

لِیَسْمَعْ	چاہیے کہ وہ سنے	واحد مذکر غائب
لِیَسْمَعَا	چاہیے کہ وہ دونوں سنیں	تثنیہ مذکر غائب
لِیَسْمَعُوْا	چاہیے کہ وہ سب سنیں	جمع مذکر غائب

لِتَسْمَعْ	چاہیے کہ وہ سنے	واحد مؤنث غائب
لِتَسْمَعَا	چاہیے کہ وہ دونوں سنیں	تثنیہ مؤنث غائب
لِيَسْمَعْنَ	چاہیے کہ وہ سب سنیں	جمع مؤنث غائب
لِأَسْمَعْ	چاہیے کہ میں سنوں	واحد متکلم
لِنَسْمَعْ	چاہیے کہ ہم سنیں	جمع متکلم

(ب) **امر مجہول**: اس میں کسی کام کرنے کا حکم تو دیا جاتا ہے لیکن فاعل یعنی کرنے والا نامعلوم ہوتا ہے۔ اس لیے اس کو امر مجہول کہا جاتا ہے۔ مثلاً لِتُضْرَبْ (چاہیے کہ تو ایک مرد پیٹا جائے)

بنانے کا طریقہ: غائب، حاضر و متکلم تمام صیغوں میں مضارع سے پہلے (ل) امر لگا دیں، آخری حرف کو ساکن کر دیں اور آخر سے نون اعرابی گرا دیں مثلاً يُضْرَبُ سے لِيُضْرَبْ

گردان:

لِيُنْصَرْ	اس ایک مرد کی مدد کی جائے	واحد مذکر غائب
لِيُنْصَرَا	ان دو مردوں کی مدد کی جائے	تثنیہ مذکر غائب
لِيُنْصَرُوْا	ان تمام مردوں کی مدد کی جائے	جمع مذکر غائب
لِتُنْصَرْ	اس ایک عورت کی مدد کی جائے	واحد مؤنث غائب
لِتُنْصَرَا	ان دو عورتوں کی مدد کی جائے	تثنیہ مؤنث غائب
لِيُنْصَرْنَ	ان تمام عورتوں کی مدد کی جائے	جمع مؤنث غائب
لِتُنْصَرْ	تجھ ایک مرد کی مدد کی جائے	واحد مذکر حاضر
لِتُنْصَرَا	تم دو مردوں کی مدد کی جائے	تثنیہ مذکر حاضر
لِتُنْصَرُوْا	تم سب مردوں کی مدد کی جائے	جمع مذکر حاضر
لِتُنْصَرِيْ	تجھ ایک عورت کی مدد کی جائے	واحد مؤنث حاضر
لِتُنْصَرَا	تم دو عورتوں کی مدد کی جائے	تثنیہ مؤنث حاضر
لِتُنْصَرْنَ	تم سب عورتوں کی مدد کی جائے	جمع مؤنث حاضر
لِأُنْصَرْ	میری مدد کی جائے	واحد متکلم
لِنُنْصَرْ	ہماری مدد کی جائے	جمع متکلم

(4)فعل نھی

جس فعل میں کسی کام سے روکا یا منع کیا جائے اسے فعل نہی کہتے ہیں: مثلاً لَا تَضْرِبْ (تو نہ مار)

بنانے کا طریقہ: فعل مضارع سے پہلے لائے نہی لگا دیا جاتا ہے اور آخری حرف کو جزم دے دی جاتی ہے جیسے یَفْعَلُ سے لَا یَفْعَلْ وہ نہ کرے۔ یاد رہے کہ تثنیہ اور جمع مؤنث کے صیغوں میں آخری حرف پر زبر لگائی جاتی ہے۔ جیسے لَا تَفْعَلَا وہ دو عورتیں نہ کریں (تثنیہ مؤنث غائب) لَا یَفْعَلْنَ وہ سب عورتیں نہ کریں (صیغہ جمع مؤنث غائب) اسی طرح لَا تَفْعَلَا تثنیہ مؤنث حاضر اور لَا تَفْعَلْنَ جمع مؤنث حاضر۔

فعل نھی معروف: اس میں فاعل معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً لَا یَفْعَلْ وہ نہ کرے

گردان:

لَا یَفْعَلْ	وہ ایک مرد نہ کرے	واحد مذکر غائب
لَا یَفْعَلَا	وہ دو مرد نہ کریں	تثنیہ مذکر غائب
لَا یَفْعَلُوْا	وہ سب مرد نہ کریں	جمع مذکر غائب
لَا تَفْعَلْ	وہ ایک عورت نہ کرے	واحد مؤنث غائب
لَا تَفْعَلَا	وہ دو عورتیں نہ کریں	تثنیہ مؤنث غائب
لَا یَفْعَلْنَ	وہ سب عورتیں نہ کریں	جمع مؤنث غائب
لَا تَفْعَلْ	تو ایک مرد نہ کر	واحد مذکر حاضر
لَا تَفْعَلَا	تم دو مرد نہ کرو	تثنیہ مذکر حاضر
لَا تَفْعَلُوْا	تم سب مرد نہ کرو	جمع مذکر حاضر
لَا تَفْعَلِیْ	تو ایک عورت نہ کرے	واحد مؤنث حاضر
لَا تَفْعَلَا	تم دو عورتیں نہ کرو	تثنیہ مؤنث حاضر
لَا تَفْعَلْنَ	تم سب عورتیں نہ کرو	جمع مؤنث حاضر
لَا أَفْعَلْ	میں نہ کروں	واحد متکلم
لَا نَفْعَلْ	ہم نہ کریں	جمع متکلم

فعل نہی مجہول: اس میں فاعل معلوم نہیں ہوتا۔ مثلاً لَا یُظْلَمْ اس ایک مرد پر ظلم نہ کیا جائے۔

گردان:

لَا یُضْرَبْ	اس ایک آدمی کو نہ پیٹا جائے	واحد مذکر غائب
لَا یُضْرَبَا	ان دو آدمیوں کو نہ پیٹا جائے	تثنیہ مذکر غائب
لَا یُضْرَبُوْا	ان سب آدمیوں کو نہ پیٹا جائے	جمع مذکر غائب
لَا تُضْرَبْ	اس ایک عورت کو نہ پیٹا جائے	واحد مؤنث غائب
لَا تُضْرَبَا	ان دو عورتوں کو نہ پیٹا جائے	تثنیہ مؤنث غائب
لَا یُضْرَبْنَ	ان سب عورتوں کو نہ پیٹا جائے	جمع مؤنث غائب
لَا تُضْرَبْ	تم ایک آدمی کو نہ پیٹا جائے	واحد مذکر حاضر
لَا تُضْرَبَا	تم دو آدمیوں کو نہ پیٹا جائے	تثنیہ مذکر حاضر
لَا تُضْرَبُوْا	تم سب آدمیوں کو نہ پیٹا جائے	جمع مذکر حاضر
لَا تُضْرَبِیْ	تم ایک عورت کو نہ پیٹا جائے	واحد مؤنث حاضر
لَا تُضْرَبَا	تم دو عورتوں کو نہ پیٹا جائے	تثنیہ مؤنث حاضر
لَا تُضْرَبْنَ	تم سب عورتوں کو نہ پیٹا جائے	جمع مؤنث حاضر
لَا اُضْرَبْ	مجھے نہ پیٹا جائے	واحد متکلم
لَا نُضْرَبْ	ہمیں نہ پیٹا جائے	جمع متکلم

(5) جملۂ اسمیہ

جو جملہ اسم سے شروع ہو جملۂ اسمیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً اَلرَّجُلُ ظَالِمٌ (آدمی ظالم ہے) یہ دو اجزا سے مل کر بنتا ہے، پہلے جز کو مبتدا (جس سے ابتدا کی گئی ہو) اور دوسرے کو خبر کہتے ہیں۔ جس کے متعلق کچھ بتایا جائے وہ مبتدا ہے اور جو بات بتائی جائے وہ خبر ہے۔ مثلاً اوپر والی مثال میں اَلرَّجُلُ مبتدا ہے، کیونکہ اس سے جملہ شروع کیا گیا ہے اور ظَالِمٌ اس کی خبر ہے۔ مزید مثالیں: اَلْحَقُّ مُرٌّ، حق کڑوا ہے۔ اَلْقِطَارُ سَرِیْعٌ، ریل گاڑی تیز رفتار ہے۔

بنانے کا طریقہ:

1- جملہ اسمیہ کا پہلا جز یعنی مبتدا عام طور پر معرفہ اور دوسرا یعنی خبر نکرہ ہوتا ہے۔ جیسے مبتدا اَلرَّجُلُ معرفہ ہے اور ظَالِمٌ نکرہ ہے۔

2- مبتدا اور خبر عموماً مرفوع ہوتے ہیں، اس لیے دونوں پر پیش لگائے جاتے ہیں۔

3- خبر مذکر یا مونث ہونے میں اپنے مبتدا کے مطابق ہوتی ہے۔ جیسے هِيَ صَالِحَةٌ وہ نیک عورت ہے۔ اَنْتَ کَرِیْمٌ، تو معزز ہے۔

4- خبر واحد، تثنیہ اور جمع ہونے میں بھی مبتدا کے مطابق ہوتی ہے۔ مثلاً

اَلرَّجُلُ صَادِقٌ	مبتدا واحد مذکر
اَلرَّجُلَانِ صَادِقَانِ	مبتدا تثنیہ مذکر
اَلرِّجَالُ صَادِقُوْنَ	مبتدا جمع مذکر
اَلْاِمْرَأَةُ صَادِقَةٌ	مبتدا واحد مونث
اَلْاِمْرَأَتَانِ صَادِقَتَانِ	مبتدا تثنیہ مونث
اَلنِّسَاءُ صَادِقَاتٌ	مبتدا جمع مونث

5- اگر مبتدا دو ہوں اور جنس میں مختلف یعنی ایک مذکر اور دوسرا مونث تو مذکر کا خیال رکھا جائے گا یعنی خبر مذکر ہوگی مثلاً اَلْاِبْنُ وَالْاِبْنَةُ حَسَنَانِ (بیٹا اور بیٹی دونوں خوبصورت ہیں)۔

6- مبتدا اور خبر کبھی مفرد مثلاً اَلرَّجُلُ جَمِيْلٌ اور کبھی مرکب مثلاً اَلرَّجُلُ الْجَمِيْلُ عَالِمٌ (خوبصورت آدمی عالم ہے) کے طور پر بھی آتے ہیں۔

7- اگر جملہ اسمیہ پر حرف اِنَّ (بے شک، ضرور) داخل ہو تو مبتدا منصوب جبکہ خبر بدستور مرفوع رہتی ہے۔ مثلاً اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ، بے شک اللہ بہت علم والا ہے۔

8- جملہ اسمیہ پر مَا اور لَيْسَ لگانے سے اس میں نفی کے معنی پیدا ہو جاتے ہیں۔ ایسی صورت میں خبر پر ب لگا کر خبر کو زیر دیتے ہیں مثلاً مَا زَيْدٌ بِعَالِمٍ، لَيْسَ زَيْدٌ بِعَالِمٍ زید عالم نہیں ہے۔

جملۂ فعلیہ

جس جملے کا پہلا جز فعل ہو اس کو جملہ فعلیہ کہتے ہیں۔ جیسے سَمِعَ اللّٰهُ اللہ نے سن لیا، شَرِبَ خَالِدٌ، خالد نے پیا، نَزَلَ الْمَطَرُ، بارش آئی، لَمَعَ الْبَرْقُ، بجلی چمکی۔

بنانے کا طریقہ

1- جملہ فعلیہ فعل، فاعل اور مفعول سے مل کر بنتا ہے۔

2- فاعل اور مفعول دونوں ہی اسم ہوتے ہیں۔

3- فاعل ہمیشہ مرفوع اور مفعول ہمیشہ منصوب ہوا کرتا ہے۔

4- جملہ فعلیہ میں بالترتیب پہلے فعل پھر فاعل اور اس کے بعد مفعول آتا ہے، لیکن بوقت ضرورت مفعول، فعل اور فاعل سے پہلے بھی آتا ہے البتہ فاعل اپنے فعل سے پہلے نہیں آتا۔

5- فعل کا فاعل جب کوئی اسم ظاہر ہو (یعنی ضمیر نہ ہو) تو ہر حال میں فعل واحد ہی آئے گا خواہ فاعل، واحد، تثنیہ یا جمع ہو، مثلاً: جَاءَ رَجُلٌ (ایک آدمی آیا)، جَاءَ رَجُلَانِ (دو آدمی آئے)، جَاءَ رِجَالٌ (سب آدمی آئے)، جَاءَتْ اِمْرَأَةٌ (ایک عورت آئی)، جَاءَتْ اِمْرَأَتَانِ (دو عورتیں آئیں)، جَاءَتْ نِسَاءٌ (سب عورتیں آئیں)۔

6- اگر فاعل اسم ضمیر ہو تو فعل اپنے ضمیر کے مطابق ہی آئے گا یعنی واحد کے لیے واحد اور تثنیہ کے لیے تثنیہ اور جمع کے لیے جمع جیسے: اَلْوَلَدُ قَامَ (ایک لڑکا کھڑا ہوا)، اَلْوَلَدَانِ قَامَا (دو لڑکے کھڑے ہوئے)، اَلْاَوْلَادُ قَامُوْا (سب لڑکے کھڑے ہوئے)، یہاں قَامَ، قَامَا، قَامُوْا واحد، تثنیہ اور جمع کی ضمیریں ہیں اور یہی ضمیریں ان افعال کا فاعل بھی ہیں۔ اَلْوَلَدُ، اَلْوَلَدَانِ، اَلْاَوْلَادُ مبتدا کے طور پر آئے ہیں، فاعل کے طور پر نہیں۔

7- مذکر مونث میں قاعدہ یہ ہے کہ اگر فاعل مذکر ہو تو فعل بھی مذکر لایا جاتا ہے اور اگر فاعل مونث ہو تو فعل بھی مونث ہوگا، اوپر کی مثالوں میں رَجُلٌ مذکر کے ساتھ جَاءَ اور اِمْرَأَةٌ مونث کے ساتھ جَاءَتْ فعل آئے گا۔

8- فاعل اگر کسی غیر عاقل کی جمع ہو تو فعل واحد مونث استعمال ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر عاقل کی جمع واحد مونث ہی کے حکم میں ہوتی ہے۔ اسی لیے مبتدا یا موصوف جب کسی غیر عاقل کی جمع ہوں تو خبر اور صفت عموماً واحد مونث ہی لائی جاتی ہے۔ مثلاً اَلرِّیْحُ شَدِیْدَةٌ (تیز ہوا)

(7) مرکب اضافی

مرکب اضافی دو اسموں کے ایسے مرکب کو کہتے ہیں جس میں پہلے اسم کی نسبت دوسرے اسم کی طرف کی گئی ہو، مثلاً خَاتَمُ فِضَّةٍ، چاندی کی انگوٹھی، مَاءُ النَّهْرِ، دریا کا پانی۔

مرکب اضافی کے اہم قواعد

مرکب اضافی کے چند نمایاں قواعد حسب ذیل ہیں:

1۔ مرکب اضافی میں دو چیزیں اہم ہوتی ہیں (1) مضاف، (2) مضاف الیہ۔

مرکب اضافی کے پہلے حصے کو مضاف اور دوسرے کو مضاف الیہ کہتے ہیں مثلاً کِتَابُ خَالِدٍ (خالد کی کتاب) میں کِتَابُ مضاف اور خَالِدٍ مضاف الیہ ہے۔

2۔ مضاف اور مضاف الیہ دونوں اسم ہوتے ہیں۔

3۔ مضاف ہمیشہ پہلے آتا ہے اور مضاف الیہ بعد میں۔

4۔ مضاف ہمیشہ مرفوع یعنی پیش والا ہوتا ہے مثلاً کِتَابُ خَالِدٍ میں کِتَابُ کی ب پر پیش آئی ہے۔

5۔ مضاف الیہ ہمیشہ مجرور یعنی اس کے نیچے زیر ہوتی ہے مثلاً خَالِدٍ کی "د" کے نیچے زیر ہے۔

6۔ مضاف پر لام تعریف (اَلْ) اور تنوین دو زبر ـً دو زیر ـٍ دو پیش ـٌ نہیں آتے۔

7۔ مضاف الیہ پر لام تعریف اور تنوین دونوں داخل ہو سکتے ہیں۔

8۔ اردو میں اس کا ترجمہ "کا - کی - کے" سے کیا جاتا ہے۔

9۔ بعض اوقات ایک ہی ترکیب میں کئی مضاف الیہ ہوتے ہیں مثلاً بَابُ بَيْتِ الْاَمِيْرِ امیر کے گھر کا دروازہ، میں بَيْتِ کا لفظ مضاف اور مضاف الیہ دونوں کے طور پر استعمال ہوا ہے۔ اس لیے اس پر الؔ نہیں آیا اور زیر کا استعمال کیا گیا ہے۔

10۔ بعض اوقات اسم ضمیر متصل کی طرف بھی مضاف ہوا کرتا ہے۔ مثلاً كِتَابُهٗ اس کی کتاب

11۔ اسم نکرہ جب معرفہ کی طرف مضاف ہو تو وہ بھی معرفہ ہو جاتا ہے۔ جیسے غُلَامُ زَيْدٍ (زید کا غلام) میں لفظ غلام معرفہ ہو گیا۔

(8) مرکب توصیفی

مرکب توصیفی ایسے مرکب ناقص کو کہتے ہیں جس کے دونوں اجزا اسم ہوں ان میں سے ایک اسم دوسرے کی صفت، حالت یا کیفیت بیان کر رہا ہو۔ مثلاً اَلْوَرْدَةُ الْجَمِيْلَةُ خوبصورت گلاب کا پھول، اَلثَّمْرَةُ النَّاضِجَةُ پکا ہوا پھل۔

قواعد

1- مرکب توصیفی کا پہلا جز موصوف یا منعوت جبکہ دوسرا جز صفت یا نعت کہلاتا ہے۔ مثلاً اَلْوَرْدَةُ الْجَمِيْلَةُ (گلاب کا خوبصورت پھول) میں اَلْوَرْدَةُ موصوف اور اَلْجَمِيْلَةُ صفت ہے۔

2- موصوف اسم ذات اور صفت اسم صفت ہوتی ہے۔

3- موصوف اگر معرفہ ہو تو صفت بھی معرفہ ہوتی ہے مثلاً اَلرَّجُلُ الصَّادِقُ سچا آدمی، اگر موصوف نکرہ ہو تو صفت بھی نکرہ ہوگی وَلَدٌ مُّجْتَهِدٌ ایک محنتی لڑکا۔

4- جو اعرابی حالت موصوف کی ہوگی وہی صفت کی ہوگی جَاءَ رَجُلٌ فَاضِلٌ یہاں موصوف اور صفت دونوں مرفوع ہیں، اگر موصوف منصوب ہو تو صفت بھی منصوب ہوگی، مثلاً رَأَيْتُ وَلَدًا عَاقِلًا۔

(9) ضمائر

ضمیر: - وہ اسم معرفہ جو اسم کا قائمقام ہو اور غائب، مخاطب یا متکلم پر دلالت کرے، جیسے هُوَ (وہ مذکر)، اَنْتَ (تو مذکر)، نَحْنُ (ہم)۔ ضمیر کی دو اقسام ہیں: (1) ضمیر متصل (2) ضمیر منفصل۔

1- **ضمیر متصل:** -وہ ضمیر جو دوسرے کلمہ کے ساتھ ملے بغیر استعمال نہ ہوتی ہو، یہ کبھی مفعول کے ساتھ آتی ہے مثلاً ضَرَبَهٗ (اس کو مارا)، اور کبھی اسم کے ساتھ جیسے كِتَابُهٗ (اس کی کتاب) اور کبھی حرف کے ساتھ بھی آتی ہے جیسے بِهٖ (اس کے ساتھ)، لَهٗ (اس کے لیے) عَلَيْهِ (اس پر) وغیرہ اس کی گردان میں مثالیں درج ذیل ہیں:

واحد مذکر غائب	كِتَابُهٗ	اس ایک مرد کی کتاب
تثنیہ مذکر غائب	كِتَابُهُمَا	ان دو مردوں کی کتاب
جمع مذکر غائب	كِتَابُهُمْ	ان مردوں کی کتاب
واحد مونث غائب	كِتَابُهَا	اس ایک عورت کی کتاب
تثنیہ مونث غائب	كِتَابُهُمَا	ان دو عورتوں کی کتاب

جمع مونث غائب	كِتَابُهُنَّ	ان عورتوں کی کتاب
واحد مذکر حاضر	كِتَابُكَ	تم ایک مرد کی کتاب
تثنیہ مذکر حاضر	كِتَابُكُمَا	تم دو مردوں کی کتاب
جمع مذکر حاضر	كِتَابُكُمْ	تم سب مردوں کی کتاب
واحد مونث حاضر	كِتَابُكِ	تم ایک عورت کی کتاب
تثنیہ مونث حاضر	كِتَابُكُمَا	تم دو عورتوں کی کتاب
جمع مونث حاضر	كِتَابُكُنَّ	تم سب عورتوں کی کتاب
واحد متکلم	كِتَابِيْ	میری کتاب
جمع متکلم	كِتَابُنَا	ہماری کتاب

2- **ضمیر منفصل**:- وہ ضمیر جس کا استعمال دوسرے کلمہ کے ساتھ ملائے بغیر ہوتا ہو جیسے **هُوَ** (وہ مرد)، هِيَ (وہ مونث) گردان میں اس کی مثالیں درج ذیل ہیں:

واحد مذکر غائب	هُوَ	وہ ایک مرد
تثنیہ مذکر غائب	هُمَا	وہ دو مرد
جمع مذکر غائب	هُمْ	وہ سب مرد
واحد مونث غائب	هِيَ	وہ ایک عورت
تثنیہ مونث غائب	هُمَا	وہ دو عورتیں
جمع مونث غائب	هُنَّ	وہ سب عورتیں
واحد مذکر حاضر	أَنْتَ	تو ایک مرد
تثنیہ مذکر حاضر	أَنْتُمَا	تم دو مرد
جمع مذکر حاضر	أَنْتُمْ	تم سب مرد
واحد مونث حاضر	أَنْتِ	تو ایک عورت
تثنیہ مونث حاضر	أَنْتُمَا	تم دو عورتیں
جمع مونث حاضر	أَنْتُنَّ	تم سب عورتیں
واحد متکلم	أَنَا	میں ایک مرد یا عورت
جمع متکلم	نَحْنُ	ہم سب مرد یا عورتیں

(10) حروف جار

وہ حروف جو اسم کو جَرّ (زیر) دیتے ہیں یعنی جن کی وجہ سے اسم کے نیچے زیر آتی ہے حروف جار/جر کہلاتے ہیں۔ مثلاً با، تا وغیرہ ان کی تعداد سترہ ہے۔ اب تفصیل کے ساتھ ان کا تذکرہ کیا جاتا ہے۔

1- ب: با یہ سے، میں، سبب، ساتھ، بدلے اور قسم کے معنوں میں آتا ہے۔ مثلاً بِاللّٰہِ (اللہ کی قسم) کَتَبْتُ بِقَلَمٍ (میں نے قلم سے لکھا) وُلِدَ بِمَدِیْنَۃَ (وہ مدینہ میں پیدا ہوا) وَمَا اللّٰہُ بِغَافِلٍ (اور اللہ بے خبر نہیں)

2- ت: تا یہ صرف قسم کے لیے آتا ہے اور صرف لفظ اللہ کے ساتھ آتا ہے مثلاً: تَاللّٰہِ اللہ کی قسم

3- ک: کاف یہ تشبیہ کے لیے آتا ہے، مثلاً: زَیْدٌ کَالْاَسَدِ، زید شیر کی طرح ہے۔

4- ل: لام لام کئی معنوں کے لیے آتا ہے۔ مثلاً کسی چیز کے اختصاص، جانب اور قسم وغیرہ کے لیے۔ مثلاً: اَلْمَالُ لِزَیْدٍ، یہ مال خاص زید کے لیے ہے، لِلّٰہِ اللہ کے لیے۔ ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ (ہدایت ہے متقین کے لیے)

5- و: واو یہ قسم کے لیے آتا ہے اور صرف اسم پر داخل ہوتا ہے۔ مثلاً وَاللّٰہِ اللہ کی قسم۔ وَالْعَصْرِ (قسم ہے زمانے کی)

6، 7- مُذْ اور مُنْذُ: یہ دونوں لفظ مدت بتانے کے لیے آتے ہیں اور زمانہ ماضی کی ابتدا کرنے کا مفہوم ظاہر کرتے ہیں، مَارَأَیْتُہٗ مُنْذُ رَمَضَانَ (میں نے اسے ماہ رمضان سے نہیں دیکھا)، مَارَأَیْتُہٗ مُذْ رَمَضَانَ (میں نے اسے ماہ رمضان سے نہیں دیکھا)

8- رُبَّ: رُبَّ قلت و کثرت دونوں کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ کلام کے شروع میں آتا ہے۔ اس کے بعد نکرہ موصولہ لاتے ہیں۔ مثلاً: رُبَّ رَجُلٍ کَرِیْمٍ لَقِیْتُہٗ (میں بہت سے یا تھوڑے سے شریف آدمیوں سے ملا) رَجُلٌ نکرہ موصولہ ہے اور کَرِیْمٌ اس کی صفت ہے۔

9، 10، 11- حَاشَا، خَلَا، عَدَا

یہ تینوں استثنا کے لیے استعمال ہوتے ہیں، مثلاً

جَاءَنِی الْقَوْمُ خَلَا زَیْدٍ زید کے سوا سب لوگ میرے پاس آئے۔

جَاءَنِی الْقَوْمُ عَدَا زَیْدٍ زید کے سوا سب لوگ میرے پاس آئے۔

جَاءَنِی الْقَوْمُ حَاشَا زَیْدٍ زید کے سوا سب لوگ میرے پاس آئے۔

12- مِنْ: مِنْ ایسی چیز کی ابتدا کے لیے ہوتا ہے جس کی کوئی انتہا ہو۔ اس کے علاوہ یہ وضاحت، بعض اور زائدہ کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ مثلاً: سِرْتُ مِنْ لَائِلَ فُوْرِ اِلٰی لَاھُوْرِ (میں لائل پور سے لاہور گیا)۔ مثلاً: فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ (بتوں کی نجاست سے بچیے)۔

13- اِلٰی: اِلٰی ایسے امور کی انتہا کے لیے ہوتا ہے جن کا کوئی نقطہ آغاز ہو مثلاً سِرْتُ مِنَ الْبَصَرَةِ اِلَی الْكُوْفَةِ (میں بصرہ سے کوفہ تک چلا)۔

14- حَتّٰی: حَتّٰی تک، یہاں تک کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً: حَتّٰی مَطْلَعِ الْفَجْرِ (صبح طلوع ہونے تک)۔

15- فِیْ: فِیْ کا لفظ میں کا مفہوم ادا کرتا ہے۔ مثلاً: زَيْدٌ فِي الدَّارِ (زید مکان میں ہے) خَالِدٌ فِي الْبَيْتِ (خالد گھر میں ہے)

16- عَلٰی: عَلٰی بلندی (پر، اوپر) کا مفہوم ادا کرتا ہے، مثلاً: زَيْدٌ عَلَى السَّقْفِ (زید چھت پر ہے)۔ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ (بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے)

17- عَنْ: عَنْ دوری، جدائی اور گزر جانے کے معنی دیتا ہے۔ مثلاً: رَمَيْتُ السَّهْمَ عَنِ الْقَوْسِ اِلَى الصَّيْدِ (میں نے کمان سے شکار کی طرف تیر پھینکا) وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ (اور وہ لوگوں سے درگزر کرنے والے ہیں)

حرف جار کے بارے میں یہ شعر مشہور ہے:

بَاوُ تَاوُ كَافُ لَامُ وَاوُ مُنْذُ مُذْ خَلَا
رُبَّ حَاشَا مِنْ عَدَا فِيْ عَنْ عَلٰى حَتّٰى اِلٰى

منتخب قرآنی آیات کا لغوی و بامحاورہ ترجمہ وتشریح

سورہ بقرہ آیت نمبر 1 تا 5

(1) ایمانیات

بِسْمِ	اللّٰهِ	الرَّحْمٰنِ	الرَّحِيْمِ
ساتھ نام	اللہ تعالیٰ	بہت مہربان	نہایت رحم کرنے والا

شروع کرتا ہوں اللہ تعالیٰ کے نام سے جو بہت مہربان اور نہایت رحم کرنے والا ہے۔

الٓمّٓ ۚ	ذٰلِكَ	الْكِتٰبُ	لَا	رَيْبَ ۛۚ	فِيْهِ ۛۚ	هُدًى	لِّلْمُتَّقِيْنَ ۙ
الف لام میم	یہ	کتاب	نہیں	شک	اس میں	ہدایت ہے	پرہیز گاروں کے لیے

الٓمّٓ یہ وہ کتاب ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں۔ پرہیز گاروں کے لیے ہدایت ہے۔

الَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِالْغَيْبِ	وَ	يُقِيْمُوْنَ	الصَّلٰوةَ	وَ	مِمَّا
جو لوگ	ایمان لاتے ہیں	ساتھ غیب کے	اور	وہ قائم کرتے ہیں	نماز	اور	سے جو

جو لوگ غیب پر ایمان لاتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو کچھ ہم نے

رَزَقْنٰهُمْ	يُنْفِقُوْنَ ○	وَ	اَلَّذِيْنَ	يُؤْمِنُوْنَ	بِمَآ	اُنْزِلَ
ہم نے ان کو دیا	وہ خرچ کرتے ہیں	اور	جو لوگ	وہ ایمان لاتے ہیں	ساتھ جو	نازل کیا گیا

ان کو دیا ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں۔ اور جو کتاب تم پر نازل کی گئی (یعنی قرآن)

اِلَيْكَ	وَ	مَآ	اُنْزِلَ	مِنْ	قَبْلِكَ ج	وَ	بِالْاٰخِرَةِ
طرف تیری	اور	جو	نازل کیا گیا	سے	پہلے تجھ	اور	ساتھ آخرت

اور جو کتابیں آپ سے پہلے نازل کی گئی تھیں ان سب پر ایمان لاتے ہیں

هُمْ	يُوْقِنُوْنَ ○	اُولٰٓئِكَ	عَلٰى	هُدًى	مِّنْ	رَّبِّهِمْ	وَ	اُولٰٓئِكَ
وہ	یقین رکھتے ہیں	یہی لوگ ہیں	پر	ہدایت	سے	اپنے رب	اور	یہی لوگ

اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔ ایسے لوگ ہی اپنے رب کی طرف سے سیدھے راستے پر ہیں

هُمُ	الْمُفْلِحُوْنَ ○
وہ	نجات پانے والے

اور وہی فلاح پانے والے ہیں۔

عربی قواعد

فعل ماضی — اُنْزِلَ فعل ماضی مجہول — رَزَقْنٰهُمْ میں رَزَقْنَا فعل ماضی ضمیر هُمْ

فعل مضارع — يُقِيْمُوْنَ — يُؤْمِنُوْنَ — يُوْقِنُوْنَ — يُنْفِقُوْنَ

ضمائر — قَبْلِكَ میں كَ ضمیر — هُمْ، رَبِّهِمْ میں هُمْ — فِيْهِ میں فِيْ حرف جر — هٖ ضمیر

حروف جارہ — لِلْمُتَّقِيْنَ میں لِ — بِالْغَيْبِ میں بِا — بِمَا میں بِا — مِمَّا میں مِنْ

اِلَيْكَ میں اِلٰى اور — كَ ضمیر بِالْاٰخِرَةِ — میں بِهٖ فِيْهِ میں فِيْ — حرف جر میں هٖ ضمیر

عَلٰى، مِنْ

تفسیر: حروف مقطعات: الٓمٓ یہ حروف مقطعات ہیں۔ اس سے مراد کٹے ہوئے حروف ہیں۔ یعنی علیحدہ علیحدہ پڑھے جانے والے حروف۔ قرآن کریم کی انتیس سورتوں کی ابتدا حروف مقطعات سے ہوتی ہے۔ ان حروف کی کل تعداد 14 ہے جو قرآن کریم میں استعمال ہوئے ہیں۔ الٓمٓ، الٓمٓصٓ، الٓرٰ، كٓهٰيٰعٓصٓ، طٰهٰ، طٰسٓمٓ، طٰسٓ، يٰسٓ، حٰمٓ، عٓسٓقٓ، قٓ، نٓ، صٓ، الٓمٓرٰ، مفسرین نے حروف مقطعات کی درج ذیل تاویلات کی ہیں:

(1) یہ حروف ان سورتوں کے نام ہیں (2) یہ سورتوں کا افتتاحیہ ہیں (3) یہ متشابہات سے ہیں۔ (4)

خلفائے راشدین اور اکثر مفسرین نے ان کو اللہ کا راز قرار دیا ہے۔ (تفسیر ماجدی 1/ 46)۔لیکن ہمارے خیال میں اس بارے میں جامع رائے مولانا مودودیؒ کی ہے۔ وہ لکھتے ہیں: نزولِ قرآن کریم کے دور میں حروف مقطعات کا استعمال عام تھا۔ خطیب اور شعراء اپنے کلام میں یہ حروف استعمال کرتے تھے۔ کلام جاہلیت کے نمونوں میں آج بھی مثالیں موجود ہیں۔ زمانہ گزرنے کے ساتھ ساتھ ان الفاظ کا استعمال متروک ہوتا چلا گیا۔ اس عام استعمال کی وجہ سے یہ مقطعات کوئی چیستان نہ تھے جس کو بولنے والے کے سوا کوئی نہ سمجھتا ہو، بلکہ سامعین بالعموم جانتے تھے کہ ان سے کیا مراد ہے یہی وجہ ہے کہ قرآن کے ہم عصر مخالفین میں سے کسی نے بھی یہ اعتراض کبھی نہیں کیا کہ یہ بے معنی حروف کیسے ہیں جو تم بعض سورتوں میں پہلے بولتے ہو۔ صحابہ کرامؓ سے بھی ایسی کوئی روایت موجود نہیں کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے معنی پوچھے ہوں۔ بعد میں یہ اسلوب عربی زبان میں متروک ہوتا چلا گیا (تفہیم القرآن 1/ 49) ان کے تمام معانی ظنی ہیں یقینی نہیں اور متشابہات ہیں، اس لیے ان کے معانی پیچھے نہیں پڑنا چاہیے۔

آیت نمبر 2: اس آیت میں درج ذیل چیزیں بیان کی گئی ہیں:

غلطی سے پاک کتاب:۔ دنیا میں اس وقت جتنی بھی کتب موجود ہیں ان میں غلطی کا امکان ہے کیونکہ وہ عام انسانوں کی تصنیف کردہ ہیں اور انسان غلطی کر سکتا ہے لیکن قرآن کریم میں غلطی کا تصور کرنا بھی بہت بڑی غلطی ہے کیونکہ یہ رب العزت کا کلام ہے۔ جو ہر قسم کی غلطی، نقص اور عیب سے مبرا ہے۔ الکتاب کے شروع میں آنے والا الف لام بھی اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ تمام کتابوں میں سے ایک قرآن کریم ہی ایسی کتاب ہے جو بے عیب ہے۔ اس لیے ذٰلِكَ کا اسم اشارہ استعمال کیا گیا ہے۔ اُردو میں اگرچہ اس کا مطلب ''وہ'' ہے لیکن یہاں اس کا ترجمہ ''یہ'' کیا جاتا ہے جو قرآن مجید کی عظمت و شوکت کو ظاہر کرتا ہے۔ کیونکہ یہ اللہ کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔ وَاِنَّهٗ لَتَنۡزِيۡلُ رَبِّ الۡعٰلَمِيۡنَ (شعراء 192:26) اور بے شک یہ تمام جہانوں کے رب کی طرف سے نازل کیا گیا ہے۔

اس کتابِ مقدس میں بیان کئے گئے تاریخی واقعات، اُمم سابقہ کے قصص، انبیاء کرام کے واقعات، موت کے بعد عالم آخرت کی خبریں، غرض قرآن حکیم کی تمام آیات کریمہ کا ایک ایک حرف حق و صداقت پر مبنی ہے اور ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا، وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ (بقرہ 23:2) اور اگر تم اس کی طرف سے شک میں ہو جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے تو اس کی مانند کوئی ایک سورت لے آؤ۔ اور نہ صرف ایک سورت بنا کر لانے کا چیلنج دیا گیا بلکہ یہ پیشین گوئی بھی کر دی کہ تم ایسا ہرگز نہیں کر سکو گے۔ اور قرآن کی پچھلی چودہ سو سالہ تاریخ اس پیشین گوئی کی صداقت کی گواہی دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَّا يَاۡتِيۡهِ الۡبَاطِلُ مِنۡۢ بَيۡنِ يَدَيۡهِ وَلَا مِنۡ خَلۡفِهٖ‌ ؕ تَنۡزِيۡلٌ مِّنۡ حَكِيۡمٍ حَمِيۡدٍ (حم سجدہ 42:41) باطل نہ سامنے سے اور نہ پیچھے سے اس میں آسکتا ہے، یہ دانا اور تعریف والے کی طرف سے نازل شدہ ہے۔

حصولِ ہدایت کا ذریعہ: ۔ اگرچہ قرآن مجید کا یہ اعجاز شروع ہی میں بیان کر دیا گیا کہ قرآن مجید ہی ایک ایسی کتاب ہے جو انسان کو مکمل ہدایت فراہم کر سکتی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ حصولِ ہدایت کے لیے انسان کا متقی اور ہدایت کا سچا طلب گار ہونا ضروری ہے کیونکہ سچی طلب کے بغیر ہدایت نہیں ملتی، چنانچہ اللہ نے فرمایا: اِنَّ هٰذَا

الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ (بنی اسرائیل 9:17) بے شک یہ قرآن سب سے سیدھی راہ دکھاتا ہے اور تقویٰ کے بغیر سچی طلب نہیں پیدا ہوتی، چنانچہ ارشاد باری ہے: یَهْدِیْ اِلَیْهِ مَنْ اَنَابَ (رعد 27:13) وہ ہدایت چاہنے والے کو ہدایت دیتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا وَاللّٰهُ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ (توبہ 109:9) اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا: شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْۤ اُنْزِلَ فِیْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ (بقرہ 185:2) رمضان وہ مہینہ ہے جس میں قرآن نازل کیا گیا ہے اور یہ لوگوں کے لیے ہدایت ہے۔ حدیث میں ہے اللہ تعالیٰ اس کتاب پر عمل کی وجہ سے اقوام کو ترقی دیتا ہے اور عمل نہ کرنے کی وجہ سے پستی کی جانب دھکیل دیتا ہے۔

تقویٰ کا مفہوم:- تقویٰ کا مادہ وقی ہے جس کا مطلب ڈرنا، بچنا اور پرہیز کرنا ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابیؓ بن کعب سے تقویٰ کا مطلب پوچھا تو انہوں نے کہا کیا آپ کبھی ایسے راستے سے گزرے ہیں جہاں ہر طرف خاردار جھاڑیاں ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا ہاں۔ حضرت ابیؓ بن کعب نے پوچھا کہ پھر آپ کیسے گزرے۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ کپڑوں اور دامن کو سمیٹ کر احتیاط سے قدم رکھتا ہوا گزر گیا۔ حضرت ابیؓ بن کعب نے جواب دیا یہی تقویٰ ہے۔ اس طرح اس آیت میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ قرآن صرف اللہ سے ڈرنے والوں کے لیے موجب رشد و ہدایت ہے۔

آیت نمبر 3:- ان آیات میں متقین کی صفات بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- ایمان بالغیب: - متقین کی پہلی صفت یہ ہے کہ وہ غیب پر ایمان لاتے ہیں یعنی جن حقائق کا ادراک عقل نہ کر سکے اور نہ حواسِ خمسہ سے ہی ان کا علم ہو سکے وہ ان پر یقین رکھتے ہیں۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ذات، جنت، دوزخ اور ملائکہ وغیرہ۔ اللہ تعالیٰ ہی غیب کا مالک ہے، ارشاد ربانی ہے: عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ (جمعہ 8:62) اللہ غیب اور ظاہر چیزوں کا مالک ہے۔ اور متقین کی صفت یہ ہے کہ وہ ان تمام حقائق پر دل کی گہرائیوں سے ایمان رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
لِلّٰهِ غَیْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (هود 123:11) آسمانوں اور زمینوں کے غیب اللہ کے لیے ہیں۔

2- اقامتِ صلوٰۃ:- متقین کی دوسری صفت یہ ہے کہ وہ نماز قائم کرتے ہیں۔ اقامتِ صلوٰۃ سے مراد یہ نہیں ہے کہ انفرادی طور پر نماز پڑھ لی جائے بلکہ اقامتِ صلوٰۃ سے مراد یہ ہے کہ معاشرے میں اجتماعی طور پر نماز قائم کرنے کا اہتمام کیا جائے۔ مثلاً نماز باجماعت کی ہر صورت ادائیگی کا اہتمام۔ اسی طرح نماز کے ارکان کو بصورتِ احسن ادا کرنا بھی اقامتِ نماز میں شامل ہے۔
اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے: اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء 103:4) بے شک مومنوں پر نماز مقررہ وقت پر فرض ہے۔ نماز کی بروقت ادائیگی مومنین پر فرض کی گئی ہے۔ نماز کی ادائیگی ایک بدنی عبادت ہے اور بدنی عبادات میں یہ فریضہ خدا تعالیٰ کی بندگی کا سب سے بڑا عملی مظہر ہے۔ اس کے علاوہ اس فریضہ کی اجتماعی ادائیگی یعنی باجماعت نماز ادا کرنے میں معاشرے کے تمام افراد کے لیے بے شمار مصلحتیں ہیں۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کافر اور مسلمان کے درمیان فرق صرف نماز کا ہے"۔ اسلامی حکومت کا یہ فریضہ ہے کہ وہ نماز کا نظام قائم کرے گی۔ ارشادِ خداوندی ہے: اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ (حج 41:22) جب ان کو حکومت دی جائے گی تو وہ نظامِ نماز قائم کریں گے۔

3- انفاق فی سبیل اللہ:- متقین کی بیان کردہ تیسری صفت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ رزق میں سے

خرچ کرتے ہیں۔عربی زبان میں رزق کا لفظ بہت وسعت کا حامل ہے۔اس سے مراد صرف دستر خوان کی نعمتیں نہیں ہیں بلکہ ہر وہ نعمت جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کی ہے رزق میں شامل ہے حتیٰ کہ اولاد بھی رزق میں شمار ہوگی، اسی طرح لفظ انفاق بھی اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے۔اللہ نے نیک لوگوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اَلَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ (انفال 3:8) جو لوگ نماز قائم کرتے اور جو اللہ نے انہیں رزق دیا ہے اس میں سے وہ خرچ کرتے ہیں۔اس میں زکوٰۃ، عشر، صدقات سب شامل ہیں۔زکوٰۃ وعشر کا تعلق صدقاتِ واجبہ سے ہے۔چنانچہ اللہ تعالیٰ کے راستہ میں اپنی صلاحیتوں کو صرف کرنا مثلاً اگر مال نہ بھی ہو تو صحت، علم جیسی نعمتوں کو بھی اللہ کے راستے میں خرچ کرنا۔انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت اس آیت سے واضح ہوتی ہے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران 92:3) تم نیکی کی معراج کو اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ اپنی من پسند چیز (اللہ کی راہ میں) خرچ نہ کرو۔

آیت نمبر4:- اس آیت میں درج ذیل دو چیزیں بیان کی گئی ہیں:

وحی پر ایمان: متقین کی صفات میں سے اگلی صفت یہ ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی کتاب، وحی خفی اور وحی جلی پر ایمان رکھتے ہیں۔اس زمرے میں قرآن کے ساتھ ساتھ حدیث بھی شامل ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی طرف سے کوئی بات نہیں کہتے۔ان کی ہر باتِ اللہ تعالیٰ کے حکم واجازت سے ہوتی ہے۔وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى ○ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ (سورۃ النجم 3،4:35) اور وہ اپنی مرضی سے کچھ نہیں کہتے مگر جو وحی اس کی طرف کی جائے۔ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بھی یہی ہے کہ "مجھے قرآن کریم دیا گیا ہے اور اس جیسی ایک اور چیز"۔اس حدیثِ مبارکہ میں "اور چیز" سے مراد حدیثِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔نیز قرآن کریم پر ایمان لانے کے ساتھ ساتھ اس سے قبل کی کتبِ سماویہ پر ایمان لانا بھی متقین کی صفات میں شامل ہے۔ان کتب اور صحیفوں پر صرف اس حد تک ایمان لایا جائے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل شدہ ہیں۔کیونکہ قرآن کریم کے علاوہ دیگر کتبِ سماویہ میں تحریف ہو چکی ہے اور وہ اپنی اصل شکل میں محفوظ اور باقی نہیں رہیں۔نیز وہ کتب ایک خاص مدت تک کے لیے تھیں چنانچہ نزولِ قرآن کریم کے بعد وہ کتب منسوخ ہو گئیں۔

2- **عقیدۂ آخرت**:- یومِ آخرت پر ایمان لانا بھی متقین کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔لفظ آخرت بھی اپنے اندر بڑی وسعت رکھتا ہے۔آخرت سے مراد وہ زندگی ہے جو موت کے بعد شروع ہونے والی ہے۔اس کے لیے کئی دیگر الفاظ بھی استعمال ہوئے ہیں۔مثلاً یوم الدّین، یوم الحساب یوم آخر وغیرہ۔قرآن کریم میں عقیدہ آخرت کو بڑی وضاحت سے بیان کیا گیا ہے۔درحقیقت انسان کے تمام اعمال کا دارومدار عقیدۂ آخرت پر ہوتا ہے۔جو لوگ عقیدہ آخرت کو نظرانداز کرتے ہیں اللہ نے ان کے متعلق فرمایا: لَهُمْ خِزْيٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ (مائدہ 33:5) ان کے لیے دنیا میں رسوائی ہے اور آخرت میں بڑا عذاب ہے۔اس ضمن میں درج ذیل نکات خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں:

الف: انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے زندگی بھر کے اعمال کے لیے جواب دہ ہے۔

ب: دنیا کے موجودہ نظام کا ایک خاص وقت مقرر ہے، اس کے بعد یہ ختم ہو جائے گا جس کا علم صرف اللہ تعالیٰ کو ہے۔

ج: دنیا کے اس عارضی نظام کے بعد ایک وسیع نظام شروع ہونے والا ہے۔ وہ ایسا نظام ہے جس کو دوام حاصل ہے۔ جس میں تمام مخلوق کو زندہ کر کے ان کا حساب و کتاب ہوگا اور ہر ایک کو اس کے کیے ہوئے اعمال کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔

د: اس دن ناکامی و کامیابی کا انحصار دولت پر نہیں بلکہ اعمال پر ہوگا۔ عارضی نظامِ زندگی میں اچھے اعمال کرنے والوں کو اچھا بدلہ ملے گا اور بُرے اعمال کرنے والوں کو بُرا بدلہ ملے گا۔

آیت نمبر5: قرآن مجید کا تصور فلاح: گزشتہ آیاتِ کریمہ میں متقین کی صفات بیان کرنے کے بعد اس آیتِ کریمہ میں قرآن مجید کے تصور فلاح کو واضح کرتے ہوئے متقین اور اہلِ ایمان کو ان کی کامیابی کی بشارت دی گئی ہے جو ایمان لانے کے ساتھ ساتھ ایمان کے تقاضوں کو بھی پورا کرتے ہیں اور اعمال صالحہ پر بھی کاربند رہتے ہیں۔ ان کے لیے دنیا کی کامیابی و کامرانی کے ساتھ ساتھ آخرت میں بھی اجرِ عظیم ہے۔ نیز اصولِ قدرت بھی یہی ہے کہ کامیابی ہمیشہ ہدایت یافتہ گروہ کو ملتی ہے۔ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فلاح کی شرط اچھائی کا حکم دینے اور برائی سے روکنے کو قرار دیا ہے مثلاً يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ ۚ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (آل عمران 104:3) وہ اچھائی کا حکم دیتے ہیں اور برائی سے روکتے ہیں اور وہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔ غرض قرآن مجید کے مطابق انسانی فلاح کا انحصار دنیاوی مال و دولت پر نہیں بلکہ آخرت میں کامیابی پر ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ (مومنون 102:23) پس جن کے (نیک) اعمال کے ترازو کا پلڑا بھاری ہوگا وہی فلاح پانے والے ہیں۔

(2) ایمانیات

لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْأَرْضِ ؕ	وَ	إِنْ	تُبْدُوا	مَا
اللہ کیلیے	جو	میں	آسمانوں	اور	جو	میں	زمین	اور	اگر	تم ظاہر کرو	جو

اللہ ہی کے لیے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ تمھارے دلوں

فِي	أَنْفُسِكُمْ	أَوْ	تُخْفُوهُ	يُحَاسِبْكُمْ	بِهِ	اللّٰهُ	فَيَغْفِرُ	لِمَنْ
میں	تمہارے دلوں	یا	تم اسے چھپاؤ	وہ تم سے حساب لے گا	اس کا	اللہ	پھر بخش دے گا	جس کو

میں ہے تم اسے ظاہر کرو یا تم اسے چھپاؤ اللہ تم سے اس کا حساب لے گا، پھر جس کو وہ چاہے گا بخش دے گا اور جس کو

يَّشَاءُ	وَ	يُعَذِّبُ	مَنْ	يَّشَاءُ ؕ	وَ	اللّٰهُ	عَلٰى	كُلِّ	شَيْءٍ	قَدِيْرٌ ۝
وہ چاہے گا	اور	وہ عذاب دیگا	جس کو	وہ چاہے گا	اور	اللہ	پر	ہر	چیز	قدرت رکھنے والا ہے

وہ چاہے گا عذاب دے گا اور اللہ ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ہے۔ (البقرہ 284:2)

عربی قواعد

فعل مضارع تُبْدُوا يُحَاسِبْكُمْ: يُحَاسِبُ فعل مضارع، كُمْ ضمیر فَيَغْفِرُ میں يَغْفِرُ

يَّشَاءُ يُعَذِّبُ تُخْفُوهُ: تُخْفُوا فعل مضارع ہ ضمیر

حروف جر	لِلّٰهِ میں ل فِیْ: بِهٖ میں بِ ہٖ ضمیر لِمَنْ میں ل، عَلٰی
ضمائر	اَنْفُسِكُمْ میں كُمْ
مرکب اضافی	اَنْفُسِكُمْ

تشریح

1-اختیارات الٰھی کی وسعت: اس آیت میں دین کی اولین بنیاد یعنی اللہ تعالیٰ کا زمین وآسمانوں اوران کے درمیان موجود تمام چیزوں کا مالک ہونا بیان کیا گیا ہے تا کہ ان اہم اصولی امور کو ایک دفعہ پھر بیان کر دیا جائے جن پر دین اسلام کی بنیاد قائم ہے۔اللہ کو ہی مالک ارض وسماء ماننا وہ بنیادی حقیقت ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ کے سوا کسی دوسرے کے آگے سرنہیں جھکا سکتا۔ پھر اس ذاتِ قدیر کے مکمل اختیارات بیان کیے گئے کہ وہ مکمل طور پر بااختیار ہے۔اس کو کسی قانون نے باندھ نہیں رکھا کہ وہ اس کے مطابق عمل کرنے پر مجبور ہو۔اس کو سزا دینے اور معاف کرنے کے کلی اختیارات حاصل ہیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَهٗ مَقَالِيْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (شوریٰ 12:42) اسی کے لیے آسمانوں اور زمین کی چابیاں ہیں۔گویا اللہ زمین آسمانوں کی ہر چیز کا مالک ہے۔

2-دلوں کی پوشیدہ باتوں کا محاسبہ:- اسی آیت کا مضمون قرآن میں ایک اور جگہ یوں بیان ہوا ہے: وَيَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ (نمل 25:27) اور وہ جانتا ہے جو کچھ تم چھپاتے ہواور ظاہر کرتے ہو۔ایک اور جگہ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ (بقرہ 77:2) بے شک اللہ جانتا ہے جو وہ مخفی رکھتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر عرض کیا اگر اللہ نے چھوٹی چھوٹی باتوں کا حساب لیا تو یہ ہماری طاقت برداشت سے زیادہ ہے۔آپؐ نے فرمایا:"تم یہود کی طرح یہ نہ کہو سَمِعْنَا وَ عَصَيْنَا ہم نے سنا اور نافرمانی کی بلکہ یوں کہنا چاہیے سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا ہم نے سنا اور اطاعت کی۔ حضرت عبد اللہؓ بن عمر فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا کہ مومن قیامت کے دن اپنے رب کے قریب کیا جائے گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس کا ایک ایک گناہ یاد دلا کر پوچھے گا کہ کیا تو جانتا ہے کہ تو نے یہ گناہ کیا ہے؟ مومن ہر گناہ کا اقرار کرے گا۔تب اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہوگا کہ میں نے دنیا میں تیری پردہ پوشی کی اور لوگوں کو تیرے گناہ سے باخبر نہیں ہونے دیا، آج بھی میں اس کو معاف کرتا ہوں اور نیکیوں کا بدلہ اس کو دیا جائے گا لیکن کفار اور منافقوں کو مجمع عام میں بیان کیا جائے گا۔(بخاری ومسلم) ایک اور حدیث میں ہے: اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لوگوں کے دل میں آنے والے خیالات کو معاف کر دیا ہے۔

3-فلسفۂ مغفرت و عذاب: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے اس اختیار کا بیان ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے بخش دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے عذاب دیتا ہے۔اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى وَالْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ (بقرہ 175:2) وہ لوگ ہدایت کے بدلے گمراہی اور مغفرت کے بدلے عذاب خریدتے ہیں۔ عذاب دینے کی وجہ خود اللہ نے بیان فرمائی ہے یعنی اللہ کسی کو بلا وجہ عذاب نہیں دیتا بلکہ وہ خود کو عذاب کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ نے مغفرت کا معیار بھی مقرر کر دیا ہے فرمایا: فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ (حج 50:22) پس جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے ان کے لیے بخشش ہے۔اس لیے انسان کو ایمان کے ساتھ ساتھ اعمال صالحہ بھی بجالانے چاہئیں اور پھر اللہ سے بخشش کی دعا کرنی چاہیے۔اس طرح اللہ کا عذاب اور مغفرت ضابطے کے تحت ہے اور اب ہماری مرضی ہے کہ ہم عذاب کا راستہ اختیار کریں یا مغفرت کا۔

ایمانیات (3)

آمَنَ	الرَّسُوْلُ	بِمَآ	اُنْزِلَ	اِلَيْهِ	مِنْ	رَّبِّهٖ	وَ	الْمُؤْمِنُوْنَ
ایمان لایا	رسول	جو کچھ	اترا	اس کی طرف	سے	اس کے رب	اور	مومن

رسول اس پر ایمان لایا جو کچھ اس کے رب کی طرف سے اس کی طرف اترا اور مومن بھی

كُلٌّ	اٰمَنَ	بِاللّٰهِ	وَ	مَلٰٓئِكَتِهٖ	وَ	كُتُبِهٖ	وَ	رُسُلِهٖ	لَا	نُفَرِّقُ
سب	ایمان لائے	اللہ پر	اور	اس کے فرشتوں پر	اور	اس کی کتابوں پر	اور	اس کے رسولوں پر	نہ	ہم فرق کرتے

اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لائے ہم اس کے رسولوں

بَيْنَ	اَحَدٍ	مِّنْ	رُّسُلِهٖ	وَ	قَالُوْا	سَمِعْنَا	وَ	اَطَعْنَا	غُفْرَانَكَ
درمیان	کسی ایک کے	سے	اس کے رسول	اور	انہوں نے کہا	ہم نے سنا	اور	ہم نے اطاعت کی	مانگتے ہیں تیری بخشش

میں کسی ایک کے درمیان (بھی) فرق نہیں کرتے اور انہوں نے کہا ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی، تیری بخشش چاہیے

رَبَّنَا	وَ	اِلَيْكَ	الْمَصِيْرُ	لَا	يُكَلِّفُ	اللّٰهُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا
ہمارے رب	اور	تیری طرف	لوٹ کر جانا ہے	نہیں	تکلیف دیتا	اللہ	کسی کو	مگر	اس کی گنجائش کے مطابق

اے ہمارے رب! اور تیری طرف لوٹ کر جانا ہے۔ اللہ کسی کو اس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا

لَهَا	مَا	كَسَبَتْ	وَ	عَلَيْهَا	مَا	اكْتَسَبَتْ	رَبَّنَا	لَا	تُؤَاخِذْنَا
اس کے لیے	جو	اس نے کمایا	اور	اس پر ہے	جو	اس نے کمایا	اے ہمارے رب	نہ	تو پکڑ ہمیں

اس کے لیے اس کا اجر ہے جو اس نے کمایا اور اس کا وبال اس پر ہے جو اس نے کمایا۔ اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑ

اِنْ	نَّسِيْنَا	اَوْ	اَخْطَاْنَا	رَبَّنَا	وَ	لَا	تَحْمِلْ	عَلَيْنَا	اِصْرًا
اگر	ہم بھول جائیں	یا	ہم سے خطا ہو جائے	اے ہمارے رب	اور	نہ	ڈال	ہم پر	بوجھ

اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے خطا ہو جائے اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا تو نے

كَمَا	حَمَلْتَهٗ	عَلَى	الَّذِيْنَ	مِنْ	قَبْلِنَا	رَبَّنَا	وَ	لَا	تُحَمِّلْنَا	مَا
جیسے	تو نے اس کو ڈالا	پر	جو لوگ تھے	سے	ہم سے پہلے	اے ہمارے رب	اور	نہ	ہم سے اٹھوا	جس کی

ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔ اے ہمارے رب ہم سے ایسا بار نہ اٹھوا جس کے اٹھانے کی ہم میں

لَا	طَاقَةَ	لَنَا	بِهٖ ج	وَ	اعْفُ	عَنَّا	وَ	اغْفِرْ	لَنَا	وَ	ارْحَمْنَا
نہیں	طاقت	ہم کو	اس کی	اور	درگزر کر تو	ہم سے	اور	بخش دے	ہمیں	اور	ہم پر رحم کر

طاقت نہیں اور تو ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر

أَنْتَ	مَوْلٰنَا	فَانْصُرْنَا	عَلَى	الْقَوْمِ	الْكٰفِرِيْنَ ۝	(بقرہ 2:285-286)
تو	ہمارا مولیٰ ہے	پس مدد کر ہماری	پر	قوم	کافر	

تو ہمارا آقا ہے، پس کافروں کی قوم کے مقابلے پر ہماری مدد فرما۔

عربی قواعد

فعل ماضی: اٰمَنَ　اُنْزِلَ　قَالُوْا　سَمِعْنَا
اَطَعْنَا　كَسَبَتْ　اِكْتَسَبَتْ　نَسِيْنَا
اَخْطَاْنَا

فعل مضارع: نُفَرِّقُ　يُكَلِّفُ

فعل امر: اُعْفُ　اِغْفِرْ　اِرْحَمْ　فَانْصُرْ میں اُنْصُرْ

فعل نہی: لَا تُؤَاخِذْ　لَا تَحْمِلْ　لَا تُحَمِّلْ

مرکب توصیفی: اَلْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

مرکب اضافی: رَبِّهٖ　مَلٰئِكَتِهٖ　رُسُلِهٖ　رَبَّنَا
غُفْرَانَكَ　قَبْلِنَا　مَوْلٰنَا

حرف جر: بِمَا　بِاللّٰهِ　بِهٖ میں بَا　عَلٰى
اِلَيْهِ میں اِلٰى　كَمَا میں كَ　لَنَا میں لِ حرف جر اور نَا ضمیر
عَنَّا میں عَنْ حرف جر اور نَا ضمیر

ضمائر: رَبِّهٖ　مَلٰئِكَتِهٖ　كُتُبِهٖ　رُسُلِهٖ
بِهٖ میں ہ　غُفْرَانَكَ میں كَ　قَبْلِنَا　نَسِيْنَا
اَخْطَاْنَا　رَبَّنَا　قَبْلِنَا　اِرْحَمْنَا
تُحَمِّلْنَا　وُسْعَهَا، لَهَا، عَلَيْهَا میں هَا
مَوْلٰنَا اور اُنْصُرْنَا میں نَا　هُمْ، اَنْتَ

تشریح

ان آیات کی فضیلت:- سورۂ بقرہ کی ان دونوں آیات کی احادیث میں بہت فضیلت آئی ہے۔اس سلسلے میں درج ذیل فرامین نبوی آبِ زر سے لکھنے کے قابل ہیں:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''جو شخص ان دونوں آیات کو رات کو پڑھ کر سوئے اسے یہ دونوں کافی ہیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:''اللہ تعالیٰ نے دو آیات جنت کے خزانوں میں سے نازل فرمائی ہیں جن کو تمام مخلوق کی پیدائش سے دو ہزار سال پہلے خود رحمٰن نے اپنے ہاتھ سے لکھ دیا تھا۔جو شخص ان کو عشا کی نماز کے بعد پڑھ لے وہ اس کے لیے قیام اللیل یعنی تہجد کے قائم مقام ہو جاتی ہیں''۔حضرت عمرؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ نے فرمایا:''ہمارا یہ خیال ہے کہ کوئی آدمی جس کو کچھ عقل ہو وہ سورۂ بقرہ کی ان دونوں آیتوں کو پڑھے بغیر نہ سوئے گا''۔

آیت نمبر285: اس آیت میں درج ذیل اہم مضامین بیان ہوئے ہیں:

1- اقرار و تجدیدِ ایمان
2- رسولوں کے درمیان فرق نہ کرنے کا عہد
3- سننے اور اطاعت کرنے کا عہد
4- خدا سے طلبِ مغفرت
5- خدا کی طرف لوٹنے کا احساس

ان کی مختصر تشریح درج ذیل ہے:

1- **اقرار و تجدید ایمان**: سورۂ بقرہ کے شروع میں ایمان کی دعوت دی گئی ہے۔یہاں پھر اس کی تجدید کی جارہی ہے اور اس کا دوبارہ اقرار کروایا جارہا ہے تاکہ ایمانِ مسلم تازہ رہے کیونکہ یہی اسلامی زندگی کی علامت ہے۔گویا اس آیت مبارکہ میں تمام ایمانیات کا ذکر موجود ہے۔

2- **رسولوں کے درمیان فرق نہ کرنے کا عہد**: اللہ نے تمام انبیا کرامؑ اور رسولوں کی عزت کرنے کا حکم دیا ہے۔ان میں کسی قسم کی تفریق کرنے کی اجازت نہیں دی۔اس کی تعلیم اس لیے دی گئی ہے کہ یہودی عیسیٰ علیہ السلام کو نہیں مانتے تھے اور یہودی اور عیسائی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں مانتے۔جبکہ مسلمان سب پیغمبروں کو مانتے ہیں۔ارشاد باری ہے لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ہم ان میں سے کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے۔

3- **سمع و اطاعت**: اسلام میں سمع و اطاعت سب سے اہم ہے۔یہودی سننے اور نافرمانی کا عہد کرتے تھے۔اس لیے مسلمانوں کا شعار سننے کے ساتھ اطاعت کرنا قرار دیا گیا۔کیونکہ بنی اسرائیل نے سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا ہم نے سنا اور نافرمانی کی کہا اور پھر ذلتوں کا شکار ہوئے۔

4- **طلب معافی، مغفرت اور رحمت**: اس سلسلے میں تیسری دعا یہ کی گئی ہے کہ اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی اور مغفرت طلب کی جائے کیونکہ ہمارے پیارے نبیؐ دن میں سو بار مغفرت طلب کرتے تھے اور عبادت سے ان کے پاؤں مبارک متورم ہو جاتے تھے پھر اللہ سے رحمت طلب کی گئی ہے کیونکہ اس کی رحمت کے بغیر مغفرت مشکل ہے۔مولانا امین احسن اصلاحی صاحب طلبِ معافی، مغفرت اور رحمت کے بارے میں لکھتے ہیں:''بندے کا اعتماد صرف انہی تین چیزوں پر ہونا چاہیے۔رب کریم کوتاہیوں سے درگزر فرمائے، گناہوں کو ڈھانپ دے اور اپنی رحمت سے نوازے۔آخرت کا سہارا

صرف یہی تینوں چیزیں ہیں۔ (تدبر قرآن 1۔652) کیونکہ نیک اعمال کے بعد بھی اللہ کی مغفرت کے بغیر بخشش ممکن نہیں ہوتی۔

5- **کافروں کے مقابلے میں طلب امداد:** چوتھی دعا یہ کی گئی ہے کہ کافروں کے مقابلے میں مدد خداوندی ملے۔ کافر ازل سے مسلمانوں کے دشمن ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكٰفِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ ۚ وَمَنْ يَفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِي شَيْءٍ (آل عمران 3:28) اور مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ مسلمانوں کو چھوڑ کر کفار کو دوست نہ بنائیں اور جو کوئی ایسا کرے گا اسے اللہ سے کوئی واسطہ نہیں۔ اس کے علاوہ نبی کریمؐ نے فرمایا: کفر ایک ملت ہے یعنی تمام کفار ہمیشہ مسلمانوں کے دشمن رہے ہیں اور آج بھی عراق، افغانستان، کشمیر اور فلسطین میں مسلمانوں کا خون بہا رہے ہیں۔ اس لیے کافروں کے مقابلے میں مسلمانوں کا اللہ سے مدد طلب کرنا ہمیشہ شیوہ رہا ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد باری ہے: وَلَمَّا بَرَزُوا لِجَالُوتَ وَجُنُودِهٖ قَالُوا رَبَّنَا أَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ أَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِينَ (البقرہ 2:260) اور جب مومن جالوت اور اس کے لشکروں کے مقابل ہوئے تو بولے اے ہمارے رب ہمارے دلوں میں صبر ڈال دے اور ہمارے قدم ثابت رکھ اور کافر قوم کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔ اس آیت کے اس حصے میں پہلے اللہ تعالیٰ کو مولا قرار دیا گیا ہے یعنی مشکلات کا حل کرنے والا۔ چنانچہ مشکلات کے حل کے لیے اسی سے رجوع کرنا چاہیے۔ اس سے مشکلات کے حل کے دیگر ذرائع کی نفی ہوتی ہے۔ دعا درحقیقت مسلمانوں کے لیے بہت بڑا سہارا ہے۔ اس لیے اللہ نے ایک مسلمان کے خود دعا کرنے کو پسند فرمایا ہے اور اس کے الفاظ بھی بتا دیے ہیں۔ نبیؐ نے فرمایا: الدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا مغز ہے۔

آیت نمبر286: اس آیت میں درج ذیل اہم چیزیں بیان کی گئی ہیں:

1- **طاقت کے مطابق بوجھ:** اللہ تعالیٰ انسانوں کی مجبوریاں اور مسائل سمجھتا ہے۔ اس لیے اس نے انسانوں پر اتنا ہی بوجھ ڈالا ہے جتنا وہ اٹھا سکتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا (انعام 6:152) ہم کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے۔

2- **اعمال کی ذمہ داری:** اس آیت میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ انسان اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے۔ اس لیے حدیث میں ہے الدنیا مزرعة الآخرة: یہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ انسان جیسا دنیا میں بوئے گا ویسا ہی کاٹے گا۔

3- **دعائیں:** اس آیت میں دو دعائیں سکھائی گئی ہیں: پہلی یہ کہ بھول چوک میں معافی، یعنی مومن دعا کرتا ہے کہ اگر مجھ سے بھول چوک ہوگئی ہے تو اس کی معافی دی جائے کیونکہ یہ انسانوں سے ہوتی رہتی ہیں۔ اگر ان کا حساب لیا جائے تو بخشش مشکل ہو جائے۔ دوسری دعا یہ کی گئی ہے کہ ہمارے اوپر ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ نہ ڈال کیونکہ زیادہ بوجھ انسان کو توڑ دیتا ہے مثلاً بنی اسرائیل پر چربی اور مالِ غنیمت حرام تھا اور مسجد کے علاوہ کہیں ان کی نماز نہیں ہوتی تھی۔

(2) تخصصاتِ نبویؐ

(سورہ احزاب 59-56,40,33,32,21,6)

(1) مقام نبی صلی اللہ علیہ وسلم

النَّبِيُّ	اَوْلٰی	بِالْمُؤْمِنِيْنَ	مِنْ	اَنْفُسِهِمْ	وَ	اَزْوَاجُهٗ	اُمَّهٰتُهُمْ ؕ	وَ	اُولُوا الْاَرْحَامِ
نبی	زیادہ	مومنوں کے	سے	ان کی جانیں	اور	ان کی بیویاں	ان کی مائیں	اور	قرابت دار

نبی مومنوں کے (امور کے تصرف میں) ان کی جانوں سے زیادہ حقدار ہیں اور اس کی بیویاں ان کی مائیں ہیں اور قرابت دار

بَعْضُهُمْ	اَوْلٰی	بِبَعْضٍ	فِيْ	كِتٰبِ اللّٰهِ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	الْمُهٰجِرِيْنَ
ان میں بعض	نزدیک تر	بعض سے	میں	اللہ کی کتاب	سے	مومنین	اور	مہاجرین

کتاب اللہ کی رو سے عام مومنین و مہاجرین کی بہ نسبت ایک دوسرے کے زیادہ حقدار ہیں

اِلَّآ	اَنْ	تَفْعَلُوْٓا	اِلٰٓى	اَوْلِيٰٓئِكُمْ	مَّعْرُوْفًا ؕ	كَانَ	ذٰلِكَ	فِي	الْكِتٰبِ	مَسْطُوْرًا ۝
مگر	یہ کہ	تم کرو	طرف	اپنے دوستوں	حسن سلوک	ہے	یہ	میں	کتاب	لکھا ہوا

البتہ یہ کہ تم اپنے رفیقوں کے ساتھ بھلائی کرنا چاہو تو کر سکتے ہو، یہ حکم کتاب الٰہی میں لکھا ہوا ہے۔ (احزاب 6:33)

عربی قواعد

فعل ماضی: كَانَ

فعل مضارع: تَفْعَلُوْا

حرف جر: بِبَعْضٍ میں بِ، فِيْ، اِلٰى

مرکب اضافی: كِتٰبِ اللّٰهِ، اُمَّهٰتُهُمْ، اُولُو الْاَرْحَامِ، بَعْضُهُمْ، اَوْلِيٰٓئِكُمْ

ضمائر: اَنْفُسِهِمْ، اُمَّهٰتُهُمْ میں هُمْ، اَزْوَاجُهٗ میں ہ

تشریح

مقام نبویؐ: اس آیت میں سب سے پہلے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے آپس کے رشتے کو واضح کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے پیروکاروں کا آپس میں جو تعلق ہے وہ اپنی نوعیت میں بالکل ایک جداگانہ قسم کا تعلق ہے۔ جو رشتہ اور تعلق نبی اور اہلِ ایمان کا آپس میں ہے کسی بھی رشتے اور تعلق کا اس سے بڑھ کر ہونا تو درکنار اس کے برابر بھی نہیں ہو سکتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک جس طرح اہل ایمان کے لیے شفیق اور خیر خواہ ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ جب حضور اکرمؐ کا اپنی امت پر شفقت و خیر خواہی کا یہ عالم ہو تو پھر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی یہ حق ہے کہ تمام مومنین آپؐ کو اپنے رشتہ داروں ہی سے نہیں بلکہ اپنی جان سے بھی بڑھ کر چاہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ

رَّحِيْمٌ (توبہ 128:9) تمہارے پاس ایک ایسے پیغمبر تشریف لائے ہیں جنہیں تمہیں تکلیف ونقصان دینے والی بات بڑی گراں گزرتی ہے۔ وہ تمہاری بھلائی کے بڑے خواہشمند ہیں۔ وہ ایمان والوں کے ساتھ بڑے ہی شفیق اور مہربان ہیں۔ آپؐ کی محبت کو تمام محبتوں سے فائق رکھیں۔ اپنی رائے پر آپؐ کی رائے کو اور اپنے فیصلے پر آپؐ کے فیصلے کو ترجیح دیں۔

اسی چیز کو حضور اکرمؐ نے اس حدیث میں ارشاد فرمایا: لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْهِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَ وَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ ''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اس کو اس کے باپ اور اس کی اولاد اور تمام انسانوں سے بڑھ کر محبوب نہ ہو جاؤں۔''

امہات المومنینؓ کا مقام و مرتبہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل ایمان سے تعلق کی مذکورہ بالا خصوصیت کے علاوہ ایک اور خصوصیت بھی بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ امہات المومنینؓ مسلمانوں پر اس طرح حرام ہیں جس طرح کہ ان کی حقیقی مائیں حرام ہیں۔ اس ضمن میں یہ بات واضح رہنی چاہیے کہ یہ حرمت صرف نکاح اور احترام وتکریم کے معاملے تک ہے۔ ورنہ جہاں تک دوسرے مسائل کا تعلق ہے تو وہاں ان کا حکم حقیقی ماؤں جیسا نہیں ہے۔ مثلاً اس حکم کا یہ مطلب نہیں کہ مسلمان اب امہات المومنین کے حقیقی بیٹے بن گئے ہیں بلکہ ان کا مرتبہ مومنوں کے لیے ماں کے برابر ہے اور اب وہ ان سے پردہ نہیں کرسکتیں یا ان کی صاحب زادیاں مسلمانوں کی ماں جائی بہنیں بن گئیں کہ ان سے نکاح نہیں کر سکتے تھے۔

رشتہ داروں کے حقوق: اس کے بعد اس آیت میں عام مسلمانوں کے آپس کے تعلقات کی نوعیت کی بنیاد بتائی گئی ہے اور یہ اصول واضح کیا گیا ہے کہ آپس کے تعلقات اس اصول پر قائم ہوں گے کہ رشتہ داروں کے حقوق کی ادائیگی مقدم رہے یعنی زکوٰۃ، خیرات، میراث وغیرہ میں مسکین اور غریب رشتہ داروں کا حق ترجیح رکھتا ہے۔ اس کے بعد دوسرے مستحقین کا حق ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاٰتِ ذَالْقُرْبٰی حَقَّهٗ (بنی اسرائیل 26:17) اور رشتے داروں کو ان کا حق دو۔ ایک اور جگہ فرمایا: وَاٰتَی الْمَالَ عَلٰی حُبِّهٖ ذَوِی الْقُرْبٰی (بقرہ 177:2) اور وہ اللہ کی محبت میں رشتے داروں کو مال دیتے ہیں۔ اس لیے حدیث میں ہے کہ حضرت ابوطلحہؓ نے حضورؐ کی خدمت حاضر ہوکر عرض کیا یا رسول اللہ! میں اپنی فلاں جائیداد اللہ کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپؐ اسے جہاں چاہیں خرچ کریں۔ حضورؐ نے فرمایا، خوب یہ بڑا کارآمد مال ہے میری یہ رائے ہے کہ یہ اپنے رشتے داروں کو دے دو۔ حضرت ابوطلحہؓ نے یہ جائیداد اپنے رشتے داروں میں تقسیم کردی۔ ہجرت مدینہ کے بعد کچھ عرصہ مہاجرین اور انصار کی وراثت آپس میں دینی اخوت کی بنیاد پر تقسیم ہوئی لیکن یہاں پر صاف طور پر بتا دیا گیا کہ وراثت تو رشتہ داری کی بنیاد پر ہی تقسیم ہوگی البتہ اگر کوئی شخص احسان اور نیکی کے طور پر ہدیے، تحفے یا وصیت کے ذریعے سے اپنے دینی بھائی کو کچھ دینا چاہے تو وہ دے سکتا ہے۔

(2) اسوۂ حسنہ

لَقَدْ	كَانَ	لَكُمْ	فِيْ	رَسُوْلِ	اللّٰهِ	اُسْوَةٌ	حَسَنَةٌ	لِّمَنْ	كَانَ
البتہ	ہے	تمہارے لیے	میں	رسول	اللہ	راستہ	اچھا	اس کے لیے جو	ہے

البتہ تمہارے لیے اللہ کے رسولؐ میں ایک اچھا نمونہ ہے (ہر) اس شخص کے لیے جو

يَرْجُوا	اللّٰهَ	وَ	الْيَوْمَ	الْاٰخِرَ	وَ	ذَكَرَ	اللّٰهَ	كَثِيْرًا ؕ
امید رکھتا ہے	اللہ	اور	روز	آخرت	اور	یاد کرتا ہے	اللہ کو	کثرت سے

اللہ اور روزِ آخرت پر امید رکھتا ہے اور اللہ کو بکثرت یاد کرتا ہے۔ (احزاب 33:21)

عربی قواعد

فعل ماضی: كَانَ ذَكَرَ

فعل مضارع: يَرْجُوا

مرکب اضافی: رَسُوْلِ اللّٰهِ

مرکب توصیفی: اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ اَلْيَوْمَ الْاٰخِرِ

حرف جر: لَكُمْ میں ل لِمَنْ میں لِ، اِلٰی

ضمائر لَكُمْ : ل حرف جر كُمْ ضمیر

تشریح

اسوہ حسنہ: اسوہ حسنہ سے مراد اچھا نمونہ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اتباع رسول اور حضور اکرمؐ کی زندگی کے اسوۂ حسنہ ہونے کا حکم عام حکم ہے اور ابدی ہے۔ یعنی آپؐ کے اقوال، افعال اور احوال میں مسلمانوں کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتدا اور پیروی ضروری ہے۔ چاہے ان کا تعلق عبادت سے ہو یا معاشرت سے، معیشت سے ہو یا سیاست سے غرض یہ کہ زندگی کے ہر شعبے میں آپؐ کی ہدایات مسلمانوں کے لیے واجب الاتباع ہیں۔ اسی چیز کو سورۂ آل عمران میں اس طرح ارشاد فرمایا گیا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ (آل عمران 3:31) ''اے نبیؐ! کہہ دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری پیروی کرو۔'' اس کے علاوہ سورۃ الحشر میں اس کو یوں بیان کیا گیا: **وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا** (الحشر 59:7) ''جو کچھ رسولؐ تمہیں دے اسے لے لو اور جس سے روکے اس سے باز آ جاؤ۔''

یوم آخرت کی تیاری اور کثرت ذکر: گویا کہ واضح طور پر بتا دیا گیا کہ دنیا و آخرت دونوں جگہ میں مومنین کی بھلائی کا انحصار اس چیز پر ہے کہ انہوں نے اسوۂ رسول پر کس قدر عمل کیا۔ اس کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ اسوۂ رسول کو وہی شخص اپنائے گا جو آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا یقین رکھتا ہو اور کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہو۔ اس لیے اس شخص کے لیے تو آپؐ کی زندگی نمونہ نہیں ہو سکتی جو اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت کے حساب سے غافل ہے اور اللہ کا ذکر بکثرت نہیں کرتا کیونکہ اللہ کا ذکر انسان کے ایمان کو مضبوط اور دل کو اطمینان بخشتا ہے۔ اس لیے اللہ نے فرمایا: فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ (بقرہ 2:152) پس تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا۔ ارشاد نبویؐ ہے: ہر چیز کو صاف کرنے والی چیز ہوتی ہے دلوں کی صفائی کرنے والی چیز اللہ کا ذکر ہے۔ نبی مکرمؐ ذکر کرنے کے معاملے میں بھی اپنی امت کو اپنا اسوہ حسنہ دے کر گئے ہیں اور نبی آخر الزمانؐ کی حیاتِ مبارکہ اور آپؐ کی سیرتِ مقدسہ ہر اس شخص کے لیے نمونہ ہے جو آخرت کی زندگی کو مدنظر رکھتا ہے۔ آج دنیا میں مسلمان اتنی کثیر تعداد میں ہونے کے باوجود شاید صرف اس لیے ذلیل و رسوا ہو رہے ہیں کہ اسوۂ رسولؐ پر عمل پیرا نہیں ہیں۔

(3) ازواج مطہرات کو ہدایات

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ	لَسْتُنَّ	كَاَحَدٍ	مِّنَ	النِّسَآءِ	اِنِ	اتَّقَيْتُنَّ
اے نبی کی بیویو	تم نہیں ہو	جیسے ہر کوئی	سے	عورتیں	اگر	تم تقویٰ اختیار کرو

اے نبیؐ کی بیویو! تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تقویٰ اختیار کرو

فَلَا	تَخْضَعْنَ	بِالْقَوْلِ	فَيَطْمَعَ	الَّذِيْ	فِيْ	قَلْبِهٖ	مَرَضٌ	وَّقُلْنَ
پس نہ	نرمی اختیار کرو	ساتھ بات کے	پس لالچ کرے	وہ	میں	اس کے دل	بیماری	اور تم بات کرو

پس تم بات کرنے میں نرم لہجہ اختیار نہ کرو تاکہ جس کے دل میں مرض ہے وہ لالچ نہ کرے

قَوْلًا	مَّعْرُوْفًا ۝	وَقَرْنَ	فِيْ	بُيُوْتِكُنَّ	وَلَا	تَبَرَّجْنَ	تَبَرُّجَ
بات	اچھے طریقے سے	اور ٹھہرو تم	میں	اپنے گھروں میں	اور نہ	دکھاتی پھرو	دکھاوا

اور اچھے طریقے سے بات کرو، اور تم اپنے گھروں میں ٹھہری رہو اور جاہلیت قدیم کی طرح دکھاوا

الْجَاهِلِيَّةِ	الْاُوْلٰى	وَاَقِمْنَ	الصَّلٰوةَ	وَاٰتِيْنَ	الزَّكٰوةَ	وَاَطِعْنَ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ ط
جاہلیت	پہلی	اور تم قائم کرو	نماز	اور دو	زکوۃ	اور اطاعت کرو	اللہ کی	اور اس کے رسول کی

دکھاتی نہ پھرو اور تم نماز قائم کرو اور زکوۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔

اِنَّمَا	يُرِيْدُ اللّٰهُ	لِيُذْهِبَ	عَنْكُمُ	الرِّجْسَ	اَهْلَ الْبَيْتِ	وَيُطَهِّرَكُمْ	تَطْهِيْرًا ۝
بیشک	اللہ چاہتا ہے	دور کردے	تم سے	گندی باتیں	گھر والوں	اور تمہیں پاک کرے	ستھرائی

بے شک اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ تم سے یعنی نبی کے گھر والوں سے گندی باتیں دور کردے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔ (احزاب 33:32،33)

عربی قواعد

فعل مضارع: فَيَطْمَعَ میں يَطْمَعُ، يُرِيْدُ — لِيُذْهِبَ میں يُذْهِبُ

فعل امر: قُلْنَ — قَرْنَ — اَقِمْنَ — اٰتِيْنَ اَطِعْنَ

فعل نہی: فَلَا تَخْضَعْنَ میں لَاتَخْضَعْنَ، لَا تَبَرَّجْنَ

مرکب اضافی: نِسَآءَ النَّبِيِّ — قَلْبِهٖ، بُيُوْتِكُنَّ — تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ — رَسُوْلَهٗ اَهْلَ الْبَيْتِ

مرکب توصیفی: قَوْلًا مَعْرُوْفًا — الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى

حرف جر: كَاَحَدٍ میں كَ — بِالْقَوْلِ میں بِا

تشریح

ان آیات میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

آیت نمبر32: فضیلت امہات المومنینؓ: اس آیت سے ازواج مطہراتؓ کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ تم کو ساری عورتوں میں سے مریمؑ بنت عمران، خدیجہ بنت خویلد (ام المومنین)، فاطمہؓ بنت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آسیہ زوجہ فرعون کافی ہیں۔ (جامع ترمذی)

- اس آیت میں ازواج مطہراتؓ کو کہا جا رہا ہے کہ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو بلکہ تمہارا مقام بہت بلند ہے، اس لیے ان کو چند آداب بھی سکھائے گئے ہیں۔ ان میں سب سے اہم یہ کہ:

1- غیر مردوں سے نرم لہجے میں بات نہ کیا کرو تا کہ وہ لوگ جو اخلاقی امراض میں مبتلا ہیں وہ آپ کے متعلق کسی لالچ کا شکار نہ ہو جائیں جس سے اخلاقی برائیوں کا آغاز ہوتا ہے بلکہ جہاں دیگر مسلمان عورتوں کو حکم دیا گیا کہ وہ پردے کے پیچھے ذرا کھردرے انداز سے غیر مردوں کی بات کا جواب دیں تا کہ ان کے دل سے برائی کا خیال نکل جائے اور ازواج مطہرات کو حکم دیا گیا ان لوگوں سے بات اچھے طریق سے کیا کرو یعنی نہ بدتمیزی ہو اور نہ نرمی۔ بات کرنے کا طریقہ اللہ نے یوں بیان فرمایا: وَإِذَا سَأَلْتُمُوهُنَّ مَتَاعًا فَسْئَلُوهُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ ۚ ذٰلِكُمْ أَطْهَرُ لِقُلُوبِكُمْ وَقُلُوبِهِنَّ ۚ (احزاب 53:33) اور جب وہ سوال کریں تو پردے کے پیچھے سے جواب دیں یہ تمہارے اور ان کے دلوں کی پاکیزگی کے لیے بہتر ہے۔

آیت نمبر33: اس آیت میں مزید آداب بتائے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- اپنے گھروں میں وقار کے ساتھ ٹھہرو اور بلا ضرورت گھروں سے نہ نکلو۔ اس کے علاوہ قدیم جاہلیت کے زمانے کی طرح دکھاوا دکھاتی ہوئی نہ پھرو کیونکہ وہ اسلام اور ان کے وقار کے خلاف ہے۔ خواتین عام طور پر کاروباری مراکز میں جاتی ہیں۔ بازار بالعموم بے حیائی کے بھی مراکز ہوتے ہیں۔ حدیث میں مسجد کو بہترین اور بازار کو بدترین جگہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے باہر بہت ضرورت کے وقت ہی نکلنا چاہیے۔

2- ازواج مطہراتؓ کو نماز کے قائم کرنے کا حکم دیا گیا۔ نماز سب سے اہم عبادت ہے۔ قرآن مجید میں بہت دفعہ اس کا حکم دیا گیا ہے۔

3- ازواج النبیؐ کو زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اسے نماز کے بعد سب سے اہم فرض قرار دیا گیا ہے۔

4- اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اسلام میں انہی دو اطاعتوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔

5- ان تمام احکامات کا مقصد یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم سے گندی باتیں دور کرنا چاہتا ہے کیونکہ یہی تو امت مسلمہ کی سب خواتین کے لیے نمونہ ہیں، اسی بنا پر اللہ تعالیٰ ان کو پاکیزگی عطا کرنا چاہتا ہے۔

(4) ختم نبوت

اَللّٰهِ	رَّسُوْلَ	لٰكِنْ	وَ	رِّجَالِكُمْ	مِّنْ	اَحَدٍ	اَبَآ	مُحَمَّدٌ	كَانَ	مَا
اللہ کے	رسول	لیکن	اور	تمہارے مردوں	سے	کسی کے	باپ	محمد	ہیں	نہیں

محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول ہیں

عَلِيْمًا○	شَيْءٍ	بِكُلِّ	اللّٰهُ	كَانَ	وَ	النَّبِيّٖنَ	خَاتَمَ	وَ
جاننے والا	شے	ہر	اللہ	ہے	اور	نبیوں	مہر	اور

اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر شے کا جاننے والا ہے۔(احزاب 33:40)

عربی قواعد

فعل ماضی: كَانَ

مرکب اضافی: رِّجَالِكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ

حرف جر: مِنْ

تشریح

1- **منہ بولے بیٹے کے متعلق احکامات:** اس آیت کے مطالعے کے لیے آنحضرتؐ کی بعثت مبارکہ کے بعد کے حالات کو مدنظر رکھنا ہوگا۔ اس وقت صورت حال یہ تھی کہ حضرت زیدؓ بن حارثہ نے اپنی بیوی حضرت زینبؓ بنت جحش کو طلاق دے دی تھی۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ کو حضور اکرمؐ نے منہ بولا بیٹا بنایا ہوا تھا اور عرب میں منہ بولے بیٹے کو حقیقی بیٹے کے مترادف سمجھا جاتا تھا۔ اس اعتبار سے اس کی مطلقہ سے نکاح کو بہو سے نکاح کے برابر تصور کیا جاتا تھا۔ یہ چونکہ ایک غیر شرعی رسم تھی اس لیے حضور اکرمؐ اس کو ختم کرنے کے لیے حضرت زینبؓ بنت جحش سے نکاح کرنا چاہتے تھے لیکن عرب کے مروجہ دستور کی وجہ سے ہچکچا رہے تھے کہ اس قدم کے اٹھائے جانے پر کفار اور منافقین اعتراضات کا طوفان کھڑا کر دیں گے لیکن بعد میں اللہ تعالیٰ کے حکم پر آپؐ نے حضرت زینبؓ سے نکاح کر لیا اور پھر وہی کچھ ہوا جس کا خطرہ تھا یعنی کفار اور منافقین نے اعتراضات کا طوفان کھڑا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب میں یہ آیت نازل فرمائی جس کے ذریعے سے ان تمام اعتراضات کا مکمل اور بھرپور جواب دے کر ان کی جڑ کاٹ دی گئی۔

ان کا سب سے پہلا اعتراض یہ تھا کہ حضور اکرمؐ نے اپنی بہو سے نکاح کر لیا ہے حالانکہ اپنی بہو سے نکاح کرنا تو خود ان کی شریعت میں بھی جائز نہیں تو پھر آپؐ نے کیسے کر لیا۔ اس کا جواب یہ کہہ کر دیا گیا کہ محمدؐ تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں ہیں یعنی اس بات کو تم اچھی طرح جانتے ہو کہ حضور اکرمؐ کا کوئی بیٹا ہے ہی نہیں تو پھر ان کی کوئی بہو کیسے ہو سکتی ہے۔ جس شخص کے حوالے سے تم لوگ اعتراض کرتے ہو اس کے بارے میں بھی تم اچھی طرح جانتے ہو کہ وہ آپؐ کا حقیقی بیٹا نہیں بلکہ منہ بولا بیٹا ہے اور ظاہر ہے کہ منہ بولے بیٹے کا وہ مقام نہیں ہو سکتا جو حقیقی بیٹے کا ہوتا ہے۔ اس لیے اس سورت میں آئندہ کے لیے حکم دیا گیا کہ لڑکوں کو ان کے باپوں کے حوالے سے پکارا کرو۔ چنانچہ اس کے بعد لوگ ان کو زیدؓ بن محمدؐ کی

بجائے زیدؓ بن حارثہ کہنے لگے۔

2۔ **ختم نبوت:** اس کے ساتھ یہ بھی واضح کر دیا کہ وہ خاتم النبیین ہیں یعنی آپؐ پر اب نبوت ورسالت کا خاتمہ کر دیا گیا ہے اور دوٹوک انداز میں واضح کر دیا گیا کہ اب کوئی نیا نبی یا رسول قطعاً مبعوث نہیں ہوگا اور جو بھی آپؐ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ نبی نہیں بلکہ دجال اور کذاب ہوگا۔ نبیؐ کے متعلق عقیدہ ختم نبوت مسلمانوں کا بنیادی عقیدہ ہے۔ اس لیے اس پر ایمان بہت ضروری ہے۔ اس ضمن میں چند احادیث درج ذیل ہیں: (1) بنی اسرائیل کی قیادت انبیاء کیا کرتے تھے، جب کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہو جاتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا بلکہ میرے بعد خلفاء ہوں گے۔ (2) میرے بعد کوئی نبی نہیں اور میری امت کے بعد کوئی امت نہیں (طبرانی) (3) مجھے تمام دنیا کے لیے نبی بنایا گیا ہے اور مجھ پر انبیاء کا سلسلہ ختم کر دیا گیا ہے۔ اس عقیدے پر تمام صحابہؓ اور علمائے امت کا اجماع ہے۔ علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں: اگر آدمی یہ عقیدہ نہ رکھے کہ محمدؐ آخری نبی ہیں تو وہ مسلمان نہیں کیونکہ یہ ان باتوں میں سے ہے جن کا ماننا اور جاننا ضروریاتِ دین میں سے ہے (الاشباہ والنظائر، ص179) مفتی محمد شفیعؒ صاحب لکھتے ہیں: اس لیے صحابہ کرامؓ سے لے کر امت مسلمہ کے سب طبقات کا اجماع اس عقیدہ پر رہا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی کسی قسم کا نبی یا رسول نہیں ہو سکتا، جو دعویٰ کرے وہ کاذب، منکر قرآن اور کافر ہے، صحابہ کا پہلا اجماع اس مسئلہ پر ہوا جس کی رو سے مسیلمہ کذاب اور اس کے ماننے والوں کو قتل کیا گیا (معارف القرآن 7/168)

(5) امتیازات نبویؐ

اِنَّ	اللّٰهَ	وَ	مَلٰٓئِكَتَهٗ	يُصَلُّوْنَ	عَلَى	النَّبِيِّ	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
بے شک	اللہ	اور	اس کے فرشتے	درود بھیجتے ہیں	پر	نبی	اے	وہ لوگ جو	ایمان لائے

بے شک اللہ اور اس کے فرشتے نبیؐ پر درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو!

صَلُّوْا	عَلَيْهِ	وَسَلِّمُوْا	تَسْلِيْمًا ۝	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يُؤْذُوْنَ	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ
درود بھیجو	اس پر	اور سلام بھیجو	خوب سلام	بے شک	جو لوگ	ایذا دیتے ہیں	اللہ	اور اس کا رسول

تم (بھی) اس پر درود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔ بے شک جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ کو ایذا دیتے ہیں

لَعَنَهُمُ	اللّٰهُ	فِي	الدُّنْيَا	وَالْاٰخِرَةِ	وَاَعَدَّ	لَهُمْ	عَذَابًا	مُّهِيْنًا ۝
ان پر لعنت کی	اللہ	میں	دنیا	اور آخرت	اور تیار کیا اس نے	ان کے لیے	عذاب	رسوا کرنے والا

اللہ نے ان پر دنیا اور آخرت میں لعنت کی (اپنی رحمت سے محروم کر دیا) اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب تیار کر رکھا ہے

وَ	الَّذِيْنَ	يُؤْذُوْنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	وَ	الْمُؤْمِنٰتِ	بِغَيْرِ	مَا	اكْتَسَبُوْا
اور	جو لوگ	ایذا دیتے ہیں	مومن مرد (جمع)	اور	مومن عورتیں	بغیر	کہ	انہوں نے کمایا (کیا)

اور جو لوگ مومن مردوں اور مومن عورتوں کو ایذا دیتے ہیں بغیر اس کے کہ انہوں نے کچھ کیا ہو تو

فَقَدِ	احْتَمَلُوْا	بُهْتَانًا	وَّ	اِثْمًا	مُّبِيْنًا ○
البتہ	انہوں نے اٹھایا	بہتان	اور	گناہ	صریح

البتہ انہوں نے بہتان اور صریح گناہ اپنے سر لے لیا۔ (احزاب 33: 56 تا 58)

عربی قواعد

فعل ماضی: اٰمَنُوْا، لَعَنَهُمْ، اِكْتَسَبُوْا
اِحْتَمَلُوْا، اَعَدَّ

فعل مضارع: يُصَلُّوْنَ، يُؤْذُوْنَ

فعل امر: صَلُّوْا، سَلِّمُوْا

مرکب توصیفی: عَذَابًا مُّهِيْنًا، اِثْمًا مُّبِيْنًا

مرکب اضافی: مَلٰٓئِكَتَهٗ، رَسُوْلَهٗ

حرف جر: عَلَى، فِيْ، لَهُمْ میں ل، هُمْ ضمیر

ضمائر: مَلٰٓئِكَتَهٗ میں ہٗ ضمیر لَعَنَهُمْ میں هُمْ

تشریح

آیت نمبر 56: درود و سلام: اس آیت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر و منزلت بیان کی گئی ہے اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ثنا و تعریف کرتے ہیں اور آپؐ پر رحمتیں بھیجتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرشتے بھی آپ کی بلندیٔ درجات کے لیے دعا کرتے ہیں۔ اس کے ساتھ اہل زمین کو حکم دیا گیا کہ تم بھی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا کرو تاکہ یہ ایک کام ایسا ہو جس میں اہل زمین و آسمان متحد ہو جائیں۔ حدیث میں آتا ہے کہ صحابہ کرامؓ نے حضور اکرمؐ سے پوچھا یا رسول اللہؐ! سلام کا طریقہ تو ہم جانتے ہیں۔ درود کس طرح پڑھیں تو آپؐ نے وہ درود ابراہیمی ارشاد فرمایا جو نماز میں پڑھا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے درود بھی روایات میں مذکور ہیں۔ نبی کریمؐ نے درود پاک کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: وہ شخص رسوا ہوا جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے۔ ایک اور حدیث میں ہے: جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ اس پر دس مرتبہ رحمت نازل کرتا ہے۔ اس کے علاوہ ارشاد نبویؐ ہے: جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے ملائکہ اس پر درود بھیجتے رہتے ہیں جب تک وہ مجھ پر درود بھیجتا رہتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: قیامت کے دن میرے ساتھ رہنے کا سب سے زیادہ مستحق وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود بھیجے گا۔ درود بھیجنے پر اجماع امت ہے۔ جمہور فقہاء کا اجماع ہے کہ جب کسی کے سامنے حضور اکرمؐ کا نام مبارک لیا جائے تو اس پر درود پڑھنا واجب ہو جاتا ہے۔ دراصل اس طرح اللہ تعالیٰ نے آپؐ کا ذکر بلند کر دیا ہے جیسا کہ قرآن حکیم میں اللہ کریم نے فرمایا: وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ (الم نشرح 94:4) اور ہم نے تیرا ذکر بلند کر دیا ہے۔

آیت نمبر 57: اللہ کو ایذا دینا: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کے متعلق بیان ارشاد فرمایا جو اللہ اور

اس کے رسول کو اذیت دیتے ہیں۔ اللہ کو اذیت دینے سے مراد ایسے افعال کا ارتکاب ہے جو اللہ کو ناپسند ہیں ورنہ دنیا میں کس کی مجال ہے کہ کوئی اللہ تعالیٰ کی جبار وقدیر ذات کو اذیت پہنچانے پر قدرت رکھتا ہو؟ ایسے افعال سے دو قسم کی چیزیں مراد ہیں۔ ایک تو ایسے افعال جن میں کھلم کھلا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی ہو۔ جیسے مشرکین، یہود ونصاریٰ وغیرہ اللہ کے لیے اولاد کا وجود ثابت کرتے ہیں۔ اس کے علاوہ زمانے کو گالی دینا یا زمانے کو برا بھلا کہنا بھی اسی کے ذیل میں آ جاتا ہے کیونکہ زمانے کو برا بھلا کہنے یا گالی دینے سے مراد اللہ کو ایذا دینا ہے۔ جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے ''ابن آدم مجھے ایذا دیتا ہے جب زمانے کو گالی دیتا ہے حالانکہ میں ہی زمانہ ہوں اور اس کے رات اور دن کی گردش میرے ہی حکم سے ہوتی ہے۔'' اسلامی تعلیمات سے واضح ہوتا ہے کہ یہ کہنا کہ زمانے نے ایسا کر دیا صحیح نہیں۔ اس لیے کہ یہ افعال اللہ تعالیٰ کے ہیں، زمانے کے نہیں۔

اللہ کو اذیت دینے والے دوسرے افعال وہ ہیں جن کے ذریعے سے اس کے نبیؐ کو اذیت دی جائے کیونکہ جس طرح رسول کی اطاعت خدا کی اطاعت ہے اسی طرح رسول پر طعن خدا پر طعن ہے۔ آپؐ کو ایذا پہنچانا، آپؐ کی تکذیب کرنا، آپؐ کو شاعر، مجنوں، ساحر وغیرہ کہنا یہ سب آپؐ کی طعن کی ذیل میں آتا ہے اور اللہ کو اذیت پہنچانے کا سبب بنتا ہے۔ اس کے علاوہ بعض احادیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو ایذا پہنچانے اور ان کی تنقیص واہانت کو بھی سبب ایذا میں شامل کیا ہے۔ ایسے لوگوں کو آخرت میں سخت عذاب دیا جائے گا۔

آیت نمبر 58: **مومنوں کو ایذا دینا**: اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بہتان کی تعریف بیان کر دی ہے یعنی کوئی ایسا عیب جو کسی شخص میں بالفعل اور درحقیقت موجود نہ ہو وہ اس کی طرف منسوب کر دیا جائے یا کوئی ایسا فعل کسی شخص کی طرف منسوب کر دینا جو اس نے نہ کیا ہو شرعی طور پر بہتان کہلاتا ہے۔ حضور اکرمؐ سے پوچھا گیا کہ غیبت کیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ بھائی کا اس طرح ذکر کرنا کہ اس کو ناگوار ہو۔ پوچھا گیا کہ اگر میرے بھائی میں واقعی عیب موجود ہو؟ فرمایا گیا کہ اگر واقعی وہ عیب موجود ہے تو تو نے اس کی غیبت کی اور اگر نہیں موجود تو تو نے اس پر بہتان لگایا۔ یہ آیت معاشرتی واخلاقی طور پر نہایت اہم ہے۔ اس آیت کا تقاضا ہے کہ اسلامی ریاست کے اندر جھوٹے الزامات لگانے والے کو بھی سزا کا مستحق قرار دیا جائے۔ اگر اس آیت کو ریاست میں بطور قانون نافذ کر دیا جائے تو لوگ ایک دوسرے کے خلاف بہتان تراشی اور طعنہ بازی سے باز آ جائیں گے۔ جس کے نتیجے میں آپس میں رنجش اور حسد کی فضا ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ نبی کریمؐ نے فرمایا: مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔ جب کسی نیک آدمی پر بہتان لگایا جائے تو مومنوں کو یوں کہنا چاہیے سُبْحٰنَكَ هٰذَا بُهْتَانٌ عَظِيْمٌ (نور 16:24) اللہ تیری ذات پاک ہے اور یہ بہت بڑا بہتان ہے۔

(6) پردہ

يٰٓاَيُّهَا	النَّبِيُّ	قُلْ	لِّاَزْوَاجِكَ	وَبَنٰتِكَ	وَنِسَآءِ	الْمُؤْمِنِيْنَ	يُدْنِيْنَ
اے	نبی	کہہ دو	اپنی بیویوں سے	اور بیٹیوں سے	اور عورتوں سے	مومن	نیچے لٹکائیں

اے نبیؐ! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور تمام مومن عورتوں سے کہہ دو کہ وہ

عَلَيْهِنَّ	مِنْ	جَلَابِيْبِهِنَّ	ذٰلِكَ	أَدْنٰى	أَنْ	يُّعْرَفْنَ	فَلَا
اپنے اوپر	سے	اپنی چادریں	یہ	زیادہ بہتر ہے	کہ	وہ پہچانی جائیں	پس نہ

اپنی چادریں اپنے سینے پر ڈال لیا کریں۔ یہ زیادہ بہتر ہے تاکہ وہ پہچانی جائیں

يُؤْذَيْنَ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا
انھیں تکلیف دی جائے	اور	ہے	اللہ	بخشنے والا	رحم کرنے والا

پس ان کو تکلیف نہ دی جائے اور اللہ بخشنے والا رحم کرنے والا ہے۔ (احزاب 59:33)

عربی قواعد

فعل ماضی: كَانَ

فعل مضارع: يُدْنِيْنَ يُّعْرَفْنَ يُؤْذَيْنَ

فعل امر: قُلْ

فعل نہی: فَلَا يُؤْذَيْنَ میں لَا يُؤْذَيْنَ

حرف جر: عَلَيْهِنَّ میں عَلٰى حرف جر هِنَّ ضمیر

ضمائر: لِّاَزْوَاجِكَ اور بَنٰتِكَ میں كَ ضمیر جَلَابِيْبِهِنَّ میں هِنَّ ضمیر

تشریح

اس آیت کریمہ میں دراصل پردے کے احکامات بیان کیے گئے ہیں کہ مسلمان خواتین گھر سے نکلیں تو پردہ کر کے نکلیں تاکہ وہ پہچانی جائیں اور لوگوں کو یہ معلوم ہو جائے کہ یہ آزاد عورتیں ہیں کیونکہ زمانۂ جاہلیت میں لوگ لونڈیوں کو تنگ کرتے تھے۔ یوں پردہ کی وجہ سے آزاد عورتیں اس تکلیف سے بچ جائیں گی جو شریر لوگ انھیں پہنچاتے ہیں۔ بیرونِ خانہ پردے کے احکامات درج ذیل ہیں:

1- **پردے کے ساتھ باہر نکلے**: جب عورت کو باہر نکلنا ہی ہو تو وہ پردہ کر کے نکلے۔ اس سلسلے میں دو اہم احکامات ہیں:

(**الف**) **چہرے کا پردہ**:- ایک مسلمان خاتون کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ چہرے کا پردہ کرے۔ اس سلسلے میں ارشادِ خداوندی ہے: يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ (احزاب 59:33) عورتیں چہروں پر گھونگھٹ ڈال لیا کریں۔ اس کی عملی مثال حضرت عمرؓ کے قاضی حضرت عبیدہؒ سلمانی نے پردے کا عملی مظاہرہ کر کے دکھائی۔ انھوں نے پوری چادر اوڑھ کر سر اور پیشانی اور پورا منہ ڈھانک کر صرف ایک آنکھ ننگی رکھی۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ: اللہ تعالیٰ نے عورتوں کو حکم دیا ہے کہ جب وہ کسی کام کے لیے گھر سے نکلیں تو اپنی چادروں کے پلو اوپر سے ڈال کر اپنا منہ چھپا لیں اور صرف آنکھیں کھلی رکھیں۔ عورت کا چہرہ ہی انسان کے لیے باعث کشش ہوتا ہے۔ اگر اس کا پردہ نہ کیا جائے تو پھر اور کس چیز کا پردہ ہوا۔ باقی جسم تو عموماً پردے میں ہی ہوتا ہے۔

(**ب**) **سینے کا پردہ**:- چہرے کے بعد سینے کے پردے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ یہ بھی مردوں کے لیے باعث کشش

ہوتا ہے اور زیورات اور سنگھار کا مرکز ہوتا ہے۔ اس لیے ارشاد ربانی ہے: وَلْيَضْرِبْنَ بِخُمُرِهِنَّ عَلَىٰ جُيُوبِهِنَّ (نور 31:24) اور وہ اپنی اوڑھنیاں اپنے سینوں پر ڈالے رکھیں۔ اس لیے سینہ چھپا کر رکھنا ضروری ہے۔

پردے کا یہ حکم بیان کرنے کا مقصد یہ بتایا گیا ہے وہ پہچانی جائیں کہ آزاد عورتیں ہیں۔ عرب میں آزاد عورتوں کو تنگ نہیں کیا جاتا تھا جبکہ لونڈیوں کو تنگ کیا جاتا تھا۔ اس لیے حکم دیا گیا کہ وہ پردہ کریں تاکہ وہ لونڈیوں سے ممتاز ہو جائیں اور انہیں کوئی تنگ نہ کرے کیونکہ برے لوگ بسا اوقات آزاد عورتوں کو بھی تنگ کرتے تھے اور جب اس بات کا نوٹس لیا جاتا تھا تو وہ کہتے تھے ہم نے تو سمجھا یہ لونڈیاں (غلام عورتیں) ہیں۔ اس طرح مسلمانوں کو ذہنی تکلیف ہوتی تھی۔ احکام پردہ نے مسلمانوں کی یہ تکلیف ختم کر کے ان کی اخلاقی برتری قائم کر دی اور اللہ بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔

(3) رسالت محمدیہ اور خصائص اصحاب رسول

مُحَمَّدٌ	رَّسُولُ اللَّهِ ۚ	وَالَّذِينَ	مَعَهُ	أَشِدَّاءُ	عَلَى	الْكُفَّارِ
محمدؐ	اللہ کے رسول	اور جو	اس کے ساتھ	سخت ہیں	پر	کفار

محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جو ان کے ساتھ ہیں وہ کفار پر سخت

رُحَمَاءُ	بَيْنَهُمْ	تَرَاهُمْ	رُكَّعًا	سُجَّدًا	يَبْتَغُونَ	فَضْلًا	مِّنَ	اللَّهِ
نرم	آپس میں	تو دیکھے گا ان کو	رکوع کرتے ہوئے	سجدہ کرتے ہوئے	وہ چاہتے ہیں	فضل	سے	اللہ

آپس میں نرم ہیں، تُو ان کو اللہ کے فضل اور خوشنودی کے لیے رکوع و سجود میں سرگرم پائے گا

وَرِضْوَانًا ز	سِيمَاهُمْ	فِي	وُجُوهِهِم	مِّنْ	أَثَرِ	السُّجُودِ ۚ	ذَٰلِكَ	مَثَلُهُمْ
اور اس کی خوشنودی	ان کا امتیاز	میں	ان کے چہرے	سے	اثر	سجود	یہ	ان کی مثال

ان کا امتیاز ان کے چہروں پر سجدوں کے نشان ہیں ان کی یہ تمثیل

فِي	التَّوْرَاةِ ۚ	وَمَثَلُهُمْ	فِي	الْإِنجِيلِ ۚ	كَزَرْعٍ	أَخْرَجَ	شَطْأَهُ
میں	تورات	اور ان کی مثال	میں	انجیل	جیسے کھیتی ہو	جو نکالے	اپنی کونپلیں

تورات میں اور ان کی یہ تمثیل انجیل میں ہے جیسے کھیتی ہو جس نے اپنی کونپلیں نکالی ہوں۔

فَآزَرَهُ	فَاسْتَغْلَظَ	فَاسْتَوَىٰ	عَلَىٰ	سُوقِهِ	يُعْجِبُ	الزُّرَّاعَ	لِيَغِيظَ
پس اس کو سہارا دیا	پس وہ سخت ہوئی	پھر وہ کھڑی ہو گئی	پر	اپنے تنے	اچھی لگتی ہے	کسان	وہ جلاتی ہے

پھر اس کو سہارا دیا گیا، پھر وہ سخت ہوئی پھر وہ اپنے تنے پر کھڑی ہو گئی وہ کسانوں کے دلوں کو

بِهِمُ	الْكُفَّارَ ۗ	وَعَدَ	اللَّهُ	الَّذِينَ	آمَنُوا	وَعَمِلُوا	الصَّالِحَاتِ	مِنْهُم
ان کے ساتھ	کفار	وعدہ ہے	اللہ	جو	ایمان لائے	اور عمل کیے	نیک	ان میں سے

کو اچھی لگتی ہے تاکہ کفار کے دل جلائے، ان لوگوں سے جو ان میں سے ایمان لائے اور جنھوں نے نیک عمل کیے

مَّغْفِرَةً	وَّأَجْرًا	عَظِيمًا ۝
بخشش ہے	اور اجر ہے	بہت بڑا

اللہ کا مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ ہے۔(فتح 29:48)

عربی قواعد

فعل ماضی: أَخْرَجَ، آزَرَ، اِسْتَغْلَظَ، اِسْتَوٰى، وَعَدَ، اٰمَنُوْا، عَمِلُوْا

فعل مضارع: تَرٰى، يَبْتَغُوْنَ، يُعْجِبُ، يَغِيْظَ

مرکب اضافی: رَسُوْلُ اللّٰهِ، مَعَهٗ، سِيْمَاهُمْ، وُجُوْهِهِمْ، اَثَرِ السُّجُوْدِ، مَثَلُهُمْ، شَطْئَهٗ، سُوْقِهٖ

مرکب توصیفی: اَجْرًا عَظِيْمًا

ضمائر: بَيْنَهُمْ، تَرٰاهُمْ، مِنْهُمْ اور مَثَلُهُمْ میں هُمْ
شَطْئَهٗ، فَاٰزَرَهٗ، سُوْقِهٖ اورمَعَهٗ میں ہ بِهِمْ اور وُجُوْهِهِمْ میں هِمْ

حرف جر: عَلٰى، مِنْ، فِيْ، كَزَرْعٍ میں ك حرف جر
بِهِمْ میں با حرف جر هِمْ ضمیر مِنْهُمْ میں مِنْ حرف جر هُمْ ضمیر

تشریح

اس آیت مبارکہ میں صحابہ کرامؓ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔

فضیلت صحابہؓ: اس آیت میں رسولؐ وصحابہؓ کی یہ شان بیان کی گئی ہے کہ وہ کفار کے معاملے میں سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں۔ یہی مومن کی شان ہے۔ اللہ نے فرمایا: أَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ أَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِينَ (مائدہ 54:5) وہ مومنوں کے بارے میں نرم اور کافروں پر سخت ہیں۔ دوسری ان کی شان یہ بیان کی گئی کہ وہ اللہ کے فضل اور خوشنودی کے حصول میں رکوع وسجود کرتے ہیں۔ یہ ان کی بندگی رب کی کیفیت ہے۔ ان کی عبادت کا یہ اثر ان کے چہروں سے ٹپک رہا ہے کیونکہ سجدوں سے ان کے ماتھوں پر محراب بن جاتے ہیں۔ سابقہ کتب سماوی میں ان کی مثالیں موجود ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو، میرے صحابہ کے معاملے میں میرے بعد ان کو طعن وتشنیع کا نشانہ مت بناؤ۔ کیونکہ جس شخص نے ان سے محبت کی تو میری محبت کے ساتھ ان سے محبت کی، جس نے ان سے بغض رکھا اور جس نے ان کو ایذا پہنچائی اس نے مجھے ایذا پہنچائی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جو اللہ کو ایذا دینے کا ارادہ کرے گا اللہ اس کو عذاب میں پکڑے گا۔ (ترمذی) اس کے علاوہ ایک حدیث میں فرمایا: میرے اصحاب کو تم برامت کہو کیونکہ تم میں سے کوئی اگر احد کے پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے تو صحابہ کرامؓ کے مد اور آدھے مد کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ (بخاری) مد تو نصف کلوگرام کے برابر ہوتا ہے۔ ایک حدیث میں مسلمانوں پر ایسا وقت آئے گا کہ ان کا ایک گروہ اللہ کے راستے میں لڑائی کرے گا۔ یہ جہاد کرنے والے پوچھیں گے کیا تم میں سے کوئی ایسا

ہے جس کو رسول اللہؐ کی صحبت نصیب ہوئی ہو۔ وہ جواب دیں گے ہاں چنانچہ اس صحابی کی برکت سے ان کو فتح نصیب ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

بتدریج غلبۂ اسلام: اس آیت میں اسلام کے بتدریج غلبہ کی خوشخبری بھی سنائی گئی ہے، اس کی مثال یوں دی گئی ہے جیسے پودا پہلے کونپل نکالتا ہے جو کمزور ہوتی ہے۔ پھر ذرا سہارا لیتی ہے اور پھر سخت ہو کر کھڑی ہو جاتی ہے۔ پھر یہ بھرپور پودا بن کر کسان کو بھلی لگتی ہے، اسی طرح رسول اللہؐ کے فیضانِ صحبت اور آپؐ کی مشکوٰۃ نبوۃ سے اکتسابِ رشد وہدایت کر کے سابقون الاولون اور بعد کے صحابہ کرامؓ کی کھیتی جب سرسبز وشاداب ہو کر لہلہانے لگی تو نبوت کی مبارک آنکھیں اسے دیکھ کر سراپا مسرت وانبساط بن گئیں جبکہ چمنستان نبویؐ کی یہ پُرکیف بہار کافروں کے دلوں کو جلاتی تھی۔ یوں اسلام مکہ میں پیدا ہوا، مدینہ میں ہوش سنبھالا اور پھر ایک برگ وبار لانے والا تناور درخت بن گیا جس سے اسلام کے پیغمبرؐ اور مسلمان خوش اور کافر ناراض ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (توبہ 33:9) وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس دین کو تمام ادیان پر غالب کر دیں اور اگرچہ یہ بات مشرکوں کو ناگوار گزرے۔

مغفرت اور وعدۂ خداوندی: آخری آیت میں اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ بیان ہوا ہے کہ اللہ کی بخشش اور اس کے اجر عظیم کے حقدار وہ مسلمان ہوں گے جو ایمان لائیں گے اور نیک اعمال کریں گے۔ اس لیے دل سے یہ خیال نکال دینا چاہیے کہ ایمان اور عمل صالح کے بغیر بخشش ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۙ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (العصر 103: 1 تا 3) زمانے کی قسم! بے شک انسان خسارے میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے اور حق بات کی نصیحت کرتے رہے اور اس راستے کی مشکلات پر صبر کی تلقین کرتے رہے۔'' آج ہم عمل سے خالی ہو چکے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نیک اعمال کے بغیر جنت حاصل کر لیں گے۔

(4) بشارت، بعثت ختم المرسلینؐ، ہجرت، جہاد، نصرت اور غلبۂ اسلام

(سورہ صف 1 تا 7)

سَبَّحَ	لِلّٰهِ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَ	مَا	فِي	الْاَرْضِ	وَ	هُوَ
پاکیزگی بیان کرتا ہے	اللہ کی	جو	میں	آسمانوں	اور	جو	میں	زمین	اور	وہ

جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی پاکیزگی بیان کرتا ہے اور وہ

الْعَزِيْزُ	الْحَكِيْمُ ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لِمَ	تَقُوْلُوْنَ	مَا	لَا	تَفْعَلُوْنَ ۝
غالب	حکمت والا ہے	اے	وہ لوگو جو	ایمان لائے	کیوں	تم کہتے ہو	جو	نہیں	تم کرتے

غالب حکمت والا ہے۔ اے ایمان والو! تم کیوں کہتے ہو وہ جو تم کرتے نہیں۔

كَبُرَ	مَقْتًا	عِنْدَ	اللّٰهِ	اَنْ	تَقُوْلُوْا	مَا	لَا	تَفْعَلُوْنَ ۝
سخت	ناپسندیدہ	نزدیک	اللہ	کہ	تم کہو	جو	نہیں	تم کرتے

اللہ کے نزدیک سخت ناپسندیدہ بات ہے کہ تم وہ کہو جو تم کرتے نہیں۔

اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الَّذِيْنَ	يُقَاتِلُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِهٖ	صَفًّا	كَاَنَّهُمْ
بے شک	اللہ	دوست رکھتا ہے	وہ لوگ جو	لڑتے ہیں	میں	اس کے راستے	صف بستہ ہوکر	گویا کہ وہ

بے شک اللہ ان لوگوں کو دوست رکھتا ہے جو اس کے راستے میں صف بستہ ہوکر لڑتے ہیں گویا کہ وہ

بُنْيَانٌ	مَّرْصُوْصٌ ۝	وَ	اِذْ	قَالَ	مُوْسٰى	لِقَوْمِهٖ	يٰقَوْمِ
ایک عمارت	سیسہ پلائی ہوئی	اور	جب	کہا	موسیٰ	اپنی قوم سے	اے میری قوم

سیسہ پلائی ہوئی ایک عمارت ہیں۔ اور (یاد کرو) جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا اے میری قوم!

لِمَ	تُؤْذُوْنَنِيْ	وَ	قَدْ	تَّعْلَمُوْنَ	اَنِّيْ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	اِلَيْكُمْ ؕ
کیوں	تم مجھے ایذا پہنچاتے ہو	اور	تم	جان چکے ہو	کہ میں	اللہ کے رسول	تمہاری طرف

تم مجھے کیوں ایذا پہنچاتے ہو؟ اور تم جان چکے ہو کہ میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں

فَلَمَّا	زَاغُوْۤا	اَزَاغَ	اللّٰهُ	قُلُوْبَهُمْ ؕ	وَ	اللّٰهُ	لَا	يَهْدِي
پس جب	انہوں نے کج روی کی	کج کردیئے	اللہ نے	ان کے دل	اور	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا

پس جب انہوں نے کج روی کی تو اللہ نے ان کے دلوں کو کج کردیا اور اللہ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیتا

الْقَوْمَ	الْفٰسِقِيْنَ ۝	وَ	اِذْ	قَالَ	عِيْسَى	ابْنُ	مَرْيَمَ
لوگ	نافرمان (جمع)	اور	جب	کہا	عیسیٰ	بیٹا	مریم

اور (یاد کرو) جب مریم کے بیٹے عیسیٰ نے کہا

يٰبَنِيْۤ	اِسْرَآءِيْلَ	اِنِّيْ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	اِلَيْكُمْ	مُّصَدِّقًا	لِّمَا
اے بنی	اسرائیل	بے شک میں	اللہ کے رسول	تمہاری طرف	تصدیق کرنے والا	اس کی جو

اے بنی اسرائیل! بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں اور اس کی تصدیق کرنے والا ہوں جو

بَيْنَ	يَدَيَّ	مِنَ	التَّوْرٰىةِ	وَ	مُبَشِّرًۢا	بِرَسُوْلٍ	يَّاْتِيْ	مِنْۢ	بَعْدِي
مجھ سے	پہلے	سے	توریت	اور	خوشخبری دینے والا	ایک رسول کی	وہ آئے گا	سے	میرے بعد

توریت مجھ سے پہلے موجود ہے اور ایک ایسے رسول کی خوشخبری دینے والا ہوں جو میرے بعد آئے گا

اِسْمُہٗٓ	اَحْمَدُ ؕ	فَلَمَّا	جَآءَهُمْ	بِالْبَيِّنٰتِ	قَالُوْا	هٰذَا	سِحْرٌ	مُّبِيْنٌ ۝
اس کا نام	احمد	پھر جب	وہ آئے ان کے پاس	واضح دلائل کے ساتھ	انہوں نے کہا	یہ	جادو	کھلا

اس کا نام احمد ہوگا پھر جب وہ ان کے پاس واضح دلائل کے ساتھ آئے تو انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

وَ	مَنْ	اَظْلَمُ	مِمَّنِ	افْتَرٰى	عَلَى	اللّٰهِ	الْكَذِبَ	وَ	هُوَ
اور	کون	بڑا ظالم	اس سے جو	وہ بہتان باندھے	پر	اللہ	جھوٹ	اور	وہ

اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جو اللہ پر جھوٹ بہتان باندھے جبکہ وہ

يُدْعٰٓى	اِلَى	الْاِسْلَامِ ؕ	وَ	اللّٰهُ	لَا	يَهْدِى	الْقَوْمَ	الظّٰلِمِيْنَ ۝
بلایا جاتا ہے	طرف	اسلام	اور	اللہ	نہیں	ہدایت دیتا	لوگوں	ظالم

اسلام کی طرف بلایا جاتا ہے اور اللہ ظالم لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ (صف 61:1 تا 7)

عربی قواعد

فعل ماضی: سَبَّحَ، اٰمَنُوْا، قَالَ، زَاغُوْا، اَزَاغَ، قَالُوْا

فعل مضارع: تَقُوْلُوْنَ، تَفْعَلُوْنَ، يُقَاتِلُوْنَ، تَعْلَمُوْنَ، يَهْدِى، يُدْعٰى، يَّاْتِىْ

مرکب توصیفی: بُنْيَانٌ مَّرْصُوْصٌ، سِحْرٌ مُّبِيْنٌ، اَلْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ

مرکب اضافی: رَسُوْلُ اللّٰهِ، عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ

حرف جر: لِلّٰهِ میں ل، فِىْ، اِلَيْكُمْ میں اِلٰى، اِلَى، لِمَا میں ل، مِنْ، بِاللّٰهِ میں با، بِالْبَيِّنٰتِ میں با، لِقَوْمِهٖ اور لِكُمْ میں ل

ضمائر: هُوَ، قُلُوْبَهُمْ میں هُمْ، هٰذَا، لَكُمْ میں كُمْ، لِقَوْمِهٖ، اِسْمُهٗ، جَآءَهُمْ، قُلُوْبَهُمْ، كُلِّهٖ، سَبِيْلِهٖ، نُوْرِهٖ اور رَسُوْلَهٗ میں ہٗ

تشریح

آیت نمبر 1: تسبیح خداوندی و طاقت خداوندی: کلام کا آغاز اس انداز سے اس لیے کیا گیا ہے تاکہ پڑھنے یا سننے والے کو اس بات کا اچھی طرح سے احساس ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز سے بے نیاز ہے اور اس کی خدائی

اس امر کی محتاج نہیں ہے کہ لوگ اس کو تسلیم کریں گے تو اس کا وجود ثابت ہو سکے گا بلکہ حقیقت یہ ہے کہ کائنات کی ہر چیز نے ہمیشہ اس چیز کا برملا اعلان کیا ہے کہ اس کا خالق و پروردگار ہر عیب، ہر نقص، ہر کمزوری اور خطا سے پاک ہے۔ وہ اپنی ذات، صفات اور اعمال میں پاک ہے اور اس کے ہر قسم کے اعمال بھی پاک ہیں۔ اللہ نے ایک اور جگہ فرمایا: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا وَّ سَبِّحْ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ (آل عمران 3:41) اور اللہ کا بکثرت ذکر کرو اور اس کی پاکی شام اور صبح بیان کرو۔ مزید فرمایا: سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا (طٰہٰ 20:13) اپنے رب کی تسبیح اور تعریف سورج کے طلوع اور غروب ہونے سے قبل کرتا رہ۔ اس کے علاوہ العزیز الحکیم کے جو الفاظ استعمال کیے گئے تو اس سے واضح ہوتا ہے کہ بات صرف اتنی ہی نہیں ہے کہ وہ عزیز اور حکیم ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ صرف وہی ایک ہستی ہے جو عزیز بھی ہے اور حکیم بھی۔ عزیز کے معنی ایسی زبردست اور قادر و قاہر قوت کے ہیں جس کے فیصلے کو نافذ ہونے سے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی اور اس کے فیصلے ہر ایک کو طوعاً و کرہاً تسلیم کرنا پڑتے ہیں۔ حکیم سے مراد ہے کہ وہ جو کچھ بھی کرتا ہے مکمل حکمت اور دانائی کے ساتھ کرتا ہے اور اس کے کسی عمل میں نادانی اور جہالت کا شائبہ تک نہیں پایا جاتا۔

آیت نمبر2: اہل ایمان کو بے عملی پر تنبیہ: اس آیت میں اہل ایمان کو خلوص دل سے ایمان لانے کی تلقین کی گئی ہے۔ ایک مسلمان کے دعویٰ ایمان اور اس کے عمل میں مطابقت ہونی چاہیے اور اگر وہ جو کچھ کہتا ہے اسے کر دکھانے کی نیت یا ارادہ نہ ہو تو پھر اس کو چاہیے کہ وہ ایسی بات منہ سے بھی نہ نکالے۔ اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں ایسے بندے سخت غضب کے مستحق ہیں جن کے قول اور فعل میں مطابقت نہیں ہے۔ حقیقت میں یہ آیت مومنین اور منافقین کے فرق کو واضح کرتی ہے اور قول اور فعل کے اس فرق سے واضح ہو جاتا ہے کہ یہ شخص سچے دل سے ایمان نہیں لایا۔ اس لیے حضور اکرمؐ نے ایک حدیث میں ارشاد فرمایا کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں چاہے وہ نماز پڑھتا ہو روزہ رکھتا ہو اور مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرے۔ یہ کہ جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب وعدہ کرے تو اس کی خلاف ورزی کرے اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھی جائے تو اس میں خیانت کرے۔

اگر ہم سورۂ صف کے زمانۂ نزول کو پیش نظر رکھیں تو واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ مخلص مومنین اور منافقین کے کردار اور عمل کو واضح کیا گیا ہے۔ اگرچہ انداز بیان سوالیہ قسم کا ہے کہ تم وہ بات کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں مگر اس کا مقصد یہ واضح کرنا ہے کہ مومن کے اعمال و افعال ان نظریات کے مکمل آئینہ دار ہوتے ہیں جو وہ لوگوں کے سامنے پیش کرتا ہے اور اقوال و افعال کی یہ ہم آہنگی ہی تھی کہ جس کی وجہ سے پورا عرب چند سالوں میں فتح ہو گیا۔

آیت نمبر3: تضاد قول و فعل: آیت نمبر 2 میں مومن اور منافق کے ایمان کے فرق کو بیان کرنے کے بعد اس آیت میں ضعیف الایمان لوگوں کے کردار پر گرفت کی گئی ہے کیونکہ اس وقت مسلمانوں میں کئی ایسے گروہ موجود تھے جو اسلام کے لیے جاں بازی اور سرفروشی کے دعوے کیا کرتے تھے لیکن جب عملی طور پر آزمائش کا وقت آتا تو منہ پھیر کر بھاگ جاتے اور ان کی یہ کمزوریاں غزوۂ احد کے موقع پر منافقین میں خاص طور پر ظاہر ہوئی تھیں۔ چنانچہ مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس آیت کے ذریعے سے مسلمانوں کی کمزوریوں کی مختلف صورتوں پر گرفت کی گئی ہے۔ مثلاً ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ جہاد فرض ہونے سے پہلے مسلمانوں میں کچھ ایسے لوگ تھے جو یہ کہتے تھے کہ کاش ہمیں وہ عمل معلوم ہو جائے جو اللہ کو سب سے زیادہ محبوب ہے تو ہم وہی عمل کریں۔ لیکن جب ان کو بتایا گیا کہ وہ عمل جہاد ہے تو اپنے قول کو پورا کرنا ان کے لیے نہایت تکلیف دہ ثابت ہوا۔ اسی طرح مقاتل بن حیانؒ کہتے ہیں کہ یہ آیت ان لوگوں کے بارے میں ہے جو غزوۂ

احد میں اس وقت حضور اکرمؐ کا ساتھ چھوڑ گئے تھے جب مسلمان سخت آزمائش میں مبتلا ہو گئے تھے۔ قتادہ اور ضحاک کا کہنا ہے کہ کچھ لوگ ایسے تھے کہ جو میدان جنگ میں عملاً تو کوئی کارروائی نہ کرتے تھے مگر بعد میں ڈینگیں مارتے تھے کہ ہم نے فلاں فلاں کارنامہ سرانجام دیا۔ چنانچہ ایسے لوگوں کی ملامت میں یہ آیت نازل ہوئی۔ غرضیکہ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے نزدیک وہ لوگ سخت غضب کے مستحق ہیں جو اپنے قول و فعل میں مطابقت پیدا نہیں کرتے۔

آیت نمبر4: مجاهد سے محبت الٰهی: اس آیت میں ایک تو ان لوگوں کا بیان ہے جو کہ اللہ کو محبوب ہیں اور دوسرے اس بات کو واضح کیا کہ میدان جنگ میں مسلمانوں کے لڑنے کا انداز کیسا ہونا چاہیے۔

جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے تو اس آیت سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اللہ کے محبوب اور دل پسند لوگ وہی ہیں جو اس کی راہ میں جان لڑانے اور ہر قسم کے خطرے سہنے کے لیے تیار ہوں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً (نساء4:95) مجاہدین کو ان کے اموال اور جانوں کی وجہ سے بیٹھنے والوں پر اللہ کے فضل سے ایک درجہ برتری ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا: دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً (نساء4:96) بہت درجوں میں اپنے ہاں بخشش اور رحمت ہے۔ غرض یہ کہ پہلی دو آیات میں اللہ کے مبغوض بندوں کا ذکر تھا تو ساتھ ہی اس آیت میں اللہ کے محبوب بندوں کا ذکر کر دیا گیا تاکہ مسلمان اپنے اندر یہ صفات پیدا کریں۔

جہاں تک دوسری بات کا تعلق ہے تو اس سلسلے میں اہل ایمان کی فوج کی خصوصیات بیان کی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں:

1- اہل ایمان کی فوج کی پہلی خصوصیت تو یہ ہونی چاہیے کہ وہ خوب سوچ سمجھ کر صرف اللہ کی راہ میں لڑے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے ایسے مقصد کے لیے نہ لڑے جو فی سبیل اللہ کی ذیل میں نہ آتا ہو۔
2- اہل ایمان کی فوج کی دوسری خصوصیت یہ ہونی چاہیے کہ وہ کسی قسم کی بدنظمی اور انتشار میں مبتلا نہ ہو بلکہ صف بستہ ہو کر مضبوط تنظیم کے ساتھ لڑے۔
3- اہل ایمان کی فوج کی تیسری صفت یہ ہے کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی مانند ہو اور یہ آخری خصوصیت کسی فوج میں اس وقت ہو سکتی ہے جبکہ وہ آپس میں پوری طرح متحد ہو۔ اس کے افسر اور سپاہی ایک دوسرے پر اعتماد کریں اور ان کے سامنے اخلاق کا ایک بلند معیار ہو۔ نیز اس کو اپنے مقصد سے عشق کی حد تک لگاؤ ہو۔ انہی بنیادوں پر حضور اکرمؐ نے اہل ایمان کی ایک ایسی فوج تیار کی جس سے ٹکرا کر بڑی بڑی قوتیں پاش پاش ہو گئیں۔

آیت نمبر5: منافقین کی روش: بنی اسرائیل ایسی قوم ہے جس کا قرآن میں سب سے زیادہ ذکر آیا ہے کیونکہ یہ ایسی قوم تھی جس پر اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ انعامات کیے تھے اور یہی قوم اللہ تعالیٰ کی سب سے زیادہ نافرمان نکلی۔ اس کی نافرمانیوں کا قرآن مجید میں جابجا تذکرہ آیا ہے۔ مثلاً سورۃ البقرہ، سورۃ النساء، سورۃ المائدہ، سورۃ الاعراف وغیرہ اور ان سورتوں میں بنی اسرائیل کی ان حرکتوں کا تفصیل سے تذکرہ کیا گیا ہے جو انہوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اپنا محسن اور اللہ کا نبی جاننے کے باوجود ان کے ساتھ کی تھیں اور انہیں تنگ کیا تھا۔ یہاں بنی اسرائیل کے تذکرے سے مراد مسلمانوں کو خبردار کرنا ہے کہ وہ اپنے نبی کے ساتھ وہ روش اور طریقہ اختیار نہ کریں جیسا بنی اسرائیل نے اپنے نبی کے ساتھ کیا تھا اور نہ پھر وہ بھی اسی انجام سے دوچار ہوں گے جس سے بنی اسرائیل دوچار ہوئے۔

اس کے علاوہ اس آیت میں دوسری اہم بات یہ بتائی گئی کہ جن لوگوں کے دل ٹیڑھے ہو جائیں اور وہ فسق کی راہ پر چل نکلیں تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ایسے لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ (بقرہ 2:2) یہ ہدایت صرف نیک لوگوں کے لیے ہے یعنی اللہ تعالیٰ کا طریقہ بیان کیا گیا کہ اس کا یہ طریقہ نہیں ہے کہ جو لوگ بذات خود ٹیڑھی راہ پر چلنا چاہیں وہ انہیں زبردستی سیدھی راہ پر چلائے۔ گویا کہ اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ کسی قوم یا فرد کی گمراہی کا آغاز اللہ تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتا بلکہ خود اس قوم یا شخص کی طرف سے ہوتا ہے۔

آیت نمبر6: دل کی کجی کے اثرات اور بشارت بعثتِ محمدیؐ: اس آیت میں بنی اسرائیل کی ایک اور نافرمانی کا ذکر کیا گیا ہے یعنی ایک نافرمانی تو وہ تھی جو انہوں نے اپنے دورِ عروج کے آغاز میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے احکامات کی خلاف ورزی کر کے کی تھی اور دوسری دل کی کجی جس کا یہاں ذکر ہے وہ ان کے دورِ اختتام کی ہے۔ جب انہوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت کی اور انہیں پھانسی دینے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے انہیں پہلے ہی آسمان کی طرف اٹھالیا۔ اس عملِ بد کی مکافات میں بنی اسرائیل پر ہمیشہ کے لیے اللہ کی لعنت پڑ گئی اور وہ اس کی پھٹکار کے مستحق ٹھہرے۔ اللہ نے دلوں کی کجروی کے اثرات بیان کرتے ہوئے فرمایا: الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ (آل عمران 7:3) جن کے دلوں میں ٹیڑھ ہے وہ فتنہ کے لیے متشابہات تلاش کرتے ہیں۔ یہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے ایک تو تورات کی تصدیق کر دی گئی ہے یعنی بتایا گیا ہے کہ میں کوئی نرالا رسول نہیں ہوں اور نہ ہی کوئی نیا دین یا مذہب لے کر آیا ہوں بلکہ میں وہی دین لایا ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام لائے تھے اور ان کی لائی ہوئی تورات کی تصدیق کرنے آیا ہوں۔ اس لیے تمہیں میری رسالت تسلیم کرنے میں کوئی تامل نہ ہونا چاہیے۔ حالانکہ اس سلسلے کے بارے میں انجیل یوحنا میں ہے: اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے اور مجھ میں اس کا کچھ نہیں (یوحنا باب 14 آیت نمبر 30) اس لیے اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو یہ دعا سکھائی: رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوبَنَا بَعْدَ إِذْ هَدَيْتَنَا (آل عمران 8:3) اے ہمارے رب ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دل میں ٹیڑھ پیدا نہ کر۔

اس کے بعد اس آیت میں ایک نہایت اہم مضمون بیان کیا گیا ہے اور وہ ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے حضور اکرمؐ کی نبوت کی بشارت۔ یہ بات ان کے منہ سے صاف طور پر کہلوائی گئی کہ میں ایک ایسے نبی کی بشارت دینے آیا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔ احمد کے ایک معنی اس شخص کے ہیں جو اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا ہو اور دوسرے معنی ایسے شخص کے ہیں جس کی سب سے زیادہ تعریف کی جائے۔ اب اس معیار پر اگر حضور اکرمؐ کی سیرت کو پرکھا جائے تو صرف وہی اس پر پوری اترتی ہے اور یہ بھی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ آپؐ کا نام احمد بھی تھا۔ اس لیے کسی شخص کو بھی آپؐ کی نبوت تسلیم کرنے میں تامل نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے نبی کریمؐ نے فرمایا: أَنَا دَعْوَةُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ وَبَشَارَةُ عِيسَى میں ابراہیمؑ کی دعا اور عیسیٰؑ کی بشارت ہوں۔

آیت نمبر7: یہودیوں کے من گھڑت دعوے: اس آیت میں واضح طور پر بیان کیا گیا ہے کہ وہ شخص سب سے بڑا ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹا بہتان لگاتا ہے۔ اگر اس کو پچھلی آیت سے ملا کر پڑھیں تو مطلب ہوگا کہ اللہ کے نبی کو جھوٹا نبی قرار دینا اور اس کے لائے ہوئے کلام کو جو اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے اس کا اپنا کلام قرار دینا درحقیقت نبی پر بہتان لگانے والی بات نہیں بلکہ صریحاً اللہ پر بہتان لگانے والی بات ہے اور ایسا عمل کرنے والا شخص انتہائی ظالم ہے۔ پھر

یہ بھی بیان کیا گیا کہ وہ نبی کے ساتھ مزید ظلم اس صورت میں کرتے ہیں کہ وہ تو ان کو سیدھی راہ کی طرف بلا رہا ہے، خدا کی بندگی اور اطاعت کی دعوت دے رہا ہے لیکن ان کا رویہ یہ ہے کہ وہ جواب میں غلط قسم کے ہتھکنڈے استعمال کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کا طریقہ بھی بیان کر دیا گیا کہ جب کوئی قوم یا شخص ظلم کی اس حد تک پہنچ جائے تو اس کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا۔ جیسا کہ پہلے بیان کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ فاسقوں کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔ اللہ نے فرمایا: هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (بقرہ 2:2) ہدایت صرف نیک لوگوں کے لیے ہے۔

(صف آیت نمبر 8 تا 14)

يُرِيْدُوْنَ	لِيُطْفِئُوْا	نُوْرَ	اللّٰهِ	بِأَفْوَاهِهِمْ	وَ	اللّٰهُ	مُتِمُّ	نُوْرِهٖ
وہ چاہتے ہیں	کہ بجھا دیں	نور	اللہ	اپنے مونہوں سے	اور	اللہ	پورا کرنے والا	اپنا نور

وہ چاہتے ہیں کہ وہ اللہ کا نور اپنے مونہوں (کی پھونکوں) سے بجھا دیں اور اللہ اپنا نور پورا کرنے والا ہے

وَلَوْ	كَرِهَ	الْكٰفِرُوْنَ ۝	هُوَ	الَّذِيْٓ	أَرْسَلَ	رَسُوْلَهٗ	بِالْهُدٰى	وَ
اور خواہ	ناخوش ہوں	کافر	وہی	جس نے	اس نے بھیجا	اپنا رسول	ہدایت کے ساتھ	اور

خواہ کافر ناخوش ہوں۔ وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور

دِيْنِ	الْحَقِّ	لِيُظْهِرَهٗ	عَلَى	الدِّيْنِ	كُلِّهٖ	وَلَوْ	كَرِهَ	الْمُشْرِكُوْنَ ۝
دین	حق	تاکہ وہ اسے غالب کر دے	پر	دین	تمام	اور خواہ	ناخوش ہوں	مشرک (جمع)

دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اور خواہ مشرک ناخوش ہوں۔

يٰٓأَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	هَلْ	أَدُلُّكُمْ	عَلٰى	تِجَارَةٍ	تُنْجِيْكُمْ	مِّنْ
اے	وہ لوگو جو	ایمان لائے	کیا	میں تمہیں بتاؤں	پر	تجارت	تمہیں نجات دے	سے

اے ایمان والو! کیا میں تمہیں ایسی تجارت بتاؤں جو تمہیں

عَذَابٍ	أَلِيْمٍ ۝	تُؤْمِنُوْنَ	بِاللّٰهِ	وَ	رَسُوْلِهٖ	وَ	تُجَاهِدُوْنَ	فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ
عذاب	دردناک	تم ایمان لاؤ	اللہ پر	اور	اس کا رسول	اور	تم جہاد کرو	میں	راستہ	اللہ کا

دردناک عذاب سے نجات دے؟ تم ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر اور تم اللہ کے راستے میں

بِأَمْوَالِكُمْ	وَ	أَنْفُسِكُمْ	ذٰلِكُمْ	خَيْرٌ لَّكُمْ	إِنْ	كُنْتُمْ	تَعْلَمُوْنَ ۝
اپنے مالوں سے	اور	اپنی جانوں سے	یہ	بہتر ہے تمہارے لیے	اگر	تم	جانتے ہو

اپنے مالوں اور اپنی جانوں سے جہاد کرو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

يَغْفِرْ	لَكُمْ	ذُنُوْبَكُمْ	وَ	يُدْخِلْكُمْ	جَنّٰتٍ	تَجْرِيْ	مِنْ	تَحْتِهَا	الْاَنْهٰرُ
وہ بخش دے گا	تمہیں	تمہارے گناہ	اور	تمہیں داخل کرے گا	باغات	جاری ہیں	سے	نیچے	نہریں

وہ تمہیں تمہارے گناہ بخش دے گا اور تمہیں ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں

وَ	مَسٰكِنَ	طَيِّبَةً	فِيْ	جَنّٰتِ	عَدْنٍ	ذٰلِكَ	الْفَوْزُ	الْعَظِيْمُ ۝
اور	مکانات	پاکیزہ	میں	باغات	ہمیشہ	یہ	کامیابی	بڑی

اور ہمیشہ کے لیے باغات میں پاکیزہ مکانات ہیں۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

وَ	اُخْرٰى	تُحِبُّوْنَهَا	نَصْرٌ	مِّنَ	اللّٰهِ	وَ	فَتْحٌ	قَرِيْبٌ
اور	ایک اور	تم اسے بہت چاہتے ہو	مدد	سے	اللہ	اور	فتح	قریب

اور ایک اور (بات بھی) جسے تم بہت چاہتے ہو (یعنی) اللہ سے مدد اور قریبی فتح

وَ	بَشِّرِ	الْمُؤْمِنِيْنَ ۝	يٰۤاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	كُوْنُوْۤا	اَنْصَارَ	اللّٰهِ
اور	خوشخبری دیں	مومنوں	اے	وہ لوگو جو	ایمان لائے	تم ہو جاؤ	مددگار	اللہ

اور مومنوں کو خوشخبری دیجیے۔ اے ایمان والو! تم ہو جاؤ اللہ کے مددگار

كَمَا	قَالَ	عِيْسَى	ابْنُ	مَرْيَمَ	لِلْحَوَارِيّٖنَ	مَنْ	اَنْصَارِيْۤ	اِلَى	اللّٰهِ
جیسے	کہا	عیسی	بیٹا	مریم	حواریوں کو	کون	میرا مددگار	کی طرف	اللہ

جیسے مریم کے بیٹے عیسیٰ نے حواریوں کو کہا کون ہے اللہ کی طرف میرا مددگار؟

قَالَ	الْحَوَارِيُّوْنَ	نَحْنُ	اَنْصَارُ	اللّٰهِ	فَاٰمَنَتْ	طَّآئِفَةٌ	مِّنْ	بَنِيْۤ	اِسْرَآءِيْلَ
کہا	حواریوں	ہم	مددگار	اللہ	تو ایمان لایا	ایک گروہ	سے	بنی	اسرائیل

تو کہا حواریوں نے ہم اللہ کے مددگار ہیں تو بنی اسرائیل کا ایک گروہ ایمان لے آیا

وَ	كَفَرَتْ	طَّآئِفَةٌ	فَاَيَّدْنَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	عَلٰى	عَدُوِّهِمْ
اور	کفر کیا	ایک گروہ	تو ہم نے مدد کی	وہ لوگ جو	ایمان لائے	پر	ان کے دشمنوں

اور ایک گروہ نے کفر کیا تو ہم نے ان کے دشمنوں پر ایمان والوں کی مدد کی

فَاَصْبَحُوْا	ظٰهِرِيْنَ ۝
سو وہ ہو گئے	غالب

سو وہ غالب ہو گئے۔ (صف: 8 تا 14)

عربی قواعد

فعل ماضی:	اَرْسَلَ	اٰمَنُوْا	قَالَ	كَفَرَتْ
	فَاَصْبَحُوْا میں	اَصْبَحُوْا	كَرِهَ	فَاَيَّدْنَا میں اَيَّدْنَا
فعل مضارع:	يُرِيْدُوْنَ	يُظْهِرُ	تُنْجِيْكُمْ	تُنْجِي فعل مضارع كُمْ ضمیر
	تُؤْمِنُوْنَ	تُجَاهِدُوْنَ	تَعْلَمُوْنَ	يَغْفِرُ
	يُدْخِلْكُمْ میں يُدْخِلُ	فعل مضارع كُمْ ضمیر تَجْرِيْ		
	اَدُلُّكُمْ میں اَدُلُّ	فعل مضارع كُمْ ضمیر		
حرف جر:	بِاَفْوَاهِهِمْ، بِالْهُدٰى	میں با علٰی		
ضمائر:	تُحِبُّوْنَهَا میں هَا	كَمَا میں ك	عَدُوِّهِمْ میں هُمْ	
	بِاَفْوَاهِهِمْ میں ہا	حرف جر هُمْ ضمیر	هُوَ، رَسُوْلَهٗ میں ہ	لِيُظْهِرَهٗ میں ہٗ
	تُنْجِيْكُمْ	اَدُلُّكُمْ	بِاَمْوَالِكُمْ	اَنْفُسِكُمْ
	لَكُمْ	يَغْفِرْلَكُمْ	ذُنُوْبَكُمْ	يُدْخِلْكُمْ میں كُمْ
مرکب توصیفی:	عَذَابٌ اَلِيْمٌ	مَسٰكِنَ طَيِّبَةً	اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ	فَتْحٌ قَرِيْبٌ
مرکب اضافی:	نُوْرَ اللّٰهِ	اَفْوَاهِهِمْ	نُوْرِهٖ	رَسُوْلَهٗ
	دِيْنِ الْحَقِّ	سَبِيْلِ اللّٰهِ	ذُنُوْبَكُمْ	عَدُوِّهِمْ
	اَنْصَارُ اللّٰهِ	جَنّٰتِ عَدْنٍ		

تشریح

آیت نمبر8: یھودیوں کی سعی لاحاصل کی تمثیل: اس آیت کو سمجھنے کے لیے اس کا پس منظر جاننا ضروری ہے۔ اس سورت کے نزول کے وقت صورت حال یہ تھی کہ اسلام ابھی صرف مدینہ منورہ تک محدود تھا۔ مسلمانوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی اور تمام عرب ان کو مٹانے پر تلا ہوا تھا۔ دوسری طرف غزوۂ بدر میں کامیابی کی وجہ سے مسلمانوں کی جو دھاک دشمنوں پر بیٹھی ہوئی تھی وہ غزوۂ احد میں مکمل کامیابی حاصل نہ ہونے کی وجہ سے اکھڑ گئی تھی اور آس پاس کے قبائل ایک دفعہ پھر مسلمانوں کو ختم کرنے کی کوششوں میں مصروف ہو گئے تھے۔ اس صورت حال میں مسلمانوں کی تسلی کے لیے ارشاد فرمایا گیا کہ اگرچہ ان لوگوں کی بھرپور کوشش ہے کہ وہ نور خدا کو بجھا دیں لیکن اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ اس کا چراغ جل کر رہے گا اور اس کے نور سے دنیا منور ہوگی، چاہے یہ کافر اس کو بجھانے کے لیے کتنی ہی کوشش کیوں نہ کر لیں وہ اس میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ (توبہ 9:35) وہی تو ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ وہ اس کو تمام ادیان پر غالب کر دیں اگرچہ یہ بات مشرکوں کو ناگوار گزرے۔ اس بات کو علامہ اقبال نے اپنے اس شعر میں بیان کیا ہے:

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن
پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

حقیقت میں ان حالات میں یہ مسلمانوں کے لیے ایک بہت بڑی تسلی اور بہت بڑی خوش خبری تھی۔ جس نے مسلمانوں کو اطمینان بخشا اور پھر دنیا نے یہ بھی دیکھا کہ چند ہی سالوں میں یہ پیشین گوئی کیسے پوری ہوئی۔

آیت نمبر9: غلبۂ اسلام کا اعلان: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی حقانیت کی دلیل اور ساتھ ہی اس کا مقصد بھی بیان کیا گیا ہے۔ حقانیت کی دلیل تو یہ ہے کہ اللہ ہی نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا ہے یعنی تمہاری طرف آنے والا نبی اپنی مرضی یا اپنی کوشش سے نبی نہیں بن گیا بلکہ یہ صرف اللہ کی مرضی تھی کہ اس کو نبی بنایا اور پھر اس کو ایسا دین دے کر بھیجا جو بالکل واضح اور ہدایت کی طرف دعوت دینے والا ہے۔ ساتھ ہی نبی کو بھیجنے کا مقصد بھی بیان کیا گیا کہ اس کو بھیجنے کا مقصد یہ ہے کہ وہ نہ صرف دین حق کو لے کر آئے ہیں بلکہ اس کو غالب کرنا بھی اس کے مشن کا ایک حصہ ہے۔ چاہے یہ بات مشرکین کے لیے کتنی ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ یہ وہی چیز ہے جس کو پچھلی آیت میں اس انداز میں بیان کیا گیا تھا کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے نہ بجھا سکیں گے۔ مشرک سے مراد ایسا شخص ہوتا ہے جو اللہ کی بندگی کے ساتھ دوسروں کی بندگیاں ملاتا ہے یا اللہ کے دین میں دوسرے دین کی آمیزش کرتا ہے۔ مشرکین کا ذہن اس بات کا عادی ہوتا ہے کہ وہ اپنی تہذیب وتمدن اور نظام اخلاق کی بنیاد اپنی مرضی پر رکھنا چاہتے ہیں۔ اس لیے فرمایا گیا کہ نبی کو بھیجنے کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ دین حق کو مکمل طور پر زندگی کے ہر شعبے میں نافذ کردے اور یہ کام بہر حال پورا ہونا ہے چاہے مشرکین کو کتنا ہی ناگوار کیوں نہ ہو۔ اس سے پہلے اسی چیز کو سورۃ الفتح میں اس طرح بیان کیا گیا: **هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا** (فتح 28:48) وہ اللہ ہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو پورے دین پر غالب کردے۔ بے شک اس پر اللہ کی گواہی کافی ہے۔

آیت نمبر10: اہل ایمان کے لیے کامیاب تجارت: اس آیت میں اس بات کو واضح کیا گیا ہے کہ مسلمانوں کو فائدہ کس چیز سے حاصل ہوسکتا ہے۔ حقیقت میں تجارت اس چیز کو کہتے ہیں جس میں آدمی اپنی محنت، وقت، ذہانت اور سرمایہ صرف اس لیے کھپاتا ہے کہ اس کو منافع حاصل ہو۔ اس چیز کو مدنظر رکھتے ہوئے مسلمانوں کو یہ دعوت دی جا رہی ہے کہ کیا اس تجارت کی طرف تمہاری رہنمائی نہ کی جائے جو تمہیں دردناک عذاب سے بچالے۔ یعنی اس آیت میں واضح کردیا گیا کہ تجارت اصل میں وہ کاروبار نہیں ہے جو کہ تم دنیا کی کامیابی حاصل کرنے کے لیے کرتے ہو بلکہ اللہ کے نزدیک اصل تجارت تو وہ ہے کہ جس کے اصولوں پر عمل کرکے تم اپنے آپ کو دردناک عذاب سے بچالو۔ ہم اس کی طرف تمہاری رہنمائی تو کردیتے ہیں اس پر عمل کرنا یا نہ کرنا یہ تمہارے اپنے اختیار میں ہوگا۔

آیت نمبر11: کامیاب تجارت کی شرائط: اب اس آیت میں اس تجارت کی شرائط بیان کی جارہی ہیں کہ جن کے بدلے مومنین عذاب جہنم سے بچ سکتے ہیں۔ ان میں سے پہلی شرط تو ایمان لانے کی ہے اور دوسری شرط جہاد فی سبیل اللہ کی ہے۔ یہاں پر اس بات کو مدنظر رکھا جائے کہ ایمان لانے کا مطالبہ کفار یا مشرکین سے نہیں بلکہ اہل ایمان سے کیا جارہا ہے۔ اس کا مطلب واضح طور پر یہی نکلتا ہے کہ ایمان ایسا نہ ہو جو محض وسوسے کی حد تک ایمان ہو بلکہ مخلص مسلمان بنو اور جس چیز پر ایمان لائے ہو اس کے لیے ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار رہو۔

جہاں تک دوسری شرط جہاد فی سبیل اللہ کا تعلق ہے تو حقیقت یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا آغاز آدمی کے ایمان لانے کے ساتھ ہی ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلے اسے اپنے نفس کے خلاف جہاد کرنا ہوتا ہے۔ پھر معاشرے کے مختلف لوگوں سے مختلف انداز میں جہاد کرنا ہوتا ہے۔ جہاد فی سبیل اللہ کی آخری صورت قتال ہوتی ہے جو کہ میدان جنگ میں پیش آتی ہے۔ اسی مضمون کو سورۃ التوبہ میں اس طرح بیان کیا گیا ہے: اِنَّ اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ (توبہ 111:9) ''بے شک اللہ نے مومنوں سے ان کے نفس اور ان کے اموال جنت کے عوض خرید لیے ہیں، وہ اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور مارتے ہیں اور مرتے ہیں۔'' حدیث مبارکہ میں ہے: جہاد فی سبیل اللہ کی ایک صبح یا شام دنیا کی ایسی تمام نعمتوں سے افضل ہے جن پر سورج نکلتا اور ڈوبتا ہے۔ پھر یہ بھی واضح کر دیا گیا کہ حقیقت میں کامیابی اسی تجارت میں مضمر ہے اور یہ تجارت تمہارے لیے دنیاوی تجارتوں سے بڑھ کر ہے۔

آیت نمبر 12: مومنوں کے لیے انعامات: اب اس تجارت کے فوائد بیان کیے گئے ہیں اور ان فوائد کے حصول کو ہی اصل کامیابی قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سب سے بڑا اور پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ تمہارے گناہ معاف کر دیے جائیں گے۔ یہ بات کوئی شخص نہیں جان سکتا کہ اس نے اپنی زندگی میں کتنے گناہ کیے۔ اگر اللہ تعالیٰ ہر شخص سے اس کے اعمال کے مطابق بدلہ لینے لگے تو پھر شاید کوئی شخص بھی عذاب جہنم سے نہ بچ سکے۔ یہ تو صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس نے گناہوں کی مغفرت کا ایک راستہ دکھا دیا اور وعدہ بھی کر لیا کہ اگر تم اس راستے پر چلو گے تو وہ تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔ حدیث مبارکہ ہے: راہِ حق میں شہید ہونے والے کا قطرۂ خون زمین پر بعد میں گرتا ہے اور اس کے تمام گناہ پہلے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ اس طرح وہ جنت میں چلا جاتا ہے جس کے لیے دوسروں کو ساری زندگی ریاضت کرنا پڑتی ہے۔

اس کے بعد دوسرا فائدہ یہ بتایا گیا کہ اس عمل کے بدلے میں تمہیں ایسی جنت عطا کی جائے گی جس کی نعمتیں لازوال ہوں گی اور پھر وہ نعمتیں ایسی ہوں گی کہ کسی دل میں ان کا خیال تک نہ گزرا ہوگا اور ان فوائد کا حصول ہی اصل کامیابی ہے۔

آیت نمبر 13: مومنوں کے لیے مزید انعامات: اس آیت میں مسلمانوں کو جلد ہی حاصل ہو جانے والی فتح کی خوش خبری دی گئی ہے جو کہ غزوۂ خندق میں کامیابی کی صورت میں سامنے آئی۔ اگرچہ دنیاوی اعتبار سے یہ فتح بہت اہم تھی اور اس کے ہمہ گیر اثرات بھی ہوئے لیکن مومن کے نزدیک اصل کامیابی چونکہ آخرت کی کامیابی ہے، اس لیے اس کے نتائج کو مقدم رکھا گیا اور دنیاوی کامیابی کے نتائج کو مؤخر کر دیا گیا۔ حقیقت یہ ہے کہ اس وقت کے حالات میں مومنین کے حوصلے اور اعتماد کو بحال کرنے کے سلسلے میں یہ بہت اہم آیت تھی اور آج بھی ہمارے لیے یہ آیت اسی طرح اہم ہے جس طرح اس وقت تھی کیونکہ موجودہ دور میں امت مسلمہ جن حالات سے گزر رہی ہے اس میں اگر مسلمان خلوص دل سے ایمان لائیں اور جہاد فی سبیل اللہ کی طرف راغب ہو جائیں تو ان کے لیے اللہ کی نصرت نازل ہو سکتی ہے اور وہ فتح حاصل کر سکتے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ يَنْصُرْكُمْ وَيُثَبِّتْ اَقْدَامَكُمْ (محمد 7:47) اگر تم اللہ کی مدد کرو گے تو وہ تمہاری مدد کرے گا اور تمہارے قدم جما دے گا۔

آیت نمبر 14: حواریین عیسیٰؑ کا مقام: اس آیت میں اہل ایمان کو حضور اکرمؐ کی مدد پر ابھارتے ہوئے یہ کہا گیا ہے کہ تم بھی اسی طرح اللہ کے مددگار بنو جس طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری اس وقت اللہ کے مددگار بنے تھے جب انہوں نے کہا تھا کہ اللہ کے راستے کی طرف بلانے میں میرا مددگار کون ہے؟ تو حواریوں نے کہا ہم اللہ کے

مددگار ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پکار کا نتیجہ یہ نکلا کہ بنی اسرائیل کا ایک گروہ تو ایمان لے آیا لیکن دوسرے نے انکار کیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ایمان لانے والے لوگوں کی ان کے دشمنوں کے مقابلے میں مدد کی اور انہیں فتح عنایت کی۔

بنی اسرائیل کی اس تاریخ کو بیان کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ اس وقت اپنے نبی کی مدد کر چکا ہے جس وقت اس کا ساتھ دینے والے چند لوگ ہی تھے لیکن اللہ نے انہیں فتح عطا کی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اب بھی اہل ایمان کی مدد کرے گا اور وہ کامیاب ہوں گے بشرطیکہ وہ حق کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔

حواریوں کا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینے کا مضمون اس سے پہلے قرآن مجید کی مختلف سورتوں میں گزر چکا ہے۔ ارشاد خداوندی ہے: فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ ۭ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ ۚ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ ۚ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (آل عمران 3:52) پس عیسیٰؑ نے ان کی طرف سے کفر کو بھانپ لیا تو اس نے دعوت دی کہ اللہ کی طرف بڑھنے میں کون میرے مددگار بنتے ہیں؟ حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار بنتے ہیں، ہم اللہ پر ایمان لائے اور تو گواہ رہ کہ ہم مسلم ہیں۔ حواری کا لفظ درحقیقت اپنے اندر وہی مفہوم رکھتا ہے جو ہمارے یہاں انصار کے معنوں میں پایا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ جو فرمایا گیا کہ ''اللہ کی راہ میں میرا مددگار کون ہوتا ہے تو حواریوں نے کہا ہم اللہ کے مددگار ہیں۔'' تو خدانخواستہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ اللہ کو ان کی مدد کی ضرورت تھی یا نعوذ باللہ وہ اس بات کا محتاج تھا کہ یہ لوگ اس کی مدد کرتے تو اس کا کام ہوتا۔ بلکہ یہاں پر مقصود یہ واضح کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی قوت سے کام لے کر کسی شخص کو جبراً مسلمان نہیں بناتا بلکہ دین حق کی تبلیغ کے لیے وہ تذکیر و تعلیم کا طریقہ اختیار کرتا ہے۔ جب کوئی شخص اس تذکیر و تعلیم کو قبول کر لیتا ہے تو وہ مومن ہے۔ پھر جو شخص عملاً فرماں بردار ہو جائے وہ متقی ہے۔ اور جو شخص نیکیوں کی طرف سبقت کرے وہ محسن ہے اور جو اس سے بھی بڑھ کر بندگانِ خدا کی اصلاح کے لیے اللہ کی اطاعت کا نظام قائم کرے وہ اللہ کا مددگار ہے۔ مدنی قبائل بھی نبی کریمؐ کے انصار کہلائے اور ان کا مقام بھی رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ غزوہ بدر کے موقع پر جب نبی کریمؐ نے انصار سے مشورہ کیا تو انصار کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ نے جواب دیا: خدا کی قسم اگر آپؐ پیش قدمی کرتے ہوئے برکِ غماد تک جائیں تو ہم بھی آپ کے ساتھ ساتھ چلیں گے، اگر آپؐ سمندر میں کودنا چاہیں تو ہم اس میں بھی کود جائیں گے۔ حضرت سعدؓ کا یہ جواب سن کر رسول اللہؐ کے رُخِ اقدس پر خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

(5) اَدبِ نبویؐ اور معاشرتی احکامات (سورہ حجرات آیات نمبر 1 تا 18)

آیت نمبر 1 تا 5 (نبیؐ کا مقام)

يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا	تُقَدِّمُوْا	بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ	وَ رَسُوْلِهٖ	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ
اے	جو لوگ	ایمان لائے	نہ	آگے بڑھو تم	اللہ کے سامنے/آگے	اور اس کا رسول	اور تم ڈرو	اللہ سے

اے مومنو! اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو۔

اِنَّ	اللّٰهَ	سَمِيْعٌ	عَلِيْمٌ ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا	لَا
بے شک	اللہ	سننے والا	جاننے والا	اے	جو لوگ	ایمان لائے	نہ

بے شک اللہ سننے والا، جاننے والا ہے۔ اے مومنو!

تَرْفَعُوْآ	اَصْوَاتَكُمْ	فَوْقَ	صَوْتِ	النَّبِيِّ	وَلَا	تَجْهَرُوْا	لَهٗ
اونچی کرو	تمہاری آوازیں	اوپر۔پر	آواز	نبی	اور نہ	زور سے بولو	اس کے سامنے

تم اپنی آوازیں نبیؐ کی آواز سے اونچی نہ کرو اور ان کے سامنے زور سے نہ بولو

بِالْقَوْلِ	كَجَهْرِ	بَعْضِكُمْ	لِبَعْضٍ	اَنْ	تَحْبَطَ	اَعْمَالُكُمْ	وَاَنْتُمْ
گفتگو میں	جیسے بلند آواز	تمہارے بعض	بعض سے	کہیں	ضائع ہو جائیں	تمہارے اعمال	اور تم

جیسے تم ایک دوسرے سے بلند آواز میں گفتگو کرتے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں اور تمہیں

لَا	تَشْعُرُوْنَ ٥	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يَغُضُّوْنَ	اَصْوَاتَهُمْ	عِنْدَ	رَسُوْلِ اللّٰهِ
نہیں	تمہیں شعور	بے شک	جو لوگ	پست رکھتے ہیں	اپنی آوازیں	نزدیک	اللہ کے رسول

خبر بھی نہ ہو، بے شک جو لوگ اللہ کے رسولؐ کے سامنے اپنی آوازیں پست رکھتے ہیں

اُولٰٓئِكَ	الَّذِيْنَ	امْتَحَنَ	اللّٰهُ	قُلُوْبَهُمْ	لِلتَّقْوٰى	لَهُمْ	مَّغْفِرَةٌ
یہ وہ لوگ	جو۔جن	آزمایا ہے	اللہ	ان کے دل	پرہیزگاری کے لیے	ان کے لیے	مغفرت

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ نے پرہیزگاری کے لیے آزمایا ہے، ان کے لیے مغفرت اور بڑا

وَّاَجْرٌ	عَظِيْمٌ ٥	اِنَّ	الَّذِيْنَ	يُنَادُوْنَكَ	مِنْ	وَّرَآءِ	الْحُجُرٰتِ	اَكْثَرُهُمْ
اور اجر	عظیم	بے شک	جو لوگ	آپؐ کو پکارتے ہیں	سے	باہر	حجروں	ان میں سے اکثر

اجر ہے۔ بے شک جو لوگ آپؐ کو حجروں کے باہر سے پکارتے ہیں، ان میں سے اکثر

لَا	يَعْقِلُوْنَ ٥	وَلَوْ	اَنَّهُمْ	صَبَرُوْا	حَتّٰى	تَخْرُجَ	اِلَيْهِمْ
نہیں	عقل رکھتے	اور اگر	البتہ وہ	صبر کرتے	یہاں تک کہ	آپ نکل آتے	ان کے پاس

شعور نہیں رکھتے اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک کہ آپؐ ان کے پاس نکل آتے

لَكَانَ	خَيْرًا	لَّهُمْ	وَاللّٰهُ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ٥
البتہ ہوتا	بہتر	ان کے لیے	اور اللہ	بخشنے والا	مہربان

تو یہ ان کے لیے البتہ بہتر ہوتا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ (حجرات 1 تا 5)

عربی قواعد

فعل ماضی:	اٰمَنُوْا	اِمْتَحَنَ	صَبَرُوْا	
فعل مضارع:	یَغُضُّوْنَ	یُنَادُوْنَكَ میں یُنَادُوْنَ	فعل مضارع ك ضمیر	یَعْقِلُوْنَ
	تَخْرُجَ	تَحْبَطَ	تَشْعُرُوْنَ	یُحِبُّ
فعل امر:	اِتَّقُوْا			
فعل نہی:	لَاتُقَدِّمُوْا	لَا تَرْفَعُوْٓا	لَا تَجْهَرُوْا	
مرکب اضافی:	قُلُوْبُهُمْ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	رَسُوْلِهٖ	صَوْتِ النَّبِیِّ
	اَعْمَالُكُمْ	اَصْوَاتَهُمْ		
ضمائر:	رَسُوْلِهٖ میں ہٖ اور	لَهٗ میں ہ	اَصْوَاتَكُمْ	بَعْضِكُمْ
	اَعْمَالُكُمْ میں كُمْ	یُنَادُوْنَكَ میں ك		
حرف جر:	لَهٗ میں ل حرف جر	ہٗ ضمیر، لِبَعْضٍ میں ل ضمیر،	لَهُمْ میں ل حرف جر هُمْ ضمیر	
	اِلَیْهِمْ اِلٰی حرف جر	هُمْ ضمیر	لَهُمْ ل: حرف جر	هُمْ ضمیر

تشریح

آیت نمبر1: اللہ اور رسولؐ کا معاملہ ایک ہے: اس آیت میں اہل ایمان کو آداب معاشرت سکھاتے ہوئے اللہ اور رسولؐ کے بارے میں حکم دیا گیا ہے کہ وہ ان سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کریں۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ کے ساتھ جو ادب ملحوظ رکھنا چاہیے وہی اس کے رسولؐ کے ساتھ بھی ہونا چاہیے کیونکہ رسول اللہؐ کے نمائندے ہیں بلکہ انبیاء ورسل کا احترام دراصل اللہ کا احترام ہے اور ان کی توہین حقیقت میں اللہ کی توہین ہے۔

رسولؐ اللہ کا مقام: اس آیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ ان کے ساتھ عام انسانوں کی طرح معاملات نہ کرو کیونکہ رسول کی بے ادبی سے انسان سخت گناہگار ہوتا ہے بلکہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔مولانا مودودیؒ اس بارے میں لکھتے ہیں: ''اس ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں ذات رسولؐ کی عظمت کا کیا مقام ہے۔رسول پاکؐ کے سوا کوئی شخص خواہ کتنا ہی قابل احترام ہو بہر حال یہ حیثیت نہیں رکھتا کہ اس کے ساتھ بے ادبی خدا کے ہاں اس سزا کی مستحق ہو جو حقیقت میں کفر کی سزا ہے۔وہ زیادہ سے زیادہ بدتمیزی ہے۔خلاف تہذیب حرکت ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام میں ذرا سی کمی بھی اتنا بڑا گناہ ہے کہ اس سے عمر بھر کی کمائی غارت ہو سکتی ہے''۔ (تفہیم القرآن:5/72)اس بارے میں ارشاد الٰہی ہے: فَلَا وَ رَبِّكَ لَا یُؤْمِنُوْنَ حَتّٰى یُحَكِّمُوْكَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَهُمْ ثُمَّ لَا یَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَ یُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا (النساء4:65)''پس تیرے رب کی قسم وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک وہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپؐ کو فیصلہ کرنے والا نہ مان لیں پھر جو آپؐ فیصلہ فرمائیں اس پر وہ اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں بلکہ دل وجان سے اس کو تسلیم کرلیں''۔یعنی فیصلوں کو نہ ماننا تو بڑی

چیز ہے بلکہ دل میں تنگی رکھنا بھی منافیٔ ایمان ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک شخص کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ نہ ماننے پر قتل کر دیا اور اس پر ان سے کوئی مواخذہ نہ ہوا۔ اس آیت کا مطلب ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے آگے بڑھنے کی کوشش نہ کی جائے مثلاً گفتگو میں، کھانے پینے میں، چلنے پھرنے میں۔

آیت نمبر 2: آداب مجلس نبویؐ: اس آیت میں نبیؐ کی مجلس کے آداب سکھائے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ **آواز بلند نہ کرنا:** اپنی آواز کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز سے بلند نہ کریں کیونکہ یہ بے ادبی ہے اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کوئی عام شخص نہیں ہیں بلکہ اللہ کے رسول ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ لَا تُبْطِلُوا أَعْمَالَكُمْ (محمد 47:33) اللہ اور اس کے رسول کی فرماں برداری کرو اور اپنے اعمال کو ضائع نہ کرو۔ یہاں دراصل جاہل لوگوں کو ادب سکھایا گیا ہے تا کہ وہ نبیؐ سے بات کرتے وقت ادب کو ملحوظ رکھیں کیونکہ ان کی تربیت نہیں ہو پائی تھی، اس لیے وہ ایسا طرز عمل اختیار کرتے تھے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے شایانِ شان نہیں ہوتا تھا ورنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ اصحابِ رسول تو آپؐ کے ساتھ نہایت ادب سے پیش آتے تھے۔

2۔ **بے تکلفی کی ممانعت:** آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس طرح بے تکلفی اختیار نہ کرو جس طرح آپس میں بے تکلف اونچی آواز میں بات کرتے ہو کیونکہ نبی کوئی عام آدمی نہیں ہوتا، اس کی بے ادبی انسان کو گناہ گار بناتی ہے اور ضیاع اعمال کا باعث بنتی ہے۔ اس کے علاوہ ارادۃً توہین کفر ہے۔ آخر میں کہا گیا ہے کہ نبی کا ادب پیش نظر رکھو ورنہ تمہارے اعمال ضائع ہو سکتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَا تَجْعَلُوْا دُعَاءَ الرَّسُوْلِ بَيْنَكُمْ كَدُعَاءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا (نور 24:63) رسول کو ایسے نہ بلائیں جیسا کہ تم ایک دوسرے کو بلاتے ہو۔

آیت نمبر 3: ادب نبویؐ کا ثمرہ تقویٰ: اس آیت میں ان لوگوں کی فضیلت بیان کی گئی ہے جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرتے ہیں اور اپنی آوازوں کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پست رکھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے متقی لوگوں میں شمار کر لیا ہے۔ اور متقی وہ شخص ہوتا ہے جو اپنی ساری زندگی خوف خدا میں گزارتا ہے، وہ ایمان کا محض دعویٰ نہیں کرتا بلکہ اس کی زندگی اس کا عملی ثبوت ہوتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ادب کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دل میں خوف خدا یعنی تقویٰ موجود ہے اور بے ادبی کا مطلب یہ ہے کہ ان کے دل تقویٰ سے خالی ہیں۔ پھر آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ ان کے لیے اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر عظیم موجود ہے جس کو وہ قیامت کے دن پائیں گے۔ ادب کے بارے میں ارشاد نبویؐ ہے: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَرْحَمْ صَغِيْرَنَا وَلَمْ يَعْرِفْ شَرَفَ كَبِيْرِنَا وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کی عزت نہ پہچانے۔

اہل تقویٰ کے اس اجر کا ذکر قرآن مجید میں جگہ جگہ کیا گیا ہے مثلاً سورۂ بقرہ اور سورہ لقمان میں یکساں الفاظ میں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا: أُولَٰئِكَ عَلَىٰ هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ وَ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (البقرہ 2:5 اور لقمن 31:8) یہی لوگ اپنے رب کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور یہی فلاح پانے والے ہیں۔

آیت نمبر 4: نبیؐ سے ملاقات کے آداب: اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ عیینہ بن حصن اور اقرع بن

حابس آدمیوں کے ساتھ بعد از دوپہر مدینہ آئے اور آپ کا نام لے کر آپ کو پکارنا شروع کیا۔ آپ کسی زوجہ مطہرہؓ کے کمرے میں آرام فرما رہے تھے تب یہ آیت نازل ہوئی۔ قرآن حکیم کے اس حصے کا مطالعہ کرتے ہوئے ہمیں اس ماحول کو پیش نظر رکھنا ہے جس میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ اس وقت اہل ایمان کے دو گروہ تھے۔ ایک گروہ وہ تھا جو تربیت یافتہ تھا اور یہ صحابہ مجلس نبویؐ کے اسرار و رموز سے آگاہ تھے۔ لیکن اہل ایمان کا دوسرا گروہ وہ تھا جو تازہ تازہ مسلمان ہوئے تھے اور ان کو اسلامی تہذیب و اخلاق کی ابھی مکمل تربیت حاصل نہیں ہوئی تھی۔ اس لیے وہ کسی بھی وقت حضور اکرمؐ سے ملاقات کے لیے چل دیتے اور ازواج مطہراتؓ کے حجروں کے باہر ہی سے آپ کو پکارنا شروع کر دیتے۔ اس سے حضور اکرمؐ کو تکلیف تو ہوتی لیکن آپ اپنے طبعی حلم کی وجہ سے خاموش رہتے۔ یہ زیادہ تر اعراب یعنی دیہاتی قسم کے لوگ تھے اس لیے ان کو تنبیہ کی گئی کہ وہ آداب نبویؐ کا خیال رکھیں کیونکہ نبی کو دوسرے گروہ کی وجہ سے تکلیف ہوئی تھی۔

آیت نمبر5: اس آیت کا پس منظر جاننے کے لیے پیش نظر رہے کہ ایک گروہ تو ان لوگوں کا تھا کہ جنہوں نے مسلسل آپ کی صحبت میں رہ کر اسلامی تہذیب و اخلاق کی تربیت پائی تھی۔ اس لیے انہیں حضور اکرمؐ کے مشن کی اہمیت کا بھی احساس تھا اور اس چیز کا علم بھی وہ رکھتے تھے کہ حضور اکرمؐ کو اس مشن کی کامیابی کے لیے کتنی سخت محنت کرنا پڑ رہی ہے۔ اس لیے وہ حضورؐ کی مصروفیات کا خیال رکھتے ہوئے اس وقت حاضر ہوتے تھے جب آپؐ باہر تشریف فرما ہوتے تھے جبکہ بعض نئے مسلمان ہونے والے ایسے بدو اور اعرابی بھی تھے جو آنحضورؐ کے مشنِ نبوت کی ذمہ داریوں کی نزاکتوں سے نابلد تھے اور وہ بسا اوقات وقت ناوقت آپؐ کے در اقدس پر آ کر بدویانہ انداز میں آپؐ کے آرام و استراحت میں خلل انداز ہوتے تھے، آخر کار اللہ تعالیٰ نے اس معاملے میں خود مداخلت کرتے ہوئے ان آیات کے ذریعے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ملاقات کے آداب بتائے کہ اگر تم صبر سے کام لیتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم خود مناسب وقت پر گھر سے نکلتے تو پھر بھی تم لوگوں کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات ہو جاتی۔ امام بغویؒ نے ذکر کیا ہے کہ بنو تمیم کے لوگ جب مدینے پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آرام فرما رہے تھے۔ یہ لوگ دیہاتی تھے اور بارگاہ نبوتؐ کے آداب سے ناواقف تھے۔ اس لیے انہوں نے حجرات کے پاس کھڑے ہو کر پکارنا شروع کیا اُخْرُجْ اِلَیْنَا یَا مُحَمَّدُ! اے محمدؐ! ہمارے لیے باہر نکلیے۔ اس بد تہذیبی پر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کی تادیب فرمائی اور آدابِ نبویؐ کی تعلیم دے کر ان کو متنبہ فرمایا کہ یہ طرز عمل تمہارے لیے بہتر نہ تھا۔ تاہم اب تک جو ہوا سو ہوا لیکن آئندہ اس غلطی کو نہ دہرایا جائے تو اللہ تعالیٰ پچھلی غلطیوں کو معاف کر دے گا کیونکہ وہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔ چنانچہ وہ اس رویے کو بھی معاف کر دے گا جو اس کے نبی کے ساتھ روا رکھا گیا ہے۔

آیت نمبر6تا8 (تحقیق احوال و ایمان یا اصلاح معاشرہ)

یٰاَیُّھَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوْا	اِنْ	جَآءَکُمْ	فَاسِقٌ	بِنَبَاٍ	فَتَبَیَّنُوْا	اَنْ
اے	جو لوگ	ایمان لائے	اگر	آئے تمہارے پاس	کوئی فاسق	خبر لے کر	تو خوب تحقیق کر لیا کرو	کہیں

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو اگر تمہارے پاس کوئی بدکار خبر لے کر آئے، تو خوب تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ

تُصِيبُوْا	قَوْمًا	بِجَهَالَةٍ	فَتُصْبِحُوْا	عَلٰى	مَا فَعَلْتُمْ	نٰدِمِيْنَ ○	وَاعْلَمُوْا	اَنَّ
تم ضرر پہنچاؤ	قوم	نادانی سے	پھر ہو تم	پر	جو تم نے کیا	نادم (جمع)	اور جان رکھو	کہ

تم کسی قوم کو نادانی سے ضرر پہنچاؤ اور پھر تمہیں اپنے کیے پر نادم ہونا پڑے اور جان رکھو کہ

فِيْكُمْ	رَسُوْلَ اللّٰهِ	لَوْ	يُطِيْعُكُمْ	فِيْ	كَثِيْرٍ	مِّنَ	الْاَمْرِ	لَعَنِتُّمْ
تمہارے درمیان	اللہ کا رسول	اگر	وہ تمہارا کہا مانیں	میں	اکثر	سے	کاموں	البتہ تم ایذا میں پڑو

تمہارے درمیان اللہ کے رسول ہیں، اگر وہ اکثر کاموں میں تمہارا کہا مانیں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ

وَلٰكِنَّ	اللّٰهَ	حَبَّبَ	اِلَيْكُمُ	الْاِيْمَانَ	وَزَيَّنَهٗ	فِيْ	قُلُوْبِكُمْ	وَكَرَّهَ
اور لیکن	اللہ	محبت دی	تمہیں	ایمان کی	اور اسے آراستہ کر دیا	میں	تمہارے دلوں	اور ناپسند کیا

لیکن اللہ نے تمہیں ایمان کی محبت دی، اور اسے تمہارے دلوں میں مرغوب بنا دیا اور اس نے

اِلَيْكُمُ	الْكُفْرَ	وَالْفُسُوْقَ	وَالْعِصْيَانَ	اُولٰٓئِكَ	هُمُ	الرّٰشِدُوْنَ ○	فَضْلًا
تمہارے سامنے	کفر	اور گناہ	اور نافرمانی	یہی لوگ	وہ	ہدایت پانے والے	فضل

تمہارے لیے کفر اور گناہ کو اور نافرمانی کو ناپسندیدہ چیز بنا دیا اور یہی لوگ اللہ کے فضل

مِّنَ	اللّٰهِ	وَنِعْمَةً	وَاللّٰهُ	عَلِيْمٌ	حَكِيْمٌ ○
سے	اللہ	اور نعمت	اور اللہ	جاننے والا	حکمت والا

اور نعمت سے ہدایت پانے والے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے۔

عربی قواعد

فعل ماضی: اٰمَنُوْا — لَعَنِتُّمْ میں عَنِتُّمْ — زَيَّنَهٗ — زَيَّنَ فعل ماضی، ہ ضمیر

فعل مضارع: تُصِيبُوْا — فَتَبَيَّنُوْا میں تَبَيَّنُوْا — فَتُصْبِحُوْا ف: پس تُصْبِحُوْا

يُطِيْعُكُمْ میں يُطِيْعُ فعل مضارع كُمْ ضمیر

فعل امر: اِعْلَمُوْا — تَبَيَّنُوْا

مرکب اضافی: رَسُوْلَ اللّٰهِ — قُلُوْبِكُمْ

حرف جر: فِيْ — بِنَبَاٍ اور بِجَهَالَةٍ میں بِ

اِلَيْكُمْ میں اِلٰى حرف جر اور كُمْ ضمیر مِنْ

ضمائر: کُمْ فعلتُمْ میں تُمْ ھُمْ، فِیکُمْ میں فِیْ حرف جر کُمْ ضمیر قُلُوبِکُمْ اور یُطِیعُکُمْ میں کُمْ

تشریح

آیت نمبر 6: تحقیق کرنا ضروری ھے: اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ جب کوئی بدخصلت و فاسق آدمی کوئی خبر لے کر آئے تو اس کو تحقیق کے بعد قبول یا رد کرنا چاہیے۔ مفسرین کا خیال ہے کہ یہ آیت ولید بن عقبہ کے بارے میں اتری ہے کیونکہ ان کو قبیلہ بنی مصطلق کے پاس زکوٰۃ کے حصول کے لیے بھیجا گیا تھا۔ انہوں نے سوچا کہ اس قبیلے کے ساتھ تو میری پرانی دشمنی ہے۔ یہ لوگ تو مجھے قتل کر ڈالیں گے۔ وہ اس خوف کے سبب واپس ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ انہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کر دیا ہے اور میرے قتل کا ارادہ کیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خالدؓ بن ولید کی قیادت میں مجاہدین کا ایک دستہ روانہ کیا۔

اس سے پہلے بنی مصطلق کے سردار اپنے ساتھیوں کے ساتھ حضور اکرمؐ سے ملاقات کے لیے نکل پڑے تھے۔ مدینہ کے قریب دونوں گردہوں کی ملاقات ہوئی۔ رئیس قبیلہ حارث بن ضرار نے مجاہدین سے پوچھا کہ تم کس کی طرف بھیجے گئے ہو۔ انہوں نے کہا: آپ کی طرف، کیونکہ آپ نے نہ صرف زکوٰۃ کا انکار کیا بلکہ رسول اللہؐ کے قاصد ولید بن عقبہ کو قتل کرنا چاہا۔ انہوں نے قسم کھا کر کہا: وہ میرے پاس نہیں آئے۔ اس طرح مسلمانوں کے دو گردہوں میں بلاوجہ تصادم رک گیا۔ اس لیے برے آدمی کی بات کو تحقیق کے بعد قبول کرنا چاہیے بلکہ اچھے بندے کی بات پر بھی تحقیق کرنا بہتر ہے کیونکہ بعض اوقات نیک افراد سے بھی غلطی ہو جاتی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: اَلتَّانِیْ مِنَ اللّٰہِ وَالْعُجْلَۃُ مِنَ الشَّیْطَانِ سوچ سمجھ کر کام کرنا اللہ کی طرف سے ہے اور جلد بازی شیطان کی طرف سے ہے۔ اس پچھتاوے سے بچنے کے لیے جس پر بعد میں ندامت اٹھانی پڑے اس سے پہلے تحقیق احوال بہتر ہے۔ اس آیت سے درج ذیل احکام ثابت ہوتے ہیں

1- اس آیت سے محدثین نے اصول حدیث وضع کیے ہیں جس سے احادیث کے صحیح، حسن اور ضعیف ہونے کی تحقیق کی جاتی ہے اور پھر انہیں قبول یا رَدّ کیا جاتا ہے۔

2- اس سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ افواہوں پر یقین نہ کیا جائے بلکہ تحقیق کے بعد قدم اٹھایا جائے۔

3- یہ آیت سائنس میں تحقیق کے لیے رہنما اصول کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ تحقیق سے سائنسی اور دوسرے مضامین میں ترقی ہو سکتی ہے۔

آیت نمبر 7: (الف) رسول اللہ پر اپنی رائے مسلط کرنا: اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رائے مسلط کرنا ٹھیک نہیں، اس سے تم مصیبت میں پڑ جاؤ گے۔ مثلاً غزوۂ احد میں آپؐ نے پچاس تیر اندازوں کو درہ نہ چھوڑنے کا حکم دیا تھا لیکن انہوں نے آپؐ کے حکم کو نہ مانا جس کی وجہ سے ایک جیتی ہوئی جنگ ہار گئے۔ اسی طرح ولید بن عقبہ کے معاملے میں بہت سے لوگوں کی رائے یہ تھی کہ بنی مصطلق کے خلاف فوری طور پر فوجی اقدام کیا جائے جبکہ حضور اکرمؐ کو اس اقدام کے کرنے میں تامل تھا۔ اس لیے اہل ایمان کو متنبہ کیا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے کو عام آدمی کی رائے نہیں سمجھنا چاہیے کہ اس سے اختلاف کیا جائے اور نبی کسی کی رائے کے پابند نہیں ہیں، نبیؐ نے غزوۂ احد میں رائے دی تھی کہ جنگ مدینہ میں رہ کر لڑی جائے لیکن مسلمانوں کی اکثریت کی رائے تھی کہ مدینہ سے باہر

جنگ لڑی جائے تو آپؐ نے لوگوں کی رائے کا احترام کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسلمانوں کو نقصان اٹھانا پڑا۔اس آیت کے دوسرے حصے میں واضح کیا گیا ہے کہ تمہارے درمیان اللہ کے رسولؐ موجود ہیں جو تمہاری مصلحتوں کو تم سے زیادہ جانتے ہیں۔ اس لیے ان کی رائے کے مقابلے میں اپنی رائے پر اصرار کرنا ایک بہت بڑی جسارت ہے۔

(ب) ایمان کی مرغوبیت: غرض اس بات کو واضح کر دیا گیا کہ اللہ نے تمہارے دلوں میں ایمان کو مرغوب بنا دیا اور کفر کو اس کے برعکس ناپسندیدہ بنادیا ہے تاکہ تم کفر، گناہ اور اللہ سے بغاوت کی طرف نہ جاؤ، آخر میں فرمایا: ''جن کے نزدیک ایمان محبوب اور کفر ناپسندیدہ ہے، وہی لوگ ہدایت یافتہ ہیں جو کفر سے نفرت کرتے ہیں اور ایمان کی رغبت رکھتے ہیں اور پھر اپنے ایمان پر استقامت دکھاتے ہیں۔'' حدیث مبارکہ ہے: ''ایمان کی حلاوت اور مٹھاس اس کو حاصل ہوگی جس میں تین باتیں پائی جائیں ایک یہ کہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت اسے باقی سب چیزوں کی محبت سے زیادہ ہو۔دوسرے یہ کہ اسے آدمی سے بھی محبت ہو تو صرف اللہ کے لیے ہو اور تیسرے یہ کہ ایمان کے بعد کفر کی طرف پلٹنے سے اسے اتنی نفرت اور ایسی اذیت ہو جیسی کہ آگ میں ڈالے جانے سے ہوتی ہے۔اس سے صحابہ کرامؓ کی عظمت بھی ثابت ہوتی ہے۔

آیت نمبر8: احسانِ خداوندی: پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اس نے تمہارے دلوں کو ایمان سے منور کر دیا ہے اور کفر سے نفرت دل میں بھر دی ہے۔اب اس آیت میں ایمان کی محبت اور کفر و نافرمانی سے نفرت کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ یہ اللہ کا تم پر احسان اور نعمت ہے جو تمہارے دلوں کے لیے آب حیات ہے،اس لیے اس پر اس کا جتنا شکر ادا کیا جائے کم ہے۔اللہ یہ احسان قسمت والوں پر کرتا ہے جیسا کہ ارشاد باری ہے: قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ (ابراہیم 14:11)ان کے رسولوں نے کہا ہم بھی تمہارے جیسے آدمی ہیں لیکن اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے احسان کرتا ہے۔اس کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ مومنین کے قلوب میں ایمان سے محبت اور کفر سے نفرت ہے۔آخر میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جاننے والا حکمت والا ہے۔یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فضل و کرم کوئی اندھی بندر بانٹ نہیں ہے بلکہ وہ یہ نعمت عظمیٰ جس کو بھی دیتا ہے حکمت کی بنیاد پر دیتا ہے اور اس کو اس کا بھی پورا علم ہے کہ کون اس کا مستحق ہے۔

آیت نمبر 9 تا 12 (اخوت)

وَاِنْ	طَآئِفَتٰنِ	مِنَ	الْمُؤْمِنِيْنَ	اقْتَتَلُوْا	فَاَصْلِحُوْا	بَيْنَهُمَا
اور اگر	دو گروہ	سے۔کے	مومن (جمع)	باہم لڑ پڑیں	پس تم صلح کرادو	ان دونوں کے درمیان

اور اگر مومنوں کے دو گروہ باہم لڑ پڑیں، تو تم ان دونوں کے درمیان صلح کرادو

فَاِنْ	بَغَتْ	اِحْدٰىهُمَا	عَلَى	الْاُخْرٰى	فَقَاتِلُوا	الَّتِيْ
پھر اگر	زیادتی کرے	ان دونوں میں سے ایک	پر	دوسرے	تو تم لڑو	اس سے جو

پھر اگر ان دونوں میں سے کوئی دوسرے پر زیادتی کرے تو تم زیادتی کرنے والے سے لڑو

تَبْغِيْ	حَتّٰي	تَفِيْٓءَ	اِلٰي	اَمْرِ	اللّٰهِ	فَاِنْ	فَآءَتْ	فَاَصْلِحُوْا
زیادتی کرتا ہے	یہاں تک کہ	رجوع کرے	طرف	حکم	الٰہی	پھر اگر	جب وہ رجوع کرلے	تو صلح کرادو تم

یہاں تک کہ وہ اللہ کے حکم کی طرف رجوع کرلے۔ پھر جب وہ رجوع کرلے، تو تم ان دونوں کے درمیان انصاف کے ساتھ صلح کرادو۔

بَيْنَهُمَا	بِالْعَدْلِ	وَاَقْسِطُوْا	اِنَّ	اللّٰهَ	يُحِبُّ	الْمُقْسِطِيْنَ۝
ان دونوں کے درمیان	عدل کے ساتھ	اور تم انصاف کرو	بے شک	اللہ	دوست رکھتا ہے	انصاف کرنے والے

بے شک اللہ انصاف کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

اِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	اِخْوَةٌ	فَاَصْلِحُوْا	بَيْنَ	اَخَوَيْكُمْ
اس کے سوا نہیں	مومن (جمع)	بھائی	پس صلح کرادو	درمیان	اپنے بھائیوں

بے شک سب مومن آپس میں بھائی بھائی ہیں، پس تم اپنے دو بھائیوں کے درمیان صلح کرادو

وَاتَّقُوا	اللّٰهَ	لَعَلَّكُمْ	تُرْحَمُوْنَ۝	يٰٓاَيُّهَا	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
اور ڈرو	اللہ	تاکہ تم پر	رحم کیا جائے	اے	جو لوگ	ایمان لائے

اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحم کیا جائے۔ اے مومنو! (تم میں سے)

لَا	يَسْخَرْ	قَوْمٌ	مِّنْ	قَوْمٍ	عَسٰٓي	اَنْ
نہ	مذاق اڑائے	ایک گروہ	سے	دوسرے گروہ	کیا عجب	کہ

ایک گروہ دوسرے گروہ کا مذاق نہ اڑائے، کیا عجب کہ

يَّكُوْنُوْا	خَيْرًا	مِّنْهُمْ	وَلَا	نِسَآءٌ	مِّنْ	نِّسَآءٍ
وہ ہوں	بہتر	ان سے	اور نہ	عورتیں	سے	عورتوں

وہ ان سے بہتر ہوں اور نہ عورتیں عورتوں کا مذاق اڑائیں

عَسٰٓي	اَنْ	يَّكُنَّ	خَيْرًا	مِّنْهُنَّ	وَلَا	تَلْمِزُوْٓا
کیا عجب	کہ	وہ (عورتیں) ہوں	بہتر	ان (عورتوں) سے	اور نہ	عیب لگاؤ

کیا عجب کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور ایک دوسرے پر عیب نہ لگاؤ

اَنْفُسَكُمْ	وَ	لَا تَنَابَزُوْا	بِالْاَلْقَابِ	بِئْسَ	الِاسْمُ	الْفُسُوْقُ
باہم ایک دوسرے	اور	باہم نہ چڑاؤ	برے القاب سے	برا	نام	گناہ

اور باہم برے القاب سے نہ چڑاؤ، ایمان کے بعد گناہ

بَعْدَ	الْاِیْمَانِ ج	وَمَنْ	لَّمْ	یَتُبْ	فَاُولٰٓئِكَ	هُمُ
بعد	ایمان	اور جو	نہ	توبہ کی	پس یہ لوگ	وہ

کا نام برا نام ہے، اور جو باز نہ آیا تو یہی لوگ

الظّٰلِمُوْنَ ۝	یٰٓاَیُّهَا	الَّذِیْنَ	اٰمَنُوا	اجْتَنِبُوْا	كَثِیْرًا	مِّنَ	الظَّنِّ ز	اِنَّ
ظالم	اے	جو لوگ	ایمان لائے	تم بچو	بہت سے	سے	گمانوں	بیشک

ظالم ہیں۔ اے مومنو! بہت سے گمانوں سے بچو۔ بے شک

بَعْضَ	الظَّنِّ	اِثْمٌ	وَّلَا	تَجَسَّسُوْا	وَلَا	یَغْتَبْ	بَّعْضُكُمْ	بَعْضًا ط
بعض	گمان	گناہ	اور نہ	جاسوسی کرو	اور نہ	غیبت کرے	تم میں سے (ایک)	بعض دوسرے کی

بعض گمان گناہ ہوتے ہیں اور ایک دوسرے کی جاسوسی میں نہ رہا کرو اور تم میں سے کوئی ایک دوسرے کی غیبت نہ کرے

اَ	یُحِبُّ	اَحَدُكُمْ	اَنْ	یَّاْكُلَ	لَحْمَ	اَخِیْهِ	مَیْتًا
کیا	پسند کرتا ہے	تم میں سے کوئی ایک	کہ	وہ کھائے	گوشت	اپنے بھائی کا	مردہ

کیا تم میں سے کوئی پسند کرتا ہے کہ وہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے

فَكَرِهْتُمُوْهُ ط	وَاتَّقُوا	اللّٰهَ ط	اِنَّ	اللّٰهَ	تَوَّابٌ	رَّحِیْمٌ ۝
پس تم اس سے کراہت کرو گے	اور ڈرو	اللہ سے	بے شک	اللہ	توبہ قبول کرنے والا	نہایت مہربان

تو تم اس سے کراہت کرو گے اور اللہ سے ڈرو۔ بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا نہایت مہربان ہے۔

عربی قواعد

فعل ماضی: بَغَتْ اِقْتَتَلُوْا فَآءَتْ اٰمَنُوْا

فَكَرِهْتُمُوْهُ میں كَرِهْتُ فعل ماضی اور ہ ضمیر

فعل مضارع: تَبْغِیْ تَفِیْءَ تَرْحَمُوْنَ یَكُوْنُوْا

یَّكُنَّ یَتُبْ یُحِبُّ یَاْكُلَ

فعل امر: اَصْلِحُوْا اِتَّقُوْا قَاتِلُوْا اَقْسِطُوْا اِجْتَنِبُوْا

فعل نہی: لَایَسْخَرْ لَا تَلْمِزُوْٓا لَاتَنَابَزُوْا لَاتَجَسَّسُوْا

لَایَغْتَبْ

مرکب اضافی:	بَیْنَهُمَا	اِحْدٰهُمَا	اَمْرِاللّٰهِ	اَخَوَیْکُمْ
	اَنْفُسَکُمْ	بَعْضَ الظَّنِّ	بَعْضُکُمْ	اَحَدُکُمْ
	لَحْمَ اَخِیْهِ	اَخِیْهِ		
ضمائر:	بَیْنَهُمَا میں هُمَا	مِنْهُمْ: مِنْ حرف جر هُمْ ضمیر		
	مِنْهُنَّ میں مِنْ	حرف جر هُنَّ ضمیر	اَنْفُسَکُمْ اور بَعْضُکُمْ میں کُمْ ضمیر	
	فَکَرِهْتُمُوْهُ	میں ہ ضمیر ہے		
حرف جر:	بِالْاَلْقَابِ میں با	عَلٰی، اِلٰی، بِالْعَدْلِ میں با		

تشریح

آیت نمبر 9: اسلام کے اصولِ صلح: اس آیت میں اہل ایمان کے دو گروہوں کے آپس میں لڑنے کی صورت میں اسلام کے اصولِ صلح بیان کیے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں:

1- اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان کے درمیان صلح کروانا دوسرے مسلمانوں پر فرض ہے کیونکہ نبیؐ نے فرمایا: ''کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتا دوں جس کا درجہ نماز، روزے اور زکوٰۃ سے بڑھ کر ہے''۔ صحابہؓ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ضرور فرمائیے۔ فرمایا: ''دو مسلمانوں میں آپس میں صلح کروا دینا سب سے افضل اور بہتر ہے''۔

2- دونوں گروہوں میں سے تحقیق کے بعد معلوم کرنا ضروری ہے کہ حق پر کون ہے پھر کسی کی بے جا حمایت نہ کی جائے۔ بلکہ انصاف سے صلح کروادی جائے۔

3- صلح کے بعد جو فریق عہدِ صلح توڑے اس کے خلاف صلح نہ توڑنے والے گروہ کے ساتھ مل کر لڑا جائے یہاں تک کہ باغی فریق صلح کی طرف لوٹ آئے یعنی یہ لڑائی باغی گروہ کو سزا دینے کے لیے نہیں ہوگی بلکہ اللہ کے حکم کی طرف لانے کے لیے ہوگی۔

4- اگر باغی فریق صلح پر آمادہ ہو تو دونوں کے درمیان انصاف سے صلح کروادی جائے۔ اس آیت کے آخر میں کہا گیا کہ اللہ انصاف کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔

آیت نمبر 10: اخوت: اس آیت میں پچھلی آیت کے مضمون کا تسلسل ہے اور اس آیت مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ (توبہ 71:9) اور مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے دوست ہیں اور یہ محبت اللہ پیدا کرتا ہے اللہ نے فرمایا اللہ نے ان کے دلوں میں محبت پیدا کر دی ہے اگر اس محبت کی خاطر آپ جو کچھ زمین میں ہے خرچ کر دیتے تو ان کے دلوں کے درمیان الفت پیدا نہ کر سکتے (انفال 63:8) ان کے درمیان اگر تنازع یا لڑائی ہو جائے تو ان کی آپس میں انصاف سے صلح کروادی جائے۔ صلح نہ کروانا ناقابل تلافی جرم ہے۔ مولانا مودودیؒ صاحب اس بارے میں لکھتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک مسلمانوں کا یہ کام نہیں کہ ان کی ملت کے دو گروہ آپس میں لڑ رہے ہوں اور وہ بیٹھے ان کی لڑائی کا تماشا دیکھ رہے ہوں۔ بلکہ یہ افسوس ناک صورت حال جب بھی پیدا ہو تمام اہل ایمان کو اس پر بے چین ہو جانا چاہیے۔ فریقین کو لڑائی سے باز رہنے کی تلقین کی

جائے۔انہیں خدا سے ڈرایا جائے۔ بااثر لوگ فریقین کے ذمہ دار آدمیوں سے جا کر ملیں۔نزاع کے اسباب معلوم کریں۔ وہ اپنی حد تک ہر وہ کوشش کریں جس سے ان کے درمیان مصالحت ہوسکتی ہے"(تفہیم القرآن:5/76) آگے فرمایا: اللہ سے ڈرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔یعنی صلح کروانا اللہ سے ڈرنے کا ثبوت ہے اور اللہ کی رحمت کے حصول کا مشروط ذریعہ بھی۔ گویا کہ اس آیت کے ذریعے سے مسلمانوں کی ایک عالمگیر برادری قائم کر دی گئی۔

آیت نمبر 11: اخوت کے منافی کام: اس آیت میں چند اہم امور کا ذکر کیا گیا ہے جو اخوت کے منافی ہیں اور جن سے نہ صرف باہمی تعلقات خراب ہوتے ہیں بلکہ بعض اوقات باہمی جنگ وجدل کے خوفناک مناظر بھی دیکھنے میں آتے ہیں۔اس لیے اس سلسلے میں مندرجہ ذیل ہدایات دی گئی ہیں:

1۔ ایک دوسرے کا مذاق نہ اڑایا جائے: اس مذاق سے مراد توہین آمیز مذاق ہے جس سے دوسرے کی شخصیت متاثر ہوتی ہے۔اس کے دل پر زخم لگتے ہیں۔اس میں عورتوں کو بھی کہا جا رہا ہے کہ وہ دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔مرد اور عورت کا ذکر الگ الگ کیا گیا ہے کیونکہ اسلام میں مخلوط تصور موجود نہیں کیونکہ مرد وزن کے اختلاط سے فتنے جنم لیتے ہیں۔

2۔ کسی پر عیب نہ لگائے جائیں: یعنی وہ عیب اور الزام کسی دوسرے پر نہ تھوپا جائے جو اس میں موجود نہ ہو۔یہ بھی توہین کی ایک شکل ہے۔اس لیے اسلام نے کسی پر عیب لگانے کی سخت مذمت کی ہے۔

3۔ کسی کو برے القاب سے نہ پکارا جائے: کسی کو برے القاب سے نہ پکارا جائے کیونکہ یہ بھی دوسرے کے وقار پر ضرب کاری ہے۔اس سے دوسروں کو چڑ آتی ہے اور ان کا دل پریشان ہوتا ہے۔اس سے بھی باہمی تعلقات خراب ہوتے ہیں۔

4۔برا نام نہ رکھا جائے: برے نام رکھنے سے بھی منع کیا گیا ہے کیونکہ برا نام رکھنا کسی کی توہین کے مترادف ہوتا ہے۔اس آیت میں برا نام رکھنے کو ایمان لانے کے بعد بدترین جرم قرار دیتے ہوئے اس سے منع کیا گیا ہے۔ان چاروں مذکورہ کاموں سے بچنا چاہیے۔کیونکہ یہ اخوت کے منافی ہیں جس سے تعلقات باہمی بری طرح متاثر ہوتے ہیں۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو لوگ ان کاموں سے توبہ نہیں کرتے وہ ظالم ہیں۔

آیت نمبر 12: اخوت کے منافی امور: اس آیت میں معاشرتی زندگی میں توڑ پیدا کرنے والے کاموں سے منع کیا گیا ہے جو درج ذیل ہیں:

1۔بدگمانی سے پرہیز: مسلمانوں کو دوسرے مسلمان کے بارے میں بدگمانی سے بچنا چاہیے۔کیونکہ اکثر بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔یہ ایسی ذہنی بیماری ہے جس کے نتیجے میں تعلقات کشیدہ ہوتے ہیں اور اخوت کا نظام تباہ ہو جاتا ہے۔اس گمانِ محض پر چلنا سخت گناہ ہے۔مولانا مودودی صاحب لکھتے ہیں: اپنے گمان کو مطلق العنان بنا کر رکھنا صرف ان لوگوں کا کام ہے جو خدا سے بے خوف اور آخرت کی باز پرس سے بے فکر ہیں۔(تفہیم القرآن 5/88)

2۔ٹوہ لگانے سے بچنا: اس آیت میں مسلمانوں کے نجی امور کی جاسوسی کرنا اور دوسروں کے عیوب تلاش کرنا تا کہ دوسروں کو ذلیل کیا جائے گناہ قرار دیا گیا ہے۔ارشاد نبویؐ ہے: "اگر تم لوگوں کی پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑ جاؤ گے تو تم انہیں اور بگاڑ دو گے"۔اس طرح ایک اور حدیث میں آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے کسی کا کوئی مخفی عیب دیکھ لیا اور پھر

اس پر پردہ ڈال دیا تو گویا اس نے ایک زندہ گاڑی ہوئی بچی کو موت کے منہ سے بچا لیا اور یہ بھی واضح رہے کہ تجسس کی ممانعت کا حکم صرف فرد تک ہی محدود نہیں ہے بلکہ اسلامی معاشرے اور حکومت کے لیے بھی یہی حکم ہے۔

3۔غیبت سے پرہیز: آخر میں بتایا گیا ہے کہ غیبت بھی منافی اخوت عظیم ترین گناہ ہے۔اس کی اہمیت کو سمجھنے کے لیے پہلے ہمیں غیبت کی تعریف متعین کرنا ہوگی۔سید مودودیؒ کے مطابق غیبت کی تعریف یہ ہے کہ آدمی کسی شخص کی پیٹھ پیچھے اس کے متعلق کوئی ایسی بات کہے جو اسے معلوم ہو تو اسے ناگوار گزرے۔یعنی کسی کو اُس کی غیر موجودگی میں برا کہنا غیبت کہلاتا ہے۔اس آیت میں اس فعل کو اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا گیا ہے اور حدیث میں آتا ہے کہ غیبت سے غیبت کرنے والے کے اعمال صالحہ خاموشی سے غیبت سے متاثرہ فرد کے کھاتے میں منتقل ہو جاتے ہیں۔ ایسے اعمال کے سرزد ہونے پر اللہ سے توبہ کرنی چاہیے، یہی تقویٰ کا تقاضا ہے۔

آیت نمبر13تا18(اعرابیوں کے دعوائے ایمان کا جائزہ)

يٰٓاَيُّهَا	النَّاسُ	اِنَّا	خَلَقْنٰكُمْ	مِّنْ	ذَكَرٍ	وَّاُنْثٰى	وَجَعَلْنٰكُمْ
اے	لوگو!	بے شک ہم نے	پیدا کیا تمہیں	سے	ایک مرد	اور ایک عورت	اور ہم نے بنایا تمہیں

اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا، اور ہم نے تمہاری ذاتیں اور قبیلے بنائے تاکہ تم ایک دوسرے

شُعُوْبًا	وَّقَبَآئِلَ	لِتَعَارَفُوْا ؕ	اِنَّ	اَكْرَمَكُمْ	عِنْدَ	اللّٰهِ	اَتْقٰكُمْ
ذاتیں	اور قبیلے	تاکہ تم شناخت کرو	بے شک	تم میں سب سے زیادہ عزت والا	نزدیک	اللہ	تم میں سب سے بڑا پرہیزگار

کی شناخت کرو، بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہے

اِنَّ	اللّٰهَ	عَلِيْمٌ	خَبِيْرٌ ۝	قَالَتِ	الْاَعْرَابُ	اٰمَنَّا ؕ	قُلْ	لَّمْ
بے شک	اللہ	جاننے والا	باخبر	کہتے ہیں	دیہاتی	ہم ایمان لائے	کہہ دیں	نہیں

بے شک اللہ جاننے والا خبردار ہے۔دیہاتی کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے، آپ فرما دیں تم ایمان نہیں لائے ہو

تُؤْمِنُوْا	وَلٰكِنْ	قُوْلُوْٓا	اَسْلَمْنَا	وَلَمَّا	يَدْخُلِ	الْاِيْمَانُ	فِيْ	قُلُوْبِكُمْ
تم ایمان لائے	اور لیکن	تم کہو	ہم اسلام لائے	اور ابھی نہیں	داخل ہوا	ایمان	میں	تمہارے دلوں

بلکہ تم کہو کہ ہم اسلام لائے ہیں اور تمہارے دلوں میں ایمان ابھی داخل نہیں ہوا

وَاِنْ	تُطِيْعُوا	اللّٰهَ	وَرَسُوْلَهٗ	لَا يَلِتْكُمْ	مِّنْ	اَعْمَالِكُمْ	شَيْئًا ؕ
اور اگر	تم اطاعت کرو	اللہ	اور اس کا رسول	تمہیں کمی نہ کرے گا	سے	تمہارے اعمال	کچھ بھی

اور اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو اللہ تمہارے اعمال سے کچھ بھی کمی نہیں کرے گا۔

إِنَّ	اللّٰهَ	غَفُوْرٌ	رَّحِيْمٌ ○	إِنَّمَا	الْمُؤْمِنُوْنَ	الَّذِيْنَ	اٰمَنُوْا
بے شک	اللہ	بخشنے والا	مہربان	اس کے سوا نہیں	مومن (جمع)	وہ لوگ جو	ایمان لائے

بے شک اللہ بخشنے والا، نہایت مہربان ہے۔ حقیقت میں مومن وہ لوگ ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لائے

بِاللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	ثُمَّ	لَمْ	يَرْتَابُوْا	وَجَاهَدُوْا	بِأَمْوَالِهِمْ	وَأَنْفُسِهِمْ
اللہ پر	اور اس کا رسول	پھر	نہ	پڑے شک میں وہ	اور انہوں نے جہاد کیا	اپنے مالوں سے	اور جانوں سے

پھر وہ شک میں نہ پڑے اور انہوں نے اپنے مالوں اور جانوں سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا،

فِيْ	سَبِيْلِ	اللّٰهِ	أُولٰئِكَ	هُمُ	الصّٰدِقُوْنَ ○	قُلْ	أَتُعَلِّمُوْنَ	اللّٰهَ
میں	راہ	اللہ	یہی لوگ	وہ	سچے	فرمادیں	کیا تم جتلاتے ہو	اللہ

یہی لوگ سچے ہیں۔ آپ فرمادیں کیا تم اللہ کو

بِدِيْنِكُمْ	وَاللّٰهُ	يَعْلَمُ	مَا	فِي	السَّمٰوٰتِ	وَمَا	فِي	الْأَرْضِ
اپنی دین داری	اور اللہ	جانتا ہے	جو	میں	آسمانوں	اور جو	میں	زمین

اپنی دین داری جتلاتے ہو؟ اور اللہ جانتا ہے جو آسمانوں میں اور جو زمین میں ہے

وَاللّٰهُ	بِكُلِّ	شَيْءٍ	عَلِيْمٌ ○	يَمُنُّوْنَ	عَلَيْكَ	أَنْ	أَسْلَمُوْا
اور اللہ	ہر ایک	چیز	جاننے والا	وہ احسان رکھتے ہیں	آپ پر	کہ	وہ اسلام لائے

اور اللہ ہر چیز کا جاننے والا ہے، وہ آپ پر احسان رکھتے ہیں کہ وہ اسلام لائے

قُلْ	لَّا	تَمُنُّوْا	عَلَيَّ	إِسْلَامَكُمْ	بَلِ	اللّٰهُ	يَمُنُّ
فرمادیں	نہیں	احسان رکھو تم	مجھ پر	اپنے اسلام لانے کا	بلکہ	اللہ	احسان رکھتا ہے

آپ فرمادیں تم مجھ پر اپنے اسلام لانے کا احسان نہ رکھو بلکہ اللہ تم پر احسان رکھتا ہے کہ

عَلَيْكُمْ	أَنْ	هَدٰىكُمْ	لِلْإِيْمَانِ	إِنْ	كُنْتُمْ	صٰدِقِيْنَ ○	إِنَّ
تم پر	کہ	اس نے ہدایت دی تمہیں	ایمان کی طرف	اگر	تم ہو	سچے	بے شک

اس نے تمہیں ایمان کی طرف ہدایت دی، اگر تم سچے ہو۔ بے شک

اللّٰهَ	يَعْلَمُ	غَيْبَ	السَّمٰوٰتِ	وَالْأَرْضِ	وَاللّٰهُ	بَصِيْرٌ	بِمَا	تَعْمَلُوْنَ ○
اللہ	وہ جانتا ہے	پوشیدہ باتیں	آسمانوں کی	اور زمین	اور اللہ	دیکھنے والا	وہ جو	تم کرتے ہو

اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں جانتا ہے اور اللہ دیکھنے والا ہے جو تم کرتے ہو۔

عربی قواعد

فعل ماضی:	جَعَلْنٰکُمْ میں جَعَلْنَا	فعل ماضی کُمْ ضمیر	قَالَتْ	خَلَقْنَا
	اٰمَنَّا	اَسْلَمْنَا	اٰمَنُوْا	اَسْلَمُوْا
	کُنْتُمْ	جَاهَدُوْا		
فعل مضارع:	تَعَارَفُوْا	تُؤْمِنُوْا	يَدْخُلُ	تُطِيْعُوْا
	يَلِتْ	يَرْتَابُوْا	تَعْلَمُوْنَ	يَعْلَمُ
	يَمُنُّوْنَ	يَمُنُّ		
فعل امر:	قُلْ	قُوْلُوْا		
فعل نہی:	لَاتَمُنُّوْا			
حرف جر:	فِيْ	مِنْ	عَلَيْكُمْ میں عَلَى	حرف جر کُمْ ضمیر
	لِلْاِيْمَانِ میں ل	بِمَا میں ب	بِاَمْوَالِهِمْ	با حرف جر هُمْ ضمیر
ضمائر:	بِاَمْوَالِهِمْ	اَنْفُسِهِمْ میں هُمْ	رَسُوْلِهٖ میں ہ	خَلَقْنٰكُمْ
	اَكْرَمَكُمْ	جَعَلْنٰكُمْ	اَتْقٰكُمْ	قُلُوْبِكُمْ
	اَعْمَالِكُمْ	بِدِيْنِكُمْ	اِسْلَامِكُمْ	عَلَيْكُمْ
	هَدٰكُمْ میں كُمْ	عَلَيْكَ میں عَلَى	حرف جر ك ضمیر	
مرکب اضافی:	اَكْرَمَكُمْ	عِنْدَاللّٰهِ	اَتْقٰكُمْ	قُلُوْبِكُمْ
	رَسُوْلِهٖ	اَمْوَالِهِمْ	اَنْفُسِهِمْ	سَبِيْلِ اللّٰهِ
	دِيْنِكُمْ	كُلِّ شَيْءٍ	اِسْلَامَكُمْ	غَيْبَ السَّمٰوٰتِ

تشریح

آیت نمبر13: انسانوں کی باهمی شناخت اور تقویٰ کی اهمیت: اس آیت مبارکہ میں اسلام کے اصول مساوات بتائے گئے ہیں کہ تمام انسان ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیے گئے ہیں گویا یہ سب برابر ہیں۔ قبائل اور گروہ اللہ تعالیٰ نے صرف پہچان کے لیے بنائے ہیں۔ ان کا تعلق فضیلت سے نہیں۔ اس سے قومیت کی جڑ کاٹی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے دوسرے مسلمانوں اور انسانوں کو حقیر سمجھا جاتا ہے اور بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں عزت کا معیار صرف اور صرف تقویٰ ہے۔ ہر متقی آدمی بے شک غریب ہو یا امیر، چھوٹے گروہ سے ہو یا بڑے گروہ سے قابل عزت ہے جبکہ برا آدمی نا قابل عزت ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی گروہ سے ہو۔ گویا کہ اس آیت کے ذریعے اس فساد کی جڑ کاٹ دی گئی ہے جو ہمیشہ دنیا کی تباہی کا سبب بنا رہا ہے، ارشاد نبویؐ ہے: تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے تھے، لوگ اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنا چھوڑ دیں ورنہ وہ اللہ کی نگاہ میں حقیر کیڑے سے زیادہ ذلیل ہوں گے (بزار) اور فرمایا: اللہ

قیامت کے روز تمہارا حسب نسب نہیں پوچھے گا، اللہ کے ہاں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو سب سے زیادہ پرہیز گار ہو (ابن جریر) یعنی نسل، رنگ، زبان، وطن اور قومیت کا تعصب اور اللہ کے نزدیک قابل عزت ہونے کا ایک ایسا معیار سامنے لایا گیا جس کو انسان اتفاقی نہیں بلکہ شعوری طور پر اختیار کر سکتا ہے کیونکہ نسل، رنگ، قومیت، زبان یا وطن کا ایک ہونا اتفاقی معاملہ ہوتا ہے اور کوئی آدمی شعوری طور پر اس کی کوشش نہیں کرتا۔

آیت نمبر 14: **ایمان اور اسلام**: اس آیت میں اسلام اور ایمان کا فرق بیان کیا گیا ہے۔ ایمان کا تعلق دل سے ہے جبکہ اسلام کا تعلق ظاہری اعمال سے ہے۔ مثلاً ہو سکتا ہے کہ لوگوں کے ظاہری اعمال مثلاً نماز ادا کرنا، روزہ رکھنا اور حج کرنا ان کے مسلمان ہونے کی علامت ہوں لیکن ضروری نہیں کہ ان کے دل بھی اسلام پر مطمئن ہوں۔ منافق مسلمان ایسے ہی تھے۔ ان کے دل میں ایمان نہیں تھا لیکن ظاہری طور پر مسلمان تھے۔ جبکہ بعض اوقات ظاہری اعمال سے کوتاہی برتنے والا بھی مومن ہو سکتا ہے۔ اس لیے ایسے اعرابی لوگوں سے کہا گیا کہ تم مسلمان ہو، مومن نہیں ہو کیونکہ تمہارے دلوں میں ایمان نہیں اترا۔ اسی آیت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر تم اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرو گے تو تمہارے اعمال میں کمی نہیں کی جائے گی اور اللہ تعالیٰ تمہیں بخش دے گا۔ اس آیت کے نزول کے وقت صورت حال یہ تھی کہ اگرچہ عرب کے اکثر قبائل مسلمان ہو چکے تھے لیکن ان میں سے چند ایسے بھی تھے جو دل سے مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی قوت دیکھ کر انہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور پھر حضور اکرمؐ کے پاس آ کر اپنے مختلف مطالبات پیش کرتے اور ان کا انداز گفتگو ایسا ہوتا گویا کہ انہوں نے اسلام قبول کر کے اللہ اور اس کے رسولؐ پر کوئی احسان کیا ہے۔

آیت نمبر 15: **مومنین کی نشانیاں**: اس آیت مبارکہ میں مومنین کی نشانیاں بیان کی گئی ہیں جو درج ذیل ہیں:

1۔ **اللہ اور رسولؐ پر ایمان**: مومنوں کی پہلی نشانی یہ ہے کہ وہ اللہ اور رسولؐ پر ایمان لاتے ہیں اور دل و جان سے ان دونوں ہستیوں پر یقین رکھتے ہیں اور ان کی محبت ان کے دلوں میں رچ بس جاتی ہے اور بالآخر یہ چیز ان کے دل اور ذہن پر چھا بھی جاتی ہے۔ یہی چیز انہیں ہر چیز کو اسلام کی راہ میں قربان کر دینے پر آمادہ کرتی ہے۔ اللہ نے خود فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ (انفال 8:8) اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو اور اس سے نہ پھرو۔

2۔ **شک نہ کرنا**: ان دونوں ہستیوں پر ایمان لانے کے بعد شکوک و شبہات میں نہیں پڑتے بلکہ ہر وہ چیز جو شک پیدا کرے اس کے قریب بھی نہیں جاتے اور اللہ اور اس کے رسولؐ پر غیر متزلزل ایمان رکھتے ہیں۔ ان کا دل دونوں ہستیوں کی طرف سے مطمئن ہوتا ہے۔ یہی اطمینان ان کے لیے کی مضبوطی کا باعث ہوتا ہے اور ان کی زندگی کو اسلام پر عمل کے لیے آسان بناتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَزْدَادَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِيْمَانًا وَّلَا يَرْتَابَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْمُؤْمِنُوْنَ (مدثر 31:74) اہل ایمان کا ایمان بڑھ جاتا ہے اور اہل کتاب اور مومن شک نہیں کرتے۔

3۔ **اللہ کے راستے میں جہاد**: مومنوں کی تیسری نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اللہ کے راستے میں مال اور جان سے جہاد کرتے ہیں۔ یہ دونوں قیمتی متاع اللہ کے لیے قربان کر دیتے ہیں اور اس بڑے امتحان میں کامیابی حاصل کرتے ہیں۔ اس طرح اپنے ایمان کی سچائی کی دلیل فراہم کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ (توبہ 20:9) جو لوگ

ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے راستے میں اپنے اموال اور اپنی جانوں سے جہاد کرتے ہیں ان کا اللہ کے نزدیک بڑا مرتبہ ہے اور یہی لوگ کامیاب ہیں۔ اس لیے احادیث میں جہاد کی بہت فضیلت بیان کی گئی ہے۔ مثلاً فرمایا: (i) راہِ حق میں شہید ہونے والے کا قطرۂ خون زمین پر بعد میں گرتا ہے اور اس کے تمام گناہ پہلے معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (ii) جہاد فی سبیل اللہ کی ایک صبح یا شام دنیا کی تمام نعمتوں سے افضل ہے۔

آیت نمبر16: ایمان لانے کا احسان جتلانا: اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ تم اللہ پر اسلام قبول کرنے کا احسان رکھتے ہو اور اپنی دین داری پر فخر کرتے ہو۔ اس طرح کی حرکات عام طور پر وہ لوگ کرتے ہیں جن کے دل میں اسلام پوری طرح اترا نہیں ہوتا اور اس کی عظمت ان کے دل میں جاگزیں نہیں ہوتی۔ اس کے علاوہ اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت بھی ان کے دل میں پختہ نہیں ہوتی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طرح کے لوگ تربیت سے محروم اور کم عقل لوگ ہوتے ہیں۔ حالانکہ اللہ کا تم پر یہ احسان ہے کہ اس نے تمہیں دین قبول کرنے کی توفیق دی۔ تمہاری اس حرکت کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہے اور وہ تمہارے دلوں کے حال کو جانتا ہے۔ اللہ تو آسمانوں پر اور زمین میں تمام چیزوں کے متعلق جانتا ہے بلکہ کائنات کی ہر چیز اس کے احاطۂ علم میں ہے۔

آیت نمبر17: رسولؐ پر اپنے ایمان کا احسان: اس سے پہلی آیت میں تنبیہ کی گئی ہے کہ تم اللہ پر اپنے دین کے قبول کرنے کا احسان رکھتے ہو جبکہ اس آیت میں اسی چیز کو رسولؐ کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ وہ تم پر اپنے اسلام لانے کا احسان دھرتے ہیں اس لیے اے نبیؐ آپؐ کو چاہیے کہ آپؐ ان سے کہہ دیں کہ تم بے شک اسلام قبول نہ کرو اور یہ احسان نہ کرو مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ اللہ کا تم پر احسان ہے کہ جس کی توفیق سے تم مسلمان ہو۔ اس لیے اگر تم سچے ہو تو اللہ کی اس نعمت کا اقرار کرو۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب اس بارے میں لکھتے ہیں: اس سے یہ حقیقت واضح ہوئی کہ دین کی کوئی چھوٹی یا بڑی خدمت کر کے کوئی شخص نہ اللہ و رسولؐ پر کوئی احسان کرتا ہے نہ دین پر بلکہ وہ خود اپنے اوپر احسان کرتا ہے کہ اپنی عاقبت سنوارتا ہے۔ احسان، درحقیقت اس کے اوپر اللہ کا ہوتا ہے کہ وہ اس کو اپنے دین کی خدمت کی توفیق دے اس کے لیے ابدی فیروزمندی کی راہ کھولتا ہے''۔ (تدبر قرآن 522/7)

آیت نمبر18: علم غیب: اس آیت میں بتایا گیا ہے کہ تمام آسمانوں اور زمین کے پوشیدہ راز صرف اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ وہ عالم الغیب ہے۔ زمین و آسمانوں کی کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں اور اللہ تمہارے اعمال کو بھی دیکھ رہا ہے۔ اس لیے نیک کام کرو کیونکہ تمہارے سارے اعمال اس کی نظر میں ہیں اور اللہ تعالیٰ کے عالم الغیب ہونے کی اس خوبی کو قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے مثلاً سورۃ الحشر میں ارشاد فرمایا: **عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ** (الحشر 22:59) ''کھلی اور چھپی ہر چیز کا جاننے والا وہ سب سے زیادہ رحم کرنے والا ہے'' اور عالم الغیب کی یہ خوبی صرف اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ کوئی نبی بھی اس میں اس کا شریک نہیں کجا کہ کوئی دوسرا شخص کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام پوشیدہ چیزوں سے آگاہ ہے۔ وہ ہمارے تمام اعمال سے اچھی طرح واقف ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے اعمال ایسے کرنے چاہئیں کہ اللہ کے سامنے شرمندگی نہ ہو۔

(6) حقوق العباد (سورہ انعام آیت نمبر 151 تا 153)

قُلْ	تَعَالَوْا	اَتْلُ	مَا	حَرَّمَ	رَبُّكُمْ	عَلَيْكُمْ	اَلَّا	تُشْرِكُوْا
کہہ دو	آؤ	میں پڑھوں	جو	حرام کیا	تمہارے رب	تم پر	خبردار نہ	تم شرک کرو

آپ فرما دیجیے کہ میں پڑھ کر سناؤں جو اللہ نے تم پر حرام کیا ہے خبردار تم

بِهٖ	شَيْئًا	وَّبِالْوَالِدَيْنِ	اِحْسَانًا	وَلَا تَقْتُلُوْا	اَوْلَادَكُمْ
اس کے ساتھ	کسی چیز میں	اور والدین کے ساتھ	احسان	اور نہ تم قتل کرو	اپنی اولاد کو

اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اپنی اولاد کو

مِّنْ	اِمْلَاقٍ	نَحْنُ	نَرْزُقُكُمْ	وَاِيَّاهُمْ	وَلَا تَقْرَبُوا	الْفَوَاحِشَ
سے	بھوک	ہم	تم کو رزق دیں گے	اور انھیں بھی	اور نہ قریب جاؤ	فحاشی کے کام

بھوک کے ڈر سے قتل مت کرو۔ ہم تم کو بھی رزق دیں گے اور ان کو بھی اور بے حیائی کی باتوں

مَا	ظَهَرَ	مِنْهَا	وَمَا	بَطَنَ	وَلَا تَقْتُلُوا	النَّفْسَ	الَّتِيْ	حَرَّمَ	اللّٰهُ
جو	ظاہر ہوں	ان سے	اور جو	چھپی ہوں	اور نہ قتل کرو	جان	جس کو	حرام کیا	اللہ نے

کے قریب مت جاؤ جو ان سے ظاہر ہوں یا جو چھپی ہوں اور اس جان کو جسے اللہ نے حرام کیا

اِلَّا	بِالْحَقِّ	ذٰلِكُمْ	وَصّٰكُمْ	بِهٖ	لَعَلَّكُمْ	تَعْقِلُوْنَ ○
مگر	حق کے ساتھ	تمہارے لیے	حکم دیا تمہیں	اس کی	شاید کہ تم	عقل سے کام لو

قتل نہ کرو مگر حق کے ساتھ۔ یہ وہ باتیں ہیں جس کا تمہیں حکم دیا ہے تاکہ تم عقل سے کام لو۔ (انعام 6:151)

عربی قواعد

فعل ماضی: ظَهَرَ بَطَنَ حَرَّمَ

وَصّٰكُمْ میں وَصّٰى فعل ماضی كُمْ ضمیر

فعل مضارع: تُشْرِكُوْا نَرْزُقُكُمْ میں نَرْزُقُ فعل مضارع كُمْ ضمیر

تَعْقِلُوْنَ اَتْلُ

فعل امر: قُلْ تَعَالَوْا

فعل نہی: لَاتَقْرَبُوْا اَلَّاتُشْرِكُوْا میں لَاتُشْرِكُوْا فعل نہی لَاتَقْتُلُوْا

مرکب اضافی: رَبُّكُمْ اَوْلَادَكُمْ

حرف جر: بِالْحَقِّ میں ب بِالْوَالِدَیْنِ میں ب بِہٖ: ب حرف جر ہ ضمیر

مِنْهَا میں مِنْ حرف جر هَا ضمیر عَلَیْکُمْ میں عَلٰی حرف جر کُمْ ضمیر

ضمائر: رَبُّکُمْ اَوْلَادَکُمْ نَرْزُقُکُمْ ذٰلِکُمْ

وَصّٰکُمْ اور لَعَلَّکُمْ میں کُمْ نَحْنُ اِیَّاهُمْ ضمیر

تشریح

اس آیت کریمہ میں حقوق العباد کا تذکرہ کیا گیا، اسلام میں ان کی بہت اہمیت ہے۔ ان کی تفصیل حسب ذیل ہے:

1- **شرک نہ کرنا:** پہلی چیز جس سے روکا گیا ہے وہ شرک نہ کرنے کا حکم ہے۔ یہ سب سے بڑا گناہ ہے۔ چنانچہ قرآن حکیم میں ہے: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ، (لقمن 13:31) بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

2- **والدین کے ساتھ حسن سلوک:** دوسرے جس چیز کا حکم دیا گیا وہ یہ ہے کہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے کیونکہ یہ اللہ کے بعد انسان کے سب سے بڑے محسن ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَا اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا (بنی اسرائیل 23:17) اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو اگر تمہارے سامنے ان میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اظہار بیزاری نہ ہو حتیٰ کہ انہیں اف تک نہ کہا جائے اور نہ جھڑکا ہی جائے بلکہ دونوں سے نہایت نرم اور کریمانہ لہجے میں بات کی جائے۔"

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے پوچھا سب سے افضل اور بہتر عمل کون سا ہے۔ آپؐ نے فرمایا: نماز کو اس کے وقت پر پڑھنا، فرماتے ہیں میں نے پھر سوال کیا اس کے بعد کون سا عمل افضل ہے؟ تو فرمایا: والدین کے ساتھ اچھا سلوک۔

3- **قتل اولاد:** تیسرا حکم یہ دیا گیا ہے کہ اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرو، ان کو بھی اللہ تعالیٰ رزق دے گا اس لیے دور جہالت میں بھی اور آج بھی یہ خیال موجود ہے کہ اولاد کم پیدا کرو وسائل تو موجود نہیں جبکہ اللہ نے اپنا اصول بیان فرمایا کہ ہم سب کو رزق دیتے ہیں، اس لیے رزق کے سلسلے میں خوف میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّمَا تُنْصَرُوْنَ وَتُرْزَقُوْنَ بِضُعَفَاءِ كُمْ، بے شک تمہارے کمزور لوگوں کے طفیل تمہاری نصرت و مدد کی جاتی ہے اور رزق بھی انہی کے سبب دیا جاتا ہے۔ اولاد کی بہ انداز احسن تربیت نہ کرنا بھی ان کا قتل ہے۔ اس لیے ان کی دینی تربیت بہت ضروری ہے۔

4- **فواحش سے پرہیز:** چوتھی بات جس کا حکم دیا گیا ہے وہ فواحش سے پرہیز ہے۔ اس سے مراد بے حیائی کی وہ چیزیں ہیں جو خواہ ظاہر ہوں یا چھپی ہوئی ہوں۔ اس لیے اللہ نے فرمایا: قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّیَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَبَطَنَ (اعراف 33:7) آپؐ کہہ دیں اللہ نے ظاہر اور چھپی ہوئی بے حیائی کو حرام کیا ہے۔ اس میں تمام چھوٹے بڑے گناہ شامل ہیں۔ فحاشی زنا تک لے جاتی ہے، جس سے معاشرے میں جنسی انارکی اور اخلاقی برائیاں پھیلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰی اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً وَّسَآءَ سَبِیْلًا (بنی اسرائیل 32:17) اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے

شک یہ بے حیائی ہے اور برا راستہ ہے۔

5- **قتلِ ناحق:** پانچویں چیز جس سے منع کیا گیا ہے وہ قتلِ ناحق ہے۔قتل کی سزا دنیا میں قتل اور آخرت میں ہمیشہ دوزخ میں رہنا ہے۔ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ (بنی اسرائیل 33:17) اور کسی جان کو حق سے سوا قتل نہ کرو جسے اللہ نے حرام کیا ہے۔صرف تین گناہوں کی وجہ سے انسان کو قتل کیا جا سکتا ہے۔حدیث مبارکہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا: کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین چیزوں سے، ایک یہ کہ وہ شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری میں مبتلا ہو جائے۔دوسرے یہ کہ اس نے کسی کو ناحق قتل کیا ہو، اس کے قصاص میں مارا جائے۔تیسرے یہ کہ اپنا دین حق چھوڑ کر مرتد ہو گیا ہو۔ (بخاری)

وَ	لَا	تَقْرَبُوْا	مَالَ	الْيَتِيْمِ	اِلَّا	بِالَّتِيْ	هِيَ	اَحْسَنُ
اور	نہ	قریب جاؤ	مال	یتیم	مگر	ایسے جو	وہ	بہترین

اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ مگر ایسے طریقے سے جو بہتر ہو

حَتّٰى	يَبْلُغَ	اَشُدَّهٗ	وَ	اَوْفُوا	الْكَيْلَ	وَ	الْمِيْزَانَ	بِالْقِسْطِ
یہاں تک کہ	پہنچ جائے	اپنی جوانی	اور	تم پورا کرو	ناپ	اور	تول	انصاف کے ساتھ

یہاں تک کہ وہ اپنی جوانی کو پہنچ جائے اور انصاف کے ساتھ ناپ تول پورا کرو

لَا	نُكَلِّفُ	نَفْسًا	اِلَّا	وُسْعَهَا	وَ	اِذَا	قُلْتُمْ	فَاعْدِلُوْا
نہیں	ہم تکلیف دیتے	کسی کو	مگر	اس کی وسعت	اور	جب	تم بات کرو	تو انصاف کرو

ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے (بوجھ نہیں ڈالتے) مگر اس کی طاقت کے مطابق اور جب بات کرو تو انصاف کرو

وَلَوْ كَانَ	ذَا قُرْبٰى	وَ	بِعَهْدِ	اللّٰهِ	اَوْفُوْا	ذٰلِكُمْ	وَصّٰكُمْ	بِهٖ
اور اگر چہ ہو	رشتہ دار	اور	عہد	اللہ	پورا کرو	یہ	اس نے تمہیں حکم دیا	اس کا

خواہ رشتہ دار (کا معاملہ) ہو اور اللہ کا عہد پورا کرو، اس نے تمہیں یہ حکم دیا ہے

لَعَلَّكُمْ	تَذَكَّرُوْنَ	وَ	اَنَّ	هٰذَا	صِرَاطِيْ	مُسْتَقِيْمًا	فَاتَّبِعُوْهُ
تاکہ تم	نصیحت پکڑو	اور	یہ کہ	یہ	راستہ میرا	سیدھا	پس اس پر چلو

تاکہ تم نصیحت پکڑو۔اور یہ کہ میرا راستہ سیدھا ہے پس اس پر چلو

وَ	لَا	تَتَّبِعُوا	السُّبُلَ	فَتَفَرَّقَ	بِكُمْ	عَنْ	سَبِيْلِهٖ	ذٰلِكُمْ	وَصّٰكُمْ	بِهٖ
اور	نہ	چلو	راستے	پس جدا کر دیں	تمہیں	سے	اس کا راستہ	یہ	حکم دیا	اس کا

اور دوسرے راستوں پر نہ چلو، وہ تمہیں اس راستہ سے جدا (دور) کر دیں گے جس کا اس نے تمہیں حکم دیا

لَعَلَّكُمْ	تَتَّقُوْنَ ○
تا کہ تم	پرہیزگاری اختیار کرو

تا کہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔(انعام6:153-152)

عربی قواعد

فعل ماضی: كَانَ

فعل مضارع: يَبْلُغَ، نُكَلِّفُ، تَتَّقُوْنَ، تَذَكَّرُوْنَ

فعل نہی: لَاتَقْرَبُوْا، لَاتَتَّبِعُوْا

فعل امر: اَوْفُوْا، فَاتَّبِعُوْهُ میں اِتَّبِعُوْا فعل نہی ہ ضمیر

قُلْتُمْ میں قُلْ فعل امر تُمْ ضمیر

مرکب اضافی: اَشُدَّهٗ، مَالَ الْيَتِيْمِ، بِعَهْدِ اللّٰهِ میں بِ حرف جر اور عَهْدِاللّٰهِ مرکب اضافی، ذَاقُرْبٰی، سَبِيْلِهٖ

حرف جر: بِالْقِسْطِ میں بِا، بِعَهْدِاللّٰهِ میں بِ، عَنْ

ضمائر: هِيَ، هٰذَا، اَشُدَّهٗ میں ہ ضمیر، وُسْعَهَا میں ھا ضمیر

قُلْتُمْ میں قُلْ فعل امر تُمْ ضمیر، ذٰلِكُمْ، وَصّٰكُمْ

لَعَلَّكُمْ، بِكُمْ میں كُمْ، سَبِيْلِهٖ میں ہ ضمیر

تشریح

آیت نمبر152: اس آیت میں بھی مختلف معاشرتی احکامات دیے گئے ہیں۔جن کی تفصیل درج ذیل ہے:

1-مال یتیم نہ کھانا: یتیم کے مال کے پاس مستحسن طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے سے نہ جاؤ یعنی اس کا مال نہ کھاؤ حتیٰ کہ وہ جوانی تک پہنچ جائے۔اس کا یہ مطلب نہیں کہ جوانی تک پہنچنے کے بعد مستحسن طریقے کے علاوہ کسی اور طریقے سے یتیم کا مال جائز ہو جائے گا بلکہ یہ اس لیے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ سن رشد تک پہنچنے کے بعد یتیم اپنے مال کا خود مالک ہو جائے گا اور وارث سے اس کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی۔ مستحسن طریقے سے مراد ایسا طریقہ ہے جو بے غرضی، نیک نیتی اور یتیم کی بھلائی اور خیر خواہی پر مبنی ہو اور جس پر خدا اور خلق کسی کی طرف سے تم پر اعتراض نہ ہو۔یتیم کی کفالت کا بیان کرتے ہوئے نبیؐ نے فرمایا: اَنَا وَكَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ میں اور یتیم کا سرپرست جنت میں ہوں گے۔

2-ناپ تول میں انصاف: اس کے بعد اس آیت میں اگلا حکم ناپ تول برابر رکھنے کے بارے میں دیا گیا۔ناپ تول میں کمی کرنا یعنی لیتے وقت تو پورا لینا اور دیتے وقت ڈنڈی مار کر دوسرے کو کم دینا ایک انتہائی پست اور اخلاق سے گری ہوئی بات ہے۔اس آیت میں ہر طرح کی تجارتی بددیانتی سے منع کیا گیا ہے مثلاً بعض چیزیں ناپ کر دی جاتی ہیں مثلاً کپڑا

تو اس کو کھینچ کر بڑا نہ کیا جائے اور کچھ چیزیں تول کر دی جاتی ہیں مثلاً غلہ وغیرہ۔ اس لیے اللہ نے فرمایا: وَاَقِيْمُوا الْوَزْنَ بِالْقِسْطِ وَلَا تُخْسِرُوا الْمِيْزَانَ (رحمٰن 55:9) اور وزن انصاف کے مطابق پورا کرو اور ناپ تول میں کمی نہ کرو۔ لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ یہ بیماری انسانی معاشرے کا شروع سے المیہ رہی ہے بلکہ قوم شعیبؑ کی تباہی کی وجہ ہی ناپ تول میں کمی تھی کہ وہ من حیث القوم اس بیماری میں مبتلا تھے۔ ارشاد باری ہے: وَيْلٌ لِّلْمُطَفِّفِيْنَ o (المطففین 83:1) ان لوگوں کے لیے تباہی ہے جو کم تولتے اور ناپتے ہیں۔ اس لیے یہاں پر اس سے منع کرتے ہوئے انصاف سے ناپ تول کرنے کا حکم دیا گیا۔ بھول چوک یا نادانستہ کمی بیشی پر اس سے باز پرس نہ ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ فرمایا: وَاَوْفُوا الْكَيْلَ اِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوْا بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيْمِ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (بنی اسرائیل 17:35) اور جب ناپ تول کرنے لگو تو پیمانہ پورا بھرا کرو اور ترازو سیدھی رکھ کر تولا کرو یہ بہت اچھی بات اور انجام کے لحاظ سے بہت بہتر ہے۔

3-**طاقت کے مطابق تکلیف دینا:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اسلام کے تمام اعمال کے لیے ایک معیار مقرر کر دیا ہے کیونکہ انسان صلاحیتوں، طاقت اور حالات کے اعتبار سے مختلف درجات کے حامل ہوتے ہیں۔ اس لیے اس آیت کا مطلب ہے کہ انسان کو اپنی طاقت کے مطابق اسلامی تعلیمات پر بھرپور عمل کرنا چاہیے کیونکہ اللہ طاقت سے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا اور جو چیز انسان کی طاقت سے باہر ہے اللہ اس پر گرفت نہیں کرے گا۔ مثلاً صحابہ میں درجات فضیلت ہیں مثلاً ہر شخص حضرت ابوبکرؓ نہ بن سکا اور نہ حضرت عمرؓ۔

4-**حق و انصاف کی بات کہنا:** اس کے بعد انصاف کی بات کہنے کا حکم ہے، جب بھی بات کرو تو انصاف کی کرو چاہے معاملہ تمہارے رشتہ دار کا ہی کیوں نہ ہو یعنی ہر معاملے میں یہ دیکھو کہ کون سا شخص حق پر ہے اور پھر اس کا بھرپور ساتھ دو۔ یہ مت دیکھو کہ چونکہ یہ شخص میرا رشتہ دار ہے اس لیے میں اس کا ساتھ دوں گا چاہے وہ باطل پر ہی کیوں نہ ہو اور یہ بات ایک واضح حقیقت کے طور پر دنیا کے سامنے آ چکی ہے کہ اگر آج ہم اس اصول پر عمل کریں تو بہت سے معاشرتی مسائل چند لمحات میں ختم ہو جائیں۔ مولانا مودودیؒ صاحب حق کی شہادت چھپانے کے بارے میں لکھتے ہیں: ''یہودیوں کے بارے میں اللہ کی سنت پوری ہو چکی اور اب ہم مجرموں کے کٹہرے میں کھڑے ہیں اور ہمارے ساتھ اس کی کوئی رشتہ داری نہیں کہ ہم اس جرم کا ارتکاب کریں اور سزا سے بچ جائیں۔ حقیقت ہے کہ ہم حق کی شہادت دینے میں جتنی جتنی کوتاہی کرتے گئے اور باطل کی شہادت دینے میں ہمارا قدم جس رفتار سے آگے بڑھ رہا ہے ٹھیک اسی رفتار سے ہم گرتے چلے گئے ہیں۔ پچھلی ایک صدی کے اندر مسلمان قومیں مغلوب و محکوم ہوتی چلی گئیں۔ مسلمان کا نام ذلت و مسکنت کا نشان بن گیا (شہادت حق ص 17) اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ (بقرہ 2:283) اور شہادت کو نہ چھپاؤ اور جس نے اسے چھپایا پس بے شک اس کا دل گنہگار ہوا۔

5-**اللہ سے عہد کو پورا کرنا:** اس کے بعد اللہ سے کیے گئے عہد کو پورا کرنے کا حکم ہے۔ سید مودودیؒ کے نزدیک اللہ کے عہد سے مراد وہ عہد بھی ہے جو انسان خدا سے کرے اور وہ بھی جو خدا کا نام لے کر انسانوں سے کرے اور ایک عہد وہ بھی ہے جو انسان اور خدا اور انسان اور انسان کے درمیان اس وقت اپنے آپ بندھ جاتا ہے جب انسان انسانی

سوسائٹی میں پیدا ہوتا ہے۔ اس کے بعد ان ہدایات کا مقصد بیان کیا گیا ہے کہ ان کے ذریعے سے تمہیں نصیحت حاصل ہو اور تم انہیں یاد رکھو۔ یعنی یہ صرف پڑھنے کی چیزیں نہیں ہیں بلکہ عملی زندگی میں نافذ کرنے والی چیزیں ہیں۔ بہر حال اللہ سے کیا گیا عہد ہر حال میں پورا کرنا چاہیے۔ ارشاد باری ہے: وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا اور اللہ سے عہد کو پورا کرو اس کا تعلق چاہے اللہ سے ہو یا انسانوں سے۔ اس لیے ارشاد نبویؐ ہے: لَا اِيْمَانَ لِمَنْ لَّا عَهْدَلَهٗ جس میں وعدے کا ایفا نہیں اس کا ایمان نہیں۔

آیت نمبر153: صراط مستقیم: اس آیت میں صراط مستقیم کی وضاحت کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ یہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم بھی اس پر چلو۔ صراط مستقیم کو واحد کے صیغے سے بیان کیا گیا ہے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ اللہ کی، قرآن کی اور رسول اللہ ﷺ کی راہ ایک ہی ہے۔ ایک سے زیادہ نہیں اور امت مسلمہ کو اسی ایک راہ کی پیروی کرنا ہوگی ورنہ اس کو تنبیہ کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیا گیا کہ اگر اس راستے سے ہٹ کر کسی اور راستے پر چلے تو اس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ وہ خدا کی راہ سے دور ہو جائیں گے۔ گویا کہ خدا کی رہنمائی کو قبول نہ کرنے کے دو بڑے نقصانات ہیں۔ ایک تو یہ کہ ہر دوسرے راستہ کی پیروی انسان کو اس صراط مستقیم سے ہٹا دیتی ہے جو خدا کے قرب اور اس کی رضا تک پہنچنے کا ایک ہی ذریعہ ہے اور دوسرے یہ کہ اس راہ سے ہٹتے ہی بہت سی پگڈنڈیاں انسان کے سامنے آجاتی ہیں جن میں بھٹک کر انسانیت تباہ ہو کر رہ جاتی ہے۔ اس کے ساتھ اس آیت کا مقصد بھی بیان کر دیا گیا کہ صراط مستقیم اس لیے تمہارے سامنے واضح کی گئی ہے تا کہ تم پرہیزگاری اختیار کرو۔ اس لیے اللہ نے مسلمانوں کو سیدھے راستے کے لیے اللہ سے دعا کرنے کا حکم دیا ہے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ (فاتحہ 5:1) اے اللہ ہمیں سیدھی راہ دکھا۔ اس سے فرقہ پرستی کی مذمت بھی نکلتی ہے کیونکہ یہ بھی صراط مستقیم چھوڑنے کا نتیجہ ہوتی ہے۔ سیدھی راہ ایک ہی ہے، حدیث میں ہے کہ: حضورؐ نے ہاتھ سے ایک سیدھی لکیر کھینچی اور فرمایا: یہ اللہ کی سیدھی راہ ہے پھر آپؐ نے اس کے دائیں بائیں مزید لکیریں کھینچیں پھر فرمایا ان میں سے ہر ایک پر شیطان بیٹھا ہے جو لوگوں کو جہنم کی طرف بلاتا ہے، اس کے بعد آپؐ نے سیدھی لکیر پر ہاتھ رکھا اور یہ آیت (زیر مطالعہ) تلاوت کی۔ (مسند احمد)

(7) آداب معاشرت (مومنوں کی صفات) (سورہ فرقان آیت نمبر63تا77)

الْاَرْضِ	عَلَى	يَمْشُوْنَ	الَّذِيْنَ	الرَّحْمٰنِ	عِبَادُ	وَ
زمین	پر	چلتے ہیں	وہ جو کہ	رحمٰن	بندے	اور

اور رحمٰن کے بندے وہ ہیں جو زمین پر آہستہ آہستہ چلتے ہیں

سَلٰمًا ○	قَالُوْا	الْجٰهِلُوْنَ	خَاطَبَهُمُ	اِذَا	وَّ	هَوْنًا
سلام	وہ کہتے ہیں	جاہل (جمع)	ان سے بات کرتے ہیں	جب	اور	آہستہ آہستہ

اور جب جاہل ان سے بات کرتے ہیں تو وہ بس سلام کہتے ہیں

وَ	الَّذِيْنَ	يَبِيْتُوْنَ	لِرَبِّهِمْ	سُجَّدًا	وَّ	قِيَامًا
اور	وہ جو	رات کاٹتے ہیں	اپنے رب کے لیے	سجدہ کرتے	اور	قیام کرتے

اور وہ اپنے رب کے لیے رات کاٹتے ہیں (عبادت اور تضرع میں) سجدہ کرتے اور قیام کرتے ہیں۔

وَ	الَّذِيْنَ	يَقُوْلُوْنَ	رَبَّنَا	اصْرِفْ	عَنَّا	عَذَابَ	جَهَنَّمَ
اور	وہ جو	کہتے ہیں	اے ہمارے رب	پھیر دے	ہم سے	عذاب	جہنم

اور وہ جو کہتے ہیں اے ہمارے رب! ہم سے جہنم کا عذاب پھیر دے

إِنَّ	عَذَابَهَا	كَانَ	غَرَامًا	إِنَّهَا	سَاءَتْ	مُسْتَقَرًّا	وَّ	مُقَامًا
بے شک	اس کا عذاب	ہے	لازم ہو جانے والا	بے شک وہ	بری	ٹھہرنے کی جگہ	اور	برا مقام

بے شک اس کا عذاب لازم ہو جانے والا ہے (جدا نہ ہونے والا ہے)۔ بے شک وہ ٹھہرنے کی بری جگہ ہے اور برا مقام ہے۔

وَ	الَّذِيْنَ	إِذَا	أَنْفَقُوْا	لَمْ يُسْرِفُوْا	وَلَمْ	يَقْتُرُوْا	وَ	كَانَ
اور	وہ لوگ جو	جب	وہ خرچ کرتے ہیں	نہ فضول خرچی کرتے ہیں	اور نہ	تنگی کرتے ہیں	اور	ہے

اور وہ لوگ کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں نہ فضول خرچی کرتے ہیں اور نہ تنگی کرتے ہیں

بَيْنَ	ذٰلِكَ	قَوَامًا	وَالَّذِيْنَ	لَا	يَدْعُوْنَ	مَعَ	اللّٰهِ
اس کے	درمیان	اعتدال	اور وہ جو	نہیں	پکارتے	ساتھ	اللہ

(ان کی روش) اس کے درمیان اعتدال کی ہے۔ اور وہ جو اللہ کے ساتھ نہیں پکارتے

إِلٰهًا	اٰخَرَ	وَ	لَا	يَقْتُلُوْنَ	النَّفْسَ	الَّتِيْ	حَرَّمَ	اللّٰهُ
کوئی معبود	دوسرا	اور	نہیں	وہ قتل کرتے	جان	جسے	حرام کیا	اللہ

دوسرا (کوئی اور) معبود اور اس جان کو قتل نہیں کرتے جسے (قتل کرنا) اللہ نے حرام کیا ہے

إِلَّا	بِالْحَقِّ	وَ	لَا	يَزْنُوْنَ	وَ	مَنْ	يَّفْعَلْ	ذٰلِكَ	يَلْقَ	أَثَامًا
مگر	حق کے ساتھ	اور	نہیں	زنا کرتے	اور	جو	کرے گا	یہ	دوچار ہوگا	بڑی سزا

مگر جہاں حق ہو اور وہ زنا نہیں کرتے اور جو یہ کرے گا وہ بڑی سزا سے دوچار ہوگا۔

يُّضٰعَفْ	لَهُ	الْعَذَابُ	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	وَ	يَخْلُدْ	فِيْهِ	مُهَانًا
دوچند کر دیا جائے گا	اس کے لیے	عذاب	روز	قیامت	اور	وہ ہمیشہ رہے گا	اس میں	خوار ہو کر

روزِ قیامت اس کے لیے عذاب دوچند کر دیا جائے گا اور وہ اس میں ہمیشہ خوار ہو کر رہے گا۔

اِلَّا	مَنْ	تَابَ	وَ	اٰمَنَ	وَ	عَمِلَ	عَمَلًا	صَالِحًا
سوائے	جس نے	توبہ کی	اور	وہ ایمان لایا	اور	عمل کیے اس نے	عمل	نیک

سوائے اس کے جس نے توبہ کی اور وہ ایمان لایا اور اس نے نیک عمل کیے

فَاُولٰٓئِكَ	يُبَدِّلُ	اللّٰهُ	سَيِّاٰتِهِمْ	حَسَنٰتٍ	وَ	كَانَ	اللّٰهُ	غَفُوْرًا	رَّحِيْمًا۝
پس یہ لوگ	بدل دے گا	اللہ	ان کی برائیاں	بھلائیوں سے	اور	ہے	اللہ	بخشنے والا	نہایت مہربان

پس اللہ ان لوگوں کی برائیاں بدل دے گا بھلائیوں سے اور اللہ بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔

وَ	مَنْ	تَابَ	وَ	عَمِلَ	صَالِحًا	فَاِنَّهٗ	يَتُوْبُ	اِلَى	اللّٰهِ	مَتَابًا۝
اور	جس نے	توبہ کی	اور	عمل کیے	نیک	تو بے شک وہ	وہ رجوع کرتا ہے	کی طرف	اللہ	رجوع کرنے کا مقام

اور جس نے توبہ کی اور نیک عمل کیے تو بے شک وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے (جیسے) رجوع کرنے کا مقام (حق) ہے۔

وَ	الَّذِيْنَ	لَا	يَشْهَدُوْنَ	الزُّوْرَ	وَ	اِذَا	مَرُّوْا	بِاللَّغْوِ	مَرُّوْا	كِرَامًا۝
اور	وہ لوگ جو	نہیں	گواہی دیتے	جھوٹ	اور	جب	گزریں	بیہودہ سے	گزرتے ہیں	بزرگانہ

اور وہ لوگ جو جھوٹ کی گواہی نہیں دیتے اور جب بے ہودہ چیزوں کے پاس سے گزریں تو سنجیدگی سے گزرتے ہیں

وَ	الَّذِيْنَ	اِذَا	ذُكِّرُوْا	بِاٰيٰتِ	رَبِّهِمْ	لَمْ	يَخِرُّوْا
اور	وہ لوگ جو	جب	انہیں نصیحت کی جاتی ہے	احکام سے	ان کے رب	نہیں	گر پڑتے

اور وہ لوگ کہ جب انہیں رب کے احکام سے نصیحت کی جاتی ہے

عَلَيْهَا	صُمًّا	وَّ	عُمْيَانًا۝	وَ	الَّذِيْنَ	يَقُوْلُوْنَ
ان پر	بہروں کی طرح	اور	اندھوں کی طرح	اور	وہ لوگ جو	کہتے ہیں وہ

تو وہ ان پر بہروں اور اندھوں کی طرح نہیں گر پڑتے اور وہ لوگ جو کہتے ہیں

رَبَّنَا	هَبْ	لَنَا	مِنْ	اَزْوَاجِنَا	وَ	ذُرِّيّٰتِنَا	قُرَّةَ	اَعْيُنٍ
اے ہمارے رب	فرما	ہمیں	سے	ہماری بیویاں	اور	ہماری اولاد	ٹھنڈک	آنکھوں کی

اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور ہماری اولاد سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما

وَّ	اجْعَلْنَا	لِلْمُتَّقِيْنَ	اِمَامًا۝	اُولٰٓئِكَ	يُجْزَوْنَ	الْغُرْفَةَ	بِمَا	صَبَرُوْا
اور	بنا دے ہمیں	پرہیزگاروں کا	پیشوا	یہ لوگ	انعام دیے جائیں گے	بالا خانے	ان کے	صبر کی بدولت

اور ہمیں پرہیزگاروں کا پیشوا بنا دے۔ ان لوگوں کو ان کے صبر کی بدولت (جنت کے) بالا خانے انعام میں دیے جائیں گے

وَ	يُلَقَّوْنَ	فِيْهَا	تَحِيَّةً	وَّ	سَلٰمًا ۙ	خٰلِدِيْنَ	فِيْهَا
اور	استقبال کیے جائیں گے	اس میں	دعائے خیر	اور	سلام	وہ ہمیشہ رہیں گے	اس میں

اور وہ اس میں دعائے خیر اور سلام سے استقبال کیے جائیں گے۔ وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے

حَسُنَتْ	مُسْتَقَرًّا	وَّ	مُقَامًا ۝	قُلْ	مَا	يَعْبَؤُا	بِكُمْ	رَبِّيْ
اچھی ہے	آرام گاہ	اور	مسکن	فرما دیں	نہیں	پرواہ رکھتا	تمہاری	میرا رب

(کیا ہی) یہ اچھی آرام گاہ اور اچھا مسکن ہے۔ آپ فرما دیں اگر تم اس کو نہ پکارو تو میرا رب

لَوْ	لَا	دُعَآؤُكُمْ	فَقَدْ	كَذَّبْتُمْ	فَسَوْفَ	يَكُوْنُ	لِزَامًا ۝
اگر	نہ	پکارو تم	تم نے	جھٹلایا	پس عنقریب	ہوگی	لازمی

تمہاری پروا نہیں رکھتا تم نے اُسے جھٹلایا، پس عنقریب (اس کی سزا) لازمی ہوگی۔ (فرقان: 77-63)

عربی قواعد

فعل ماضی: خَاطَبَهُمْ میں خَاطَبَ فعل ماضی هُمْ ضمیر قَالُوْا

كَانَ سَآءَتْ اَنْفَقُوْا تَابَ

اٰمَنَ عَمِلَ مَرُّوْا ذُكِّرُوْا

صَبَرُوْا حَسُنَتْ كَذَّبْتُمْ میں كَذَّبَ فعل ماضی

فعل مضارع: يَمْشُوْنَ يَبِيْتُوْنَ يَقُوْلُوْنَ يَدْعُوْنَ

يَقْتُلُوْنَ يَزْنُوْنَ يَفْعَلُ يَلْقَ

يَخْلُدْ يُضٰعَفْ يُبَدِّلُ يَتُوْبُ

يَقُوْلُوْنَ يُجْزَوْنَ يُلَقَّوْنَ يَعْبَؤُ

يَكُوْنُ يَشْهَدُوْنَ يَخِرُّوْا

فعل امر: اِصْرِفْ هَبْ اِجْعَلْنَا میں اِجْعَلْ قُلْ

مرکب اضافی: عِبَادُ الرَّحْمٰنِ لِرَبِّهِمْ میں لِ حرف جر رَبِّهِمْ عَذَابَهَا

عَذَابَ جَهَنَّمَ بَيْنَ ذٰلِكَ مَعَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ

سَيِّاٰتِهِمْ اٰيٰتِ رَبِّهِمْ رَبَّنَا اَزْوَاجِنَا

ذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ رَبِّيْ دُعَآؤُكُمْ

مرکب توصیفی: اِلٰهًا اٰخَرَ عَمَلًا صَالِحًا

حرف جر: عَلَى عَنَّا میں عَنْ حرف جر نَا ضمیر بِالْحَقِّ میں بِا اِلَى
بِاللَّغْوِ میں بَا بِاٰيٰتِ میں بَا عَلَيْهَا میں عَلَى حرف جر هَا ضمیر
لِلْمُتَّقِيْنَ میں لِ بِمَا میں بِ
ضمائر: اِنَّهَا میں هَا عَذَابَهَا میں هَا سَيِّاٰتِهِمْ میں هُمْ
لَنَا: لِ حرف جر نَا ضمیر فِيْهَا: فِيْ حرف جر هَا ضمیر

تشریح

ان آیات مبارکہ میں آدابِ معاشرت بیان کیے گئے ہیں اور یہ مومنوں کی صفات بھی ہیں اس لیے آیت وار ان کی صفات بیان کی جاتی ہیں:

آیت نمبر63: مومنین کی چال: اس آیت میں دو چیزیں بیان کی گئی ہیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے: سورۃ فرقان مکی سورت ہے اور اس میں مخالفین کے مختلف اعتراضات کا جواب دینے کے بعد مومنین کی اخلاقی خوبیاں بیان کی گئی ہیں۔ گویا کہ مومنین اور کافروں دونوں کے سامنے انسانوں کو پرکھنے کا ایک معیار رکھ دیا گیا ہے۔ مومنین کے سامنے اس طرح کہ وہ اپنے آپ کو اس معیار کے مطابق ڈھالیں اور کفار کے سامنے اس طرح کہ وہ اس معیار کے مطابق پرکھ کر دیکھ لیں کہ کون صحیح راہ پر ہے اور کون غلط راہ پر۔

اس سلسلے میں سب سے پہلے مومنین کی پہلی صفت زیر بحث لاتے ہوئے ارشاد فرمایا گیا کہ خدا کے بندے وہ ہیں جو زمین پر ہمیشہ نرمی سے، عاجزی سے، انکساری سے اور دبے پاؤں چلتے ہیں۔ یعنی ان کے چلنے کے انداز میں تکبر اور غرور کا شائبہ تک نہیں ہوتا بلکہ ان کے چلنے کا انداز صاف طور پر بتاتا ہے کہ یہ سلیم الطبع اور نیک فطرت انسان ہیں لیکن نرم چال یا عاجزی والی چال سے مریضانہ چال مراد لینا غلط ہوگا بلکہ مومنین کی چال ایسی ہوتی ہے جس میں عاجزی وانکساری تو ہوتی ہے لیکن وہ مضبوط قدم رکھتے ہوئے چلتے ہیں۔ خود حضور اکرمؐ کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپؐ چلتے وقت اس طرح مضبوط قدم رکھتے تھے گویا نشیب کی طرف اتر رہے ہوں۔ حضرت عمرؓ نے ایک جوان شخص کو مریل چال چلتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کیا تم بیمار ہو؟ جب اس نے انکار کیا تو آپؓ نے دُرّہ اٹھا کر اس کو دھمکایا اور کہا کہ پوری قوت سے چلو۔ اس سے معلوم ہوا کہ عاجزی کی چال سے مراد مریضانہ چال نہیں بلکہ ایسی چال ہے جس میں ایک وقار اور شان تو ہو لیکن تکبر نہ ہو۔

لیکن سوال یہ ہے کہ انسان کی چال میں کون سی ایسی غیر معمولی بات ہے کہ جس کی بنا پر مومنین کی خوبیاں بیان کرتے وقت اسے سب سے پہلے بیان کیا گیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ حقیقت میں انسان کی چال ہی انسان کے مزاج، اس کی شخصیت اور اس کے سیرت وکردار کی اولین ترجمان ہوتی ہے اور اس کے چلنے کے انداز سے ہی آدمی اندازہ کر لیتا ہے کہ یہ شریف اور حلیم الطبع انسان ہے یا متکبر اور شرپسند۔ اس لیے سورۃ لقمان میں ارشاد فرمایا گیا: وَ اقْصِدْ فِيْ مَشْيِكَ (لقمٰن 18:31) اور اپنی چال میں اعتدال اختیار کر۔ اور سورۃ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا گیا: وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا (بنی اسرائیل 37:17) اور زمین پر اکڑ کر نہ چلو۔

2- جہلاء سے اندازِ گفتگو: اس کے بعد اس آیت میں مومنین کی دوسری صفت یہ بیان کی گئی ہے کہ جب ان سے جاہل لوگ بحث مباحثہ پر اتر آتے ہیں تو وہ نہایت نرمی اور وقار سے بات کو ختم کر کے سلام کر کے چلے جاتے ہیں۔ واضح

رہے کہ یہاں پر جاہل سے مراد کم علم یا بے علم شخص نہیں ہے بلکہ وہ شخص ہے جو دوسرے سے بحث مباحثہ کرتے ہوئے جہالت کا انداز کرے اور بدتمیزی اور بداخلاقی پر اتر آئے۔ اس صورت میں رحمان کے بندوں کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ گالی کا جواب گالی سے اور بہتان کا جواب بہتان سے نہیں دیتے بلکہ حتی الامکان حد تک بات کو سلجھانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن جب دیکھتے ہیں کہ بات کو سلجھانا ان کے بس میں نہیں رہا تو وہ سلام کر کے یعنی بات ختم کر کے وہاں سے چل دیتے ہیں۔ اس چیز کو دوسری جگہ اس انداز میں بیان کیا گیا ہے: وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ (القصص55:28) ''اور وہ جب کوئی لغو بات سنتے ہیں تو منہ پھیر کر چل دیتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے اعمال ہمارے لیے اور تمہارے اعمال تمہارے لیے تم پر سلام ہو، ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔''

آیت نمبر 64 مومنین کی راتیں: اس آیت میں مومنین کی تیسری صفت بیان کرتے ہوئے ان کی راتوں کی زندگی کو بیان کیا گیا ہے۔ گویا اس سے پہلے والی زندگی ان کی دن کی زندگی تھی کہ وہ عاجزی اور انکساری سے چلتے ہیں اور جاہلوں کے منہ نہیں لگتے اور اب ان کی رات کی زندگی پیش نظر ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ان کی راتیں اپنے رب کے سامنے سجدے اور قیام کی حالت میں گزرتی ہیں۔ اہل جہالت کی طرح ان کی راتیں لہو ولعب، عیاشی، ناچ گانوں اور افسانہ گوئیوں میں نہیں گزرتیں بلکہ اس کے برعکس یہ معاشرے کے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو اپنی راتوں کو کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں خدا کی عبادت کرتے ہوئے گزار دیتے ہیں۔ مومنین کی اس صفت کا قرآن مجید میں بے شمار جگہ ذکر آیا ہے مثلاً سورۂ سجدہ میں ارشاد فرمایا: تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (السجدہ17:32) ''ان کی پٹھیں بستروں سے علیحدہ رہتی ہیں اپنے رب کو خوف اور طمع کے ساتھ پکارتے رہتے ہیں۔'' اور سورۂ زمر میں ارشاد فرمایا: اَمَّنْ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيْلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحْذَرُ الْاٰخِرَةَ وَ يَرْجُوْا رَحْمَةَ رَبِّهٖ (الزمر9:39) ''کیا وہ شخص جو راتوں کے اوقات کو سجدے اور قیام کی حالت میں گزارتا ہے آخرت سے ڈرتا ہے اور اپنے رب سے رحمت کی توقع رکھتا ہے۔ (کیا وہ مشرک کے برابر ہو سکتا ہے)'' غرض یہ کہ مومن کی اگر دن کی زندگی اس کے معاشرتی کردار کی پختگی کی علامت ہے تو اس کی راتوں کی زندگی اپنے رب سے راز و نیاز کی روادار ہے۔ نبی کریمؐ رات کو اتنی عبادت کرتے تھے کہ آپؐ کے پاؤں سوج جاتے تھے۔ ارشاد نبویؐ ہے: تہجد کی پابندی کرو کیونکہ تم سے پہلے بھی نیک بندوں کی یہی عادت رہی (ترمذی، تفسیر مظہری) اس لیے نماز تہجد رات کی عبادات میں سب سے افضل ہے اس لیے نبیؐ نے فرمایا: نِعْمَ الْعَبْدُ عَبْدُ اللّٰهِ لَوْ كَانَ يُصَلِّيْ بِاللَّيْلِ عبداللہ بن عمرؓ بہت اچھے بندے ہوتے اگر وہ نماز تہجد ادا کرتے۔

آیت نمبر 65 مومنین کی دعا: ان آیتوں میں مومنین کی اس صفت کو واضح کیا گیا ہے جو ان کی اس عبادت گزاری کے بدلے میں جس کا ذکر پچھلی آیت میں کیا گیا پیدا ہوتی ہے اور بیان کیا گیا کہ مومنین کی یہ عبادت گزاری، یہ شب بیداری ان کے اندر کوئی فخر، تکبر، گھمنڈ یا غرور پیدا نہیں کرتی بلکہ جتنا زیادہ وہ رحمٰن کے آگے جھکتے ہیں اتنا ہی زیادہ ان کے اندر رحمٰن کا خوف پیدا ہو جاتا ہے۔ اگر ایک طرف رحمٰن کی رحمت کی توقع رکھتے ہیں تو دوسری طرف اس کے خوف سے لرزتے بھی رہتے ہیں کہ کہیں اپنے اعمال کی کمزوری کی وجہ سے اس کے عذاب میں گرفتار نہ ہو جائیں۔ وہ اپنے تقویٰ کی بنیاد پر جنت حاصل کرنے کا دعویٰ نہیں کرتے بلکہ محض اپنے رب کی رحمت کی آس پر حاصل کر لینے کی توقع رکھتے ہیں۔ اسی لیے اس قدر عبادت گزاری کے باوجود ان کے لبوں پر یہی دعا ہوتی ہے کہ اے ہمارے پروردگار! دوزخ کا عذاب ہم سے دور ہی رکھنا

کیونکہ اس کا عذاب جان کو چمٹ جانے والا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (بقرہ 24:2) جہنم کی اس آگ سے بچو جس کا ایندھن لوگ اور پتھر ہیں۔ غرضیکہ دوزخ سے نجات اور جنت کے حصول کے لیے مومنین کا اعتماد اپنے عمل پر نہیں بلکہ اپنے رب کے فضل وکرم پر ہوتا ہے۔

آیت نمبر 66: جہنم بُرا ٹھکانہ: اس آیت میں فرمایا گیا ہے کہ جہنم بہت برا ٹھکانہ ہے اس لیے اس سے پہلی آیت میں اس کے عذاب سے پناہ مانگی گئی ہے۔ اس جگہ مقام اور مستقر دو نام استعمال ہوئے ہیں۔ مولانا امین احسن اصلاحی صاحب نے مقام سے عارضی ٹھکانہ اور مستقر سے مستقل ٹھکانہ مراد لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: مطلب یہ ہے کہ جہنم ایک ایسی ہولناک جگہ ہے کہ مستقل مستقر کی حیثیت سے تو درکنار ایک عارضی منزل کی حیثیت سے بھی گوارا کیے جانے کے قابل نہیں حالانکہ کوئی بری سے بری جگہ بھی ایسی ہوسکتی ہے کہ کسی پہلو سے وہ وقتی طور پر گوارا کی جاسکے۔ (تدبر قرآن 5/487) ایک حدیث میں آتا ہے کہ: جہنمی ایک ہزار سال تک جہنم میں چلاتا رہے گا، اسے اللہ کے حضور پیش کیا جائے گا، اللہ اس سے پوچھے گا تو کیسی جگہ میں ہے، یہ کہے گا اے میرے خدایا یہ ٹھہرنے کی بھی بری جگہ ہے اور سونے بیٹھنے کی بھی بری جگہ ہے (تفسیر ابن کثیر) اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو متنبہ کرتے ہوئے فرمایا: فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ (بقرہ 24:2) پس اس آگ سے بچو جس کا ایندھن برے لوگ اور پتھر ہیں۔ اس کے علاوہ اللہ نے فرمایا: وَمَأْوٰهُمْ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمِهَادُ (رعد 18:13) اور ان کا ٹھکانا جہنم ہے اور یہ ہی برا ٹھکانا ہے۔

آیت نمبر 67 مومنین کا انداز خرچ: اس آیت میں مومنین کی صفت بیان کرتے ہوئے ان کے اندازِ خرچ پر تبصرہ کیا گیا ہے اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ اس انداز سے خرچ کرتے ہیں کہ نہ تو وہ فضول خرچی اور اسراف ہوتا ہے اور نہ ہی بخل بلکہ ان دونوں کے درمیان رہتے ہوئے معتدل طریقے سے خرچ کرتے ہیں۔ اس چیز کو سمجھنے کے لیے پہلے ہمیں اسراف اور بخل کے فرق کو سمجھ لینا چاہیے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے اسراف سے تین چیزیں مراد ہیں۔ ایک تو یہ کہ انسان ناجائز اور حرام کام کے لیے پیسہ خرچ کرے۔ چاہے وہ ایک پیسہ ہی کیوں نہ ہو، اسلامی نقطۂ نظر سے وہ اسراف ہوگا۔ دوسرے جائز اور حلال کام کے لیے خرچ کرنا لیکن اپنی استطاعت سے بڑھ کر خرچ کرنا یا اپنی بے تحاشا دولت کو صرف اپنے عیش اور ٹھاٹھ باٹھ کے لیے خرچ کرنا۔ تیسرے یہ کہ نیکی کے کام میں خرچ کرنا لیکن مقصد اللہ کی راہ میں خرچ کرنا نہ ہو بلکہ لوگوں کی نگاہ میں سخی کا مقام حاصل کرنا ہو۔ اس کے برخلاف بخیلی یہ ہے کہ انسان اپنی استطاعت کے مطابق بھی اپنی اور اپنے اہل وعیال کی جائز ضروریات پوری نہ کرے اور دوسرے یہ کہ نیکی کے کام کے لیے وہ ایک پیسہ بھی خرچ نہ کرے۔ مومنین کا انداز خرچ یہ ہوتا ہے کہ وہ نہ اسراف سے خرچ کرتے ہیں اور نہ بخیلی کا انداز اختیار کرتے ہیں بلکہ ان دونوں کے درمیان رہتے ہوئے اعتدال کی راہ اختیار کرتے ہیں اور یہ اعتدال کی راہ وہی راہ ہے جس کی طرف حضور اکرمؐ نے اس حدیث میں اشارہ کیا ہے۔ **من فقه الرجل قصده في معيشته** اپنی معیشت میں اعتدال اختیار کرنا انسان کے عقل مند ہونے کی علامتوں میں سے ہے۔ (احمد وطبرانی بروایت ابوالدرداء) ایک اور جگہ ارشاد نبویؐ ہے: مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ: وہ شخص محتاج نہیں ہوگا جس نے میانہ روی اختیار کی۔ اللہ تعالیٰ نے خرچ کے معاملے میں بڑی جامع بات کہی ہے: وَلَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُولَةً إِلٰى عُنُقِكَ وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُومًا مَّحْسُورًا (بنی اسرائیل 29:17) اور نہ اپنا ہاتھ اپنی گردن سے باندھ رکھ اور نہ اسے پورا کھول دے کہ پھر ملامت کیا ہوا اور عاجز بن کے بیٹھ رہے۔

آیت نمبر68 تین بڑے گناہ: اس آیت میں تین بڑے گناہوں کے بارے میں بیان کیا گیا ہے۔ جو درج ذیل ہیں:

(الف) شرک (ب) ناجائز قتل (ج) زنا

اس آیت اور حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ تین گناہ سب سے بڑے ہیں:

(الف) شرک: شرک بہت بڑا گناہ ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ (لقمٰن 13:31) شرک بہت بڑا ظلم ہے۔ یہ ایک ایسا گناہ ہے جو کبھی اللہ تعالیٰ معاف نہیں کرتا۔ اس کے علاوہ باقی تمام گناہ قابل معافی ہیں۔ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَادُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (نساء4:48) بے شک اللہ تعالیٰ اپنے ساتھ شرک کو معاف نہیں کرتا اور اس کے علاوہ جسے جو وہ چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔

جہاں تک شرک کا معاملہ ہے تو اسلام کی تعلیمات اس سلسلے میں اتنی واضح اور مکمل ہیں کہ اس کو سمجھنے میں کوئی الجھن پیش نہیں آسکتی۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اعمال میں کسی ہستی کو کسی بھی انداز سے شریک کرنا شرک ہے اور مومنین کی خوبی یہی ہے کہ وہ ہر قسم کے شرک سے اجتناب کرتے ہیں۔

(ب) ناحق قتل: اس کے بعد مومنین کی یہ خوبی بیان کی گئی ہے کہ وہ ناجائز قتل سے بچتے ہیں۔ واضح رہے کہ اسلام میں قتل صرف تین صورتوں میں جائز ہے اور وہ حسب ذیل ہیں:

(الف) اگر کوئی شخص اسلام قبول کرنے کے بعد مرتد ہو جائے۔

(ب) شادی شدہ شخص بدکاری کا ارتکاب کرے۔ (ج) قصاص میں قتل۔

ان تین صورتوں کے علاوہ باقی ہر صورت میں قتل ناجائز ہوگا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّلَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا (نساء4:93) اور جو کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کرتا ہے پس اس کی جزا جہنم ہے اور اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس پر اللہ کا غضب اور لعنت ہے اور اس کے لیے بڑا عذاب تیار کیا گیا ہے اور ان صورتوں میں بھی اقدام قتل کا اختیار حکومت کے پاس ہوگا نہ کہ ہر شخص کے پاس۔ غرض مومنین کی خوبی یہ ہے کہ ناجائز قتل کا ارتکاب نہیں کرتے۔

(ج) زنا: اس میں تیسرا گناہ زنا ہے جو بہت بڑا اخلاقی جرم ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَاتَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ؕ وَسَآءَ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل 32:17) اور زنا کے قریب نہ جاؤ بے شک وہ بڑا بے حیائی اور برا راستہ ہے۔ اس لیے زانی اور زانیہ کی سزا اللہ تعالیٰ نے یہ بیان کی ہے۔ اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ (نور 2:24) زانیہ اور زانی دونوں کو سو کوڑے مارو۔ یہ غیر شادی شدہ مرد اور عورت کی سزا ہے جبکہ شادی شدہ مرد اور عورت کی سزا پتھر مار مار کر ختم کر دینا ہے یعنی قتل ہے۔

اس آیت کی بہترین تفسیر اس حدیث میں ملتی ہے جسے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے روایت کیا ہے کہ آپؐ سے پوچھا گیا کہ سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔'' پوچھا گیا اس کے بعد کون سا گناہ بڑا ہے؟ فرمایا: اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کرنا کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ پوچھا گیا اس کے بعد کون سا؟ آپؐ نے فرمایا یہ کہ تو اپنے پڑوسی کی بیوی سے زنا کرے۔ پھر آپؐ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی۔

آیت نمبر69: اس آیت میں اس کے بعد اس شخص کا انجام بیان کیا گیا ہے جو آیت نمبر 68 میں بیان کردہ اعمال کا ارتکاب کرے گا اس کو قیامت والے دن دہرا عذاب دیا جائے گا اور وہ ذلت وخواری کے ساتھ ہمیشہ وہیں رہے گا کیونکہ بعض عذاب ذلت والے نہیں ہوتے۔

دہرے عذاب سے یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ اس کے عذاب کا سلسلہ ٹوٹنے نہیں پائے گا اور یہ بھی مراد لیا جا سکتا ہے کہ جو عمل جتنی دفعہ کیا ہوگا اتنی دفعہ اس کو عذاب بھی ملے گا۔ مثلاً اگر کوئی زانی تھا تو اس کو مکمل زنا کا عذاب ایک ہی دفعہ نہیں ملے گا بلکہ جتنی دفعہ اس نے یہ عمل کیا ہوگا اتنی دفعہ اس کو عذاب ملے گا۔ مولانا مودودی صاحب فرماتے ہیں: اس کے دو مطلب ہوسکتے ہیں؛ ایک یہ کہ عذاب کا سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے گا بلکہ پے در پے جاری رہے گا، دوسرے یہ کہ جو شخص کفر یا شرک یا دہریت والحاد کے ساتھ قتل اور زنا اور دوسری معصیتوں کا بوجھ لیے ہوئے جائے گا اس کو بغاوت کی سزا الگ ملے گی اور ایک ایک جرم کی سزا الگ الگ ملے گی۔ اس کا ہر چھوٹا بڑا قصور حساب میں آئے گا، کوئی ایک خطا بھی معاف نہیں ہوگی (تفہیم القرآن 3/ 467) دعا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں عذاب دوزخ سے بچائے۔ (آمین)

آیت نمبر70 قبولیت توبہ: انسان کو بداعمالی کی سزا کے طور پر جہنم کی وعید سنانے کے بعد اب قبولیتِ توبہ کی بشارت دی جا رہی ہے اور حقیقت یہ ہے کہ توبہ کی قبولیت کی یہ بشارت ہی تھی جس نے عرب کے اس بگڑے ہوئے معاشرے کو بدل ڈالا۔ ورنہ اگر ان سے کہا جاتا کہ جو گناہ تم کر چکے ہو اس کے بدلے میں اب تم سزا سے کسی صورت میں بھی نہیں بچ سکتے تو یہ جواب انہیں مایوسی کے بھنور میں پھنسا دیتا اور کبھی ان کی اصلاح نہ ہوسکتی۔ اس لیے توبہ کی قبولیت کی بشارت دیتے ہوئے کہا کہ اگر کوئی توبہ کرے اور ایمان لانے کے بعد نیک اعمال کرنے لگے تو اللہ اس کے گناہوں کو نیکیوں سے بدل دیتا ہے۔ اللہ بخشنے والا اور مہربانی کرنے والا ہے۔

یہاں پر ایک چیز تو یہ واضح کی گئی کہ قبولیتِ توبہ کی پہلی شرط ایمان لانا ہے۔ یعنی اگر کوئی شخص گناہوں سے تو توبہ کر لے اور باز بھی آجائے لیکن اللہ پر ایمان نہ لائے تو اس کی توبہ قبول نہ ہوگی۔ البتہ اگر توبہ کرنے کے بعد ایمان لے آئے تو پھر اس کی توبہ قبول ہوسکتی ہے۔ جیسا کہ اس واقعہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایک بوڑھا شخص حضور اکرمؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ یا رسول اللہؐ! میری ساری زندگی گناہوں میں گزری ہے۔ کوئی گناہ ایسا نہیں جس کا میں نے ارتکاب نہ کیا ہو۔ اگر میں اپنے گناہوں کو روئے زمین کے تمام باشندوں پر بھی تقسیم کردوں تو وہ سب کو لے ڈوبیں تو کیا اب بھی میری معافی کی کوئی صورت ہوسکتی ہے؟ حضورؐ نے فرمایا کیا تو نے اسلام قبول کرلیا؟ اس نے کہا جی ہاں میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اللہ کے رسول ہیں۔ فرمایا: جا اللہ معاف کرنے والا اور تیری برائیوں کو بھلائیوں سے بدلنے والا ہے۔

آیت نمبر71: اس سے پچھلی آیت میں ایمان لانے کی صورت میں قبولیتِ توبہ کی بشارت دی گئی۔ اب اس آیت میں اس چیز کو بیان کیا جا رہا ہے کہ مومنین کی توبہ کی خاصیت وکیفیت کیا ہوتی ہے اور اس ضمن میں فرمایا کہ جو شخص توبہ کرتا ہے پھر نیک عمل کرتا ہے تو وہی شخص ایسا ہے جو اپنے رب کی طرف اس طرح پلٹتا ہے جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے۔ قبولیتِ توبہ کی چند شرائط ہیں: (1) توبہ سچے دل سے کی جائے، (2) دل شرمندہ ہو، (3) برائی چھوڑ دی جائے، (4) اللہ سے توبہ پر قائم رہنے کی دعا کی جائے یعنی مومنین کی خوبی یہ ہے کہ احیاناً گناہ کے بعد وہ صدق دل سے توبہ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا وَبَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (بقرہ2:160)

جنہوں نے توبہ کی اور توبہ کے بعد لوگوں کے سامنے اصلاح کی اور بیان کر دیا تو ان کو میں معاف کرتا ہوں اور میں معاف کرنے والا ہوں۔ اور اللہ کی طرف اس طرح پلٹتے ہیں جیسا کہ پلٹنے کا حق ہے اور اللہ کی طرف پلٹنے کا حق یہ ہے کہ انسان اس کو اپنا ملجا و ماویٰ سمجھے اور اس کی بارگاہ کو اپنے لیے آخری بارگاہ سمجھ کر اس کی طرف پلٹ جائے اور یہ سمجھ لے کہ اس کے علاوہ کوئی دوسری جگہ ایسی نہیں جس کی طرف رجوع کر کے وہ سزا سے بچ سکے۔ پلٹنے کا حق رکھنے کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے وہ جگہ ہے ہی ایسی کہ جس کی طرف پلٹا جائے۔ بہترین بارگاہ جہاں سے انسان کو بھلائیاں ملتی ہیں، اس کے قصور معاف ہوتے ہیں، اس کو انعامات سے نوازا جاتا ہے، جہاں انسان کے گناہوں کو نہیں دیکھا جاتا بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ توبہ کرنے کے بعد اس نے کتنے نیک اعمال کیے۔ اللہ تعالیٰ نے سچی توبہ کے متعلق فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْٓا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ط عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَيُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ (تحریم 8:66) اے ایمان والو! اللہ سے سچی توبہ کرو قریب ہے کہ وہ تم سے گناہ دور کر دے اور تم کو جنت میں داخل کرے۔ اس کے لیے حدیث میں **توبۃ النصوح** کے الفاظ آئے ہیں یعنی وہ توبہ جو سچے دل کے ساتھ کی جائے یعنی اس کے بعد وہ دوبارہ گناہوں کی دنیا کا راستہ اختیار نہ کرے بلکہ ہمیشہ کے لیے برائی کی زندگی ترک کر دے اور توبہ کا حق ادا کر دے۔

آیت نمبر 72: اس آیت میں اللہ کے بندوں کی دو اور خصوصیات بیان کی گئی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ جھوٹی گواہی نہیں دیتے۔ دوسرے یہ کہ جب کسی لغو چیز پر ان کا گزر ہوتا ہے تو وہاں سے شرافت سے گزر جاتے ہیں۔

1- **جھوٹی گواہی:** "زُوْر" کے لفظی معنی جھوٹ کے ہیں۔ اس طرح یہاں اس آیت کے دو معانی نکلتے ہیں اور دونوں صحیح ہیں۔ پہلے تو یہ کہ کسی جھوٹی بات کی گواہی نہیں دیتے۔ صحیح بخاری کی حدیث میں جھوٹی گواہی کو برائیوں میں سے بڑی برائی کہا گیا ہے۔ یعنی جس واقعہ کے درحقیقت وقوع پذیر ہونے کا انہیں علم نہ ہو اس کے وقوع پذیر ہونے کے بارے میں وہ کبھی گواہی نہیں دیں گے۔ بعینہٖ جس واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کا علم ہو اس کے بارے میں بھی حقیقت کو نہیں چھپائیں گے کیونکہ حدیث مبارکہ ہے: اَلصِّدْقُ يُنْجِيْ وَالْكِذْبُ يُهْلِكُ "سچ نجات دیتا ہے اور جھوٹ ہلاک کرتا ہے۔" ایک اور حدیث میں فرمایا: کیا میں تمہیں سب سے بڑا گناہ بتا دوں؟ اس وقت آپ تکیہ لگائے بیٹھے تھے، اب اس سے الگ ہو کر فرمانے لگے سنو اور جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا، اُسے آپؐ بار بار فرماتے رہے۔ دوسرے معنی یہ ہیں کہ وہ کبھی جھوٹی بات کا مشاہدہ نہیں کرتے۔ اس کے تماشائی نہیں بنتے اور اس کو دیکھنے کا ارادہ نہیں کرتے۔ اس قسم کی جھوٹی گواہی میں کفر و شرک سے لے کر ہر طرح کی غلط چیزیں مثلاً لہو و لعب، گانا اور دوسری بے ہودہ رسوم و خرافات سب آ جاتی ہیں کیونکہ انسان جب بھی کسی برائی کی طرف جائے گا وہ لذت، خوشحالی یا ظاہری فائدے کے اس جھوٹے ملمع کی وجہ سے جاتا ہے جو شیطان نے اس کے اوپر چڑھا رکھا ہے ورنہ اگر یہ ملمع اتر جائے تو ہر انسان کو نظر آ جائے گا کہ برائی تو محض کھوٹ ہی کھوٹ ہے۔ جھوٹی گواہی دینے والے کے متعلق حضرت عمر فاروقؓ نے فرمایا: جس شخص کے متعلق ثابت ہو جائے کہ اس نے جھوٹی گواہی دی ہے تو اس کو چالیس کوڑوں کی سزا دی جائے اور اس کا منہ کالا کر کے بازار میں پھرایا جائے پھر طویل زمانے تک قید رکھا جائے۔ (ابن ابی شیبہ تفسیر مظہری)

2- **بے ہودہ باتوں سے اجتناب:** اس آیت میں عباد الرحمٰن کی دوسری خوبی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ جب بھی کسی لغو بات سے گزرتے ہیں تو شریفانہ طریقے سے گزر جاتے ہیں۔ جیسے ایک نفیس المزاج انسان گندگی کے ڈھیر پر نظر ڈالے

بغیر نکل جاتا ہے۔ یہی چیز سورۂ مومنون میں اس طرح بیان کی گئی: وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْنَ ، (المومنون 2:23) یہ وہ لوگ ہیں جو لغو باتوں سے اعراض کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ اِذَا سَمِعُوا اللَّغْوَ اَعْرَضُوْا عَنْهُ وَ قَالُوْا لَنَاۤ اَعْمَالُنَا وَ لَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ز سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ ز لَا نَبْتَغِي الْجٰهِلِيْنَ (قصص 55:28) اور جب وہ لغو باتیں سنتے ہیں تو ان سے اعراض کرتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے ساتھ ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے ساتھ تمہارے اعمال، ہمارا سلام لو ہم جاہلوں سے الجھنا نہیں چاہتے۔ نبیؐ نے فرمایا: جو شخص لوگوں کو محض ہنسانے کے لیے کوئی بات کہتا ہے اس بات کے سبب وہ دوزخ کے اندر اتنی بلندی سے گرتا ہے جتنی بلندی زمین اور آسمان کے درمیان ہے اور انسان اپنی زبان کی بدولت پھسلتا ہے۔ ایک حدیث میں فرمایا: مومن فحش گو اور زبان دراز نہیں ہوتا۔

آیت نمبر 73: تفکر و تدبر: عباد الرحمٰن کی صفات کا سلسلہ ابھی چل رہا ہے اور اس آیت میں ان کی یہ صفت بیان کی گئی ہے کہ جب بھی انہیں ان کے رب کی آیات سنائی جاتی ہیں تو وہ اس پر اندھے اور بہرے ہو کر نہیں رہ جاتے۔ گویا کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو ان آیات کو سن کر ان پر تفکر و تدبر کرتے ہیں، ان پر غور کرتے ہیں، ان سے اعراض و غفلت نہیں برتتے بلکہ آیات پر غور کر کے زندگی کی رہنمائی حاصل کرتے ہیں، گویا ان کی آنکھیں کھلی اور دل وسیع ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَفَلَا يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا (محمد 24:47) پس کیا وہ قرآن پر غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔ آیات کے بارے میں اپنا رویہ اندھوں اور بہروں کا سا نہیں رکھتے گویا کہ انہوں نے کچھ دیکھا ہی نہیں یا انہوں نے کچھ سنا ہی نہیں۔ وہ ہر بات کو توجہ اور غور سے سنتے ہیں۔ اس پر ایمان لاتے ہیں اور اس کی پیروی کی اس طرح کوششیں کرتے ہیں کہ اس کو حرزِ جان بنا لیتے ہیں۔ جس چیز کو فرض قرار دیا گیا ہو اس کو پورا کرتے ہیں اور جس چیز کی مذمت کی گئی ہو اس سے رک جاتے ہیں اور جس عذاب سے ڈرایا گیا ہو اس کے تصور ہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔

آیت نمبر 74: اہل و عیال کے لیے دعا: اس آیت میں عباد الرحمٰن کی ایک جامع دعا بیان کی گئی ہے جو کہ معاشرتی اعتبار سے بہت اہم ہے اور وہ دعا یہ ہے کہ اے ہمارے رب! ہمیں ہماری بیویوں اور بچوں سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما۔ یہ ایک بدیہی حقیقت ہے کہ کسی انسان کے لیے اس سے بڑھ کر اذیت ناک چیز کوئی نہیں ہو سکتی کہ وہ ان لوگوں کو جو اس کو دنیا میں سب سے زیادہ پیارے ہیں آگ کے عذاب کا شکار ہوتے دیکھے۔ ایسی صورت میں تو بیوی کا حسن اور بچوں کی جوانی اور لیاقت انسان کے لیے زیادہ سوہانِ روح ہوتی ہے۔ اس لیے وہ ان کے لیے دعا مانگتا ہے کہ ان کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ انسان دعا اس کے لیے ہی مانگتا ہے جو اس کو زیادہ محبوب ہو۔ اس لیے ایک گھر کے دو افراد جب ایک دوسرے کے لیے یہ دعا مانگیں گے تو ان میں آپس میں محبت پیدا ہو گی جس سے ایک پرامن معاشرہ وجود میں آئے گا۔ ورنہ اگر اہل خانہ میں اس قسم کی محبت نہ ہو تو اس کے نتیجے میں گھر کا سکون تباہ ہو جائے گا جو بالآخر معاشرے کی تباہی پر منتج ہو گا۔ جس کا واضح ثبوت ہمیں آج کل کے مغربی معاشرے میں مل سکتا ہے کہ بظاہر مادی ترقی کے باوجود وہ اپنی معاشرتی اقدار سے محروم ہو چکا ہے اور کسی بھی وقت ختم ہو سکتا ہے۔ اس لیے حدیث مبارکہ میں ہے: اَلدُّنْيَا مَتَاعٌ خَيْرُ مَتَاعِهَا الْمَرْاَةُ الصَّالِحَةُ دنیا متاع ہے اور اس کی بہترین دولت نیک بیوی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِيْكُمْ نَارًا (تحریم 6:66) اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو آگ سے بچاؤ۔

ان آیات کا مطالعہ کرتے ہوئے اس ماحول کو بھی پیش نظر رکھنا چاہیے جس میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ مکہ میں اس وقت صورت حال یہ تھی کہ اسلام پھیل رہا تھا اور ہر گھر میں سے کوئی نہ کوئی شخص مسلمان ہو گیا تھا لیکن ان مسلمانوں میں سے کوئی بھی شخص ایسا نہ تھا کہ اس کے عزیز ترین رشتہ دار کفر و جاہلیت پر قائم نہ ہوں۔ اگر بیوی مسلمان ہو گئی تھی تو شوہر کافر تھا۔ اگر شوہر نے اسلام قبول کر لیا تھا تو بیوی کفر پر جمی ہوئی تھی۔ اگر نوجوان اولاد اسلام کی طرف آ گئی تو بوڑھے والدین کفر کو چھوڑنے پر تیار نہیں تھے۔ اگر والدین ایمان لے آئے ہیں تو نوجوان اولاد کو اپنے کفر پر اصرار ہے۔ ایسی حالت میں ہر مسلمان اپنے عزیزوں کے لیے کڑھتا تھا اور ایک طرح کی روحانی اذیت میں مبتلا تھا جس کی ترجمانی نہایت بلیغ انداز میں اس دعا میں کی گئی ہے۔ اس کے بعد اس دعا کے دوسرے حصہ میں مومنین کی اپنے لیے دعا ہے کہ ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔ یعنی ہماری حالت ایسی کر دے کہ ہم تقویٰ اور پرہیز گاری میں سب سے آگے نکل جائیں۔ ہم محض نیک ہی نہ ہوں بلکہ نیکوں کے پیشوا اور رہنما ہوں۔ گویا اس آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ (1) بیوی اور اولاد کو آنکھ کی ٹھنڈک بنانے کی دعا کی گئی ہے یعنی وہ نیک اور تابعدار ہو کیونکہ محض نیک ہونا کافی نہیں تابعدار ہونا بھی ضروری ہے، (2) یہ لوگ نیک لوگوں کے امام بنیں نہ یہ کہ برے لوگوں کی قیادت کریں گویا نیک لوگوں کی امامت طلب کرنا باعثِ ثواب ہے بلکہ آج کل کے ماحول میں نیک لوگوں کی قیادت کرنا ثواب اور امت کی ضرورت ہے۔ آج اچھی قیادت نہ ہونے کی وجہ سے مسلمان زوال کا شکار ہیں، یہ آیت ان لوگوں کی نفی کرتی ہے جو سیاست و قیادت سے دور بھاگتے ہیں، ان کے اس طرزِ عمل سے برے لوگ قائد بن گئے ہیں جن کی وجہ سے نیکی کا ماحول ختم ہوتا جا رہا ہے۔ اسلام میں قیادت کے ناجائز حصول اور استعمال سے منع کیا گیا جبکہ نیک کاموں کے لیے قیادت کرنا باعثِ ثواب ہے۔

آیت نمبر 75: اب اس آیت میں عباد الرحمٰن کی ان کی صفات کا انجام بیان کیا گیا ہے کہ جن لوگوں نے صبر و استقامت کے ساتھ اپنے اندر یہ صفات پیدا کیں انہیں ان کا انعام کیا ملے گا۔ چنانچہ فرمایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے صبر کے بدلے جنت کی بلند و بالا منزلیں پائیں گے جہاں ان کا استقبال آداب و تسلیمات سے ہوگا۔ اس آیت میں صبر کا لفظ اپنے وسیع ترین مفہوم میں استعمال ہوا ہے۔ یعنی دشمنانِ حق کی کارروائیوں کو عزم و حوصلہ سے برداشت کرنا، دین حق کو قائم اور سربلند کرنے کے لیے ہر قسم کے مصائب کا سامنا کرنا، شیطان کی ترغیبات اور نفس کی خواہشات کے علی الرغم اپنے فرض کو پہچاننا اور پورا کرنا، حرام سے پرہیز کرنا اور حدود اللہ پر قائم رہنا۔ یہ تمام مفہومات اس ایک لفظ صبر کے ذریعے سے ادا کیے گئے ہیں اور اس طرح اس کے اندر مفاہیم کی ایک دنیا سمو دی گئی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَجَزٰىهُمْ بِمَا صَبَرُوْا جَنَّةً وَّحَرِيْرًا** (دھر:12) اور جنھوں نے صبر کیا اس کی جزا جنت کا ریشمی لباس ہوگا اور اللہ نے فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ** (انفال 46:8) بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے اور فرمایا: **اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ** صبر نصف ایمان ہے۔ اس کے ساتھ ہی اس چیز کو بھی بیان کیا گیا ہے کہ جنت میں ان کو رہنے کے لیے کیسے بلند و بالا نشیمن ملیں گے اور کیسی خوش دلی سے ان کا استقبال ہوگا جبکہ اس کے مقابلے میں اہل دوزخ کا جس نفرت و کراہت کے ساتھ استقبال ہوگا وہ بھی قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے۔

آیت نمبر 76: اس آیت میں جنت کے بذاتِ خود قائم رہنے کو واضح کیا گیا ہے۔ یعنی عباد الرحمٰن کو جو جنت ملے گی وہ کوئی عارضی یا چند روزہ قیام کے لیے نہیں ہے بلکہ یہ جنت ان کا ابدی ٹھکانہ ہے اور اب وہاں سے انہیں کوئی نہیں نکال سکتا اور

ساتھ ہی جنت کی تعریف کر دی گئی کہ کیا بہترین جگہ اور عمدہ مقام ہے۔ جنت کی اس خوبی کو قرآن مجید میں جگہ جگہ بیان کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا (نساء4:122) اور جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال کیے عنقریب ہم انہیں جنت میں داخل کریں گے جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی، اس میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے۔ اس میں ایسے ایسے انعامات ہوں گے کہ انسان چشم تصور سے بھی ان کے بارے میں نہیں سوچ سکتا اور نہ وہ اس کے وہم و گمان میں آسکتے ہیں۔ اس کے برخلاف دوزخ کے عذابوں کے بارے میں بھی جگہ جگہ وضاحت کر دی گئی کہ ان کی سختی کے بارے میں کوئی شخص تصور بھی نہیں کر سکتا۔

آیت نمبر77: اب اس سورت کا اختتام کرتے ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے سے کفار کو مخاطب کیا جا رہا ہے کہ اگر تم نے اپنے رب کو جھٹلایا ہے اور اس کا انکار کیا ہے تو پھر اس کی سزا بھی تمہیں ہی برداشت کرنا ہوگی۔ یعنی اگر تم اللہ سے دعائیں نہیں مانگتے، اس کی عبادت نہیں کرتے، اپنی حاجات پوری کرنے کے لیے اس کی مدد طلب نہیں کرتے تو وہ بھی تمہیں کوئی اہمیت و حیثیت نہیں دیتا۔ اس لیے نبی کریمؐ نے فرمایا: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا مغز ہے۔ وہ اس امر کا حاجت مند نہیں ہے کہ ضرور ہی اس کی عبادت کی جائے، اس سے دعائیں مانگی جائیں اور حاجات طلب کی جائیں تاکہ اس کی شان میں اضافہ ہو۔ اگر تم اس کی بندگی نہ کرو گے تو اس کا تو کچھ نہیں بگڑے گا البتہ تمہیں اس کی سزا ملے گی اور بہت جلد ملے گی۔

(8) تفکر و تدبر (نحل :12 تا 14)

وَ	سَخَّرَ	لَكُمُ	الَّيْلَ	وَ	النَّهَارَ	وَ	الشَّمْسَ	وَ	الْقَمَرَ ط
اور	مسخر کیا	تمہارے لیے	رات	اور	دن	اور	سورج	اور	چاند

اور اس نے تمہارے لیے رات اور دن کو مسخر کیا اور سورج اور چاند اور ستارے اس کے حکم سے

وَ	النُّجُوْمُ	مُسَخَّرٰتٌ	بِاَمْرِهٖ ط	اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيٰتٍ	لِّقَوْمٍ	يَّعْقِلُوْنَ ۝
اور	ستارے	مسخر کیے	اسکے حکم سے	بے شک	میں	اس	البتہ نشانیاں	لوگوں کیلئے	وہ عقل سے کام لیتے ہیں

مسخر (کام میں لگے ہوئے) ہیں، بے شک اس میں عقل سے کام لینے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں

وَ	مَا	ذَرَاَ	لَكُمْ	فِي	الْاَرْضِ	مُخْتَلِفًا	اَلْوَانُهٗ ط
اور	جو	پیدا کیا	تمہارے لیے	میں	زمین	مختلف	اس کے رنگ

اور تمہارے لیے زمین میں رنگ برنگ کی مختلف چیزیں پیدا کیں

اِنَّ	فِيْ	ذٰلِكَ	لَاٰيَةً	لِّقَوْمٍ	يَّذَّكَّرُوْنَ ۝
بے شک	میں	اس	البتہ نشانیاں	لوگوں کے لیے	وہ سوچتے ہیں

بے شک اس میں سوچنے والے لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

وَ	هُوَ	الَّذِیْ	سَخَّرَ	الْبَحْرَ	لِتَاْکُلُوْا	مِنْهُ	لَحْمًا	طَرِیًّا
اور	وہی	جو جس	مسخر کیا	دریا	تاکہ تم کھاؤ	اس سے	گوشت	تازہ

اور وہی ہے جس نے دریا کو مسخر کیا تاکہ تم اس سے (مچھلیوں کا) تازہ گوشت کھاؤ

وَ	تَسْتَخْرِجُوْا	مِنْهُ	حِلْیَةً	تَلْبَسُوْنَهَا	وَ	تَرَی	الْفُلْكَ
اور	تم نکالو	اس سے	زیور	تم وہ پہنتے ہو	اور	تم دیکھتے ہو	کشتی

اور اس سے زیور نکالو جو تم پہنتے ہو اور تم دیکھتے ہو اس میں کشتیاں

مَوَاخِرَ	فِیْهِ	وَ	لِتَبْتَغُوْا	مِنْ	فَضْلِهٖ	وَ	لَعَلَّکُمْ	تَشْکُرُوْنَ٥
پانی چیرنے والی	اس میں	اور	تاکہ تلاش کرو	سے	اس کا فضل	اور	تاکہ تم	شکر کرو

پانی کو چیر کر چلتی ہیں تاکہ تم اس کا فضل تلاش کرو اور شاید اس کا شکر کرو۔ (النحل: 14-12)

عربی قواعد

فعل ماضی: سَخَّرَ ذَرَاَ

فعل مضارع: یَعْقِلُوْنَ یَذَّکَّرُوْنَ تَاْکُلُوْا تَسْتَخْرِجُوْا

تَلْبَسُوْنَ تَرَی تَبْتَغُوْا تَشْکُرُوْنَ

مرکب اضافی: اَمْرِهٖ اَلْوَانُهٗ فَضْلِهٖ

مرکب توصیفی: لَحْمًا طَرِیًّا

حرف جر: لَکُمْ میں لَ حرف جر کُمْ ضمیر بِاَمْرِهٖ میں بِ حرف جر ہٖ ضمیر

فِیْ لِقَوْمٍ میں لِ مِنْهُ میں مِنْ حرف جر ہ ضمیر

ضمائر: اَلْوَانُهٗ میں ہ هُوَ، فَضْلِهٖ میں ہ لَعَلَّکُمْ میں کُمْ

تشریح

آیت نمبر 12: **تسخیر کائنات:** اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمتوں کا تذکرہ کیا ہے جو اس نے انسانوں پر کی ہیں۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- تسخیر رات 2- تسخیر دن 3- تسخیر سورج 4- تسخیر چاند 5- تسخیر نجوم

یہ تمام چیزیں یونہی انسانوں کی خدمت گار نہیں بن گئیں بلکہ اللہ کے حکم سے یہ تسخیر ہوئیں۔ اس لیے انسان کو اللہ کا شکر گزار ہونا چاہیے اور ان تمام نعمتوں کے بیان کرنے کے بعد بتایا گیا ہے کہ یہ عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں جبکہ بے وقوفوں کو اس کی پروا نہیں۔ اگر یہی چیزیں خدمت گار نہ بنتیں تو یہ رات اور دن انسانوں کے لیے مصیبت بن جاتے اور سورج اور چاند اور ستارے انسانوں کے لیے زحمت بن جاتے۔ ان فضاؤں اور ہواؤں کی گردشوں میں انسانیت گم ہو جاتی،

اس لیے اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے ان سب چیزوں کو زیر کر دیا ہے تا کہ لوگ اللہ کی ان نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں اور اس کا شکر ادا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَيْنِ وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ (ابراہیم 33:14) ہم نے تمہارے لیے سورج اور چاند کو ایک دستور کے مطابق مسخر کر دیا ہے اور تمہارے لیے رات اور دن تسخیر کر دیئے ہیں۔

آیت نمبر13: بوقلمونی اور تنوع حسن کائنات کا راز: اس آیت میں فرمایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے بے شمار چیزیں زمین میں پھیلا دی ہیں جو مختلف رنگ میں ہونے کی وجہ سے متنوع ہیں اور انسان ان رنگ برنگی مختلف چیزوں سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس طرح اللہ کی مختلف نعمتیں زمین میں انسانی سہولت اور استقبال کے لیے پھیلا دی ہیں تا کہ لوگ ان کے بارے میں سوچیں اور تدبر کریں اور ان سے نصیحت بھی حاصل کریں۔ اس طرح نعمتوں کی بوقلمونی انسان کو اللہ کا شکر گزار بندہ بناتی ہے۔ خصوصاً پھولوں میں مختلف رنگوں کا بھرنا کیسا خوبصورت لگتا ہے۔ اس لیے یہ قطار اندر قطار مختلف رنگ لیے کھڑے ہوتے ہیں جیسے پریاں مختلف رنگ کے لباس پہنے کھڑی ہوں۔ یہ سب اللہ کی نشانیاں ہیں۔

آیت نمبر14: اس آیت میں اللہ تعالیٰ کی مزید نعمتوں کا ذکر ہے مثلاً

(الف) سمندر کی تسخیر: سمندر انسانی زندگی میں بہت اہمیت رکھتا ہے۔ اس سے انسانیت کی زندگی وابستہ ہے۔ اس کے درج ذیل فوائد بتائے گئے ہیں:
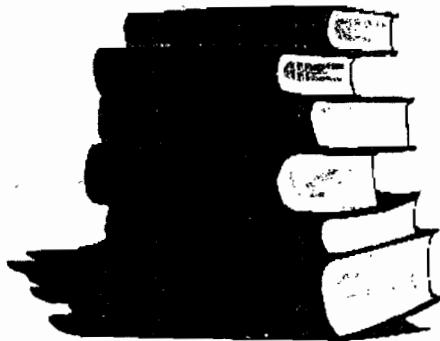
1- سمندری گوشت سے فائدہ اٹھانے کا ذکر ہے۔ سمندر میں اللہ نے مچھلی کو پیدا کیا جو انسانوں کو مزیدار گوشت مہیا کرتی ہے جس کو لوگ شوق سے کھاتے ہیں۔ پھر مچھلی کے گوشت کے ساتھ ایک پوری صنعت وابستہ ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: سَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهٖ (ابراہیم 14:32) اور سمندر میں جہاز اس کے حکم سے چلتے ہیں جو تمہارے لیے خدمت گار بنا دیئے گئے ہیں۔

2- سمندر سے زیوروں کا سامان مہیا ہوتا ہے مثلاً موتی، مونگے اور سیپ وغیرہ۔ ان کو انسان بڑی خوشی سے پہنتا ہے۔ بحرین میں سمندر کے موتیوں سے پوری صنعت وابستہ ہے۔ گویا یہ انسانی زیب وزینت کا باعث بنتے ہیں۔

3-**کشتی کا چلنا:** سمندر میں کشتی چلتی ہے جو آج بحری جہازوں کی شکل میں نظر آتی ہے۔ اس سے انسانی تجارت کا بڑا حصہ وابستہ ہے۔ اشیاء کی نقل وحمل میں اس کا کردار بنیادی ہے۔ یہ جہاز تجارت اور سفر کے لیے بہت مفید ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ط (بنی اسرائیل 66:17) ''تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لیے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تا کہ تم اس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو۔'' اس کے علاوہ اس سے روزگار کا بڑا سلسلہ چلتا ہے۔ گویا اس سے بہت سے انسانوں کی روزی وابستہ ہے۔ ان تمام نعمتوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا کہ انسانوں کو ان تمام انعاماتِ خداوندی پر خدا کا شکر گزار بننا چاہیے تا کہ اللہ کے فضل میں اضافہ ہو سکے۔ خدا تعالیٰ نے فرمایا: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا۔''

احادیث کا ترجمہ و تشریح

(1) نیّت کی اہمیت

عَنْ	اَمِيْرِ الْمُؤْمِنِيْنَ	اَبِيْ حَفْصٍ	عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ.
سے	مومنین کے امیر	ابی حفص	عمر بن خطاب

امیر المومنین ابو حفص حضرت عمرؓ بن خطاب سے

رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	قَالَ	سَمِعْتُ	رَسُوْلَ اللّٰهِ
راضی ہوا اللہ اس سے	کہا	میں نے سنا	اللہ کے رسول

روایت ہے، وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ

صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	يَقُوْلُ	اِنَّمَا	الْاَعْمَالُ	بِالنِّيَّاتِ
صلی اللہ علیہ وسلم	وہ کہتے ہیں	بے شک	اعمال	ساتھ نیتوں کے

صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا وہ فرماتے ہیں: بے شک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے

وَاِنَّمَا	لِكُلِّ	امْرِئٍ	مَّا	نَوٰى	فَمَنْ	كَانَتْ
اور بے شک	ہر ایک کے لیے	آدمی	جو	نیت کی اس نے	پس جو	ہوئی

اور بے شک ہر آدمی کے لیے وہی کچھ ہے جس کی اس نے نیت کی

هِجْرَتُهٗ	اِلَى	اللّٰهِ	وَرَسُوْلِهٖ	فَهِجْرَتُهٗ	اِلَى	اللّٰهِ
اس کی ہجرت	طرف	اللہ	اور اس کے رسول	پس اس کی ہجرت	طرف	اللہ

پس جس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف ہے پس اس کی ہجرت اللہ

وَرَسُوْلِهٖ	وَمَنْ	كَانَتْ	هِجْرَتُهٗ	لِدُنْيَا	يُصِيْبُهَا
اور اس کے رسول	اور جو	ہوئی	اس کی ہجرت	دنیا کے لیے	وہ اُسے پائے گا

اور اس کے رسول ﷺ کے لیے ہے اور جس کی ہجرت دنیا کے لیے ہے وہ اسے پالے گا

اَوِ امْرَاَةٍ	يَنْكِحُهَا	فَهِجْرَتُهٗ	اِلٰى	مَا	هَاجَرَ	اِلَيْهِ
یا عورت	نکاح کرے اس سے	پس اسکی ہجرت	طرف	جس کے لیے	ہجرت کی	اس کی طرف

یا عورت کے لیے ہے کہ اس سے نکاح کرے پس اس کی ہجرت اس کی طرف ہے جس کے لیے اس نے ہجرت کی۔

رَوَاهُ	الْبُخَارِيُّ وَ مُسْلِمٌ
روایت کیا ہے اُسے	بخاری اور مسلم

اس کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا۔

عربی قواعد

فعل ماضی: كَانَتْ قَالَ هَاجَرَ رَضِيَ
رَوَاهُ سَمِعْتُ نَوٰى صَلَّ
سَلَّمَ

فعل مضارع: يُصِيبُهَا میں يُصِيبُ يَنْكِحُهَا میں يَنْكِحُ يَقُوْلُ

مرکب اضافی: اَمِيْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ اِبْنِ الْخَطَّابِ رَسُوْلَ اللّٰهِ هِجْرَتُهُ
رَسُوْلِهِ

حرف جر: عَنْ بِالنِّيَّاتِ میں بِا اِلَيْهِ میں اِلٰى حرف جر اور هِ ضمیر
اِلٰى لِكُلِّ میں لِ لِدُنْيَا میں لِ

ضمائر: يُصِيبُهَا میں ها يَنْكِحُهَا میں ها رَوَاهُ میں هُ
عَنْهُ میں عَنْ حرف جر اور هُ ضمیر هِجْرَتُهُ میں هُ رَسُوْلِهِ میں هِ

حدیث کا پس منظر: حدیث کی تشریح سے پہلے اس کے پس منظر کو سمجھ لیا جائے تو بہتر ہے۔عبداللہؓ بن مسعود سے روایت ہے کہ ایک شخص نے اُمِ قیس نامی عورت کو نکاح کا پیغام بھیجا۔اس نے یہ شرط لگائی کہ تم ہجرت کر کے مدینہ آجاؤ تو میں نکاح کر لوں گی۔ چنانچہ وہ ہجرت کر کے مدینہ آ گیا اور اس سے نکاح کر لیا۔صحابہ کرامؓ اس کو مہاجر اُمِ قیس کہہ کر پکارتے تھے۔جب نبی ﷺ کو اس واقعے کا علم ہوا تو آپ ﷺ نے اس وقت یہ حدیث ارشاد فرمائی۔

تشریح

اس حدیث میں اعمال کے ضمن میں نیت کی اہمیت پر روشنی ڈالی گئی ہے کیونکہ نیت اعمال میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔اگر نیت درست ہوگی تو تمام اعمال بھی درست قرار پائیں گے ورنہ اعمال برباد ہو جائیں گے۔

1- **نیت کا دل سے تعلق:** نیت کا تعلق دل سے ہے اور وہ دنیاوی اعمال میں بنیادی کردار ادا کرتا ہے۔اسی لیے اس حدیث میں دل کو درست رکھنے کا حکم دیا گیا ہے۔ارشادِ نبوی ﷺ ہے: ''انسانی جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ہے، اگر وہ درست ہو گیا تو پورا جسم درست ہو گیا اگر وہ بگڑ گیا تو سارا جسم بگڑ گیا اور وہ دل ہے''۔نیت کو ایک تہائی اسلام قرار دیا گیا ہے۔

اسلام میں اصلاح نیت کی اہمیت: اس لیے اسلام نے سب سے زیادہ زور اصلاحِ نیت پر دیا اور تمام اسلامی عبادات کا مقصد و محور تقویٰ کو قرار دیا ہے۔نماز روزہ، حج، زکوٰۃ تمام ارکانِ اسلام کا مرکز تقویٰ کو ہی قرار دیا ہے۔ تقویٰ وہ قوتِ روحانی ہے جو دل کو برائیوں سے روکتی ہے اور اس پر اچھائی کی کیفیت غالب کر دیتی ہے۔جس سے انسانی دل پر نیکی کا غلبہ ہو جاتا ہے اور برائی مغلوب ہو جاتی ہے۔

2- **اللہ کی نظر نیت پر:** پس اللہ تعالیٰ کی نظر نیت پر ہوتی ہے اور اس تک صرف نیت پہنچتی ہے۔باقی اعمال دنیا میں ہی رہ جاتے ہیں ارشادِ ربانی ہے: لَنْ يَّنَالَ اللّٰهَ لُحُوْمُهَا وَلَا دِمَآؤُهَا وَ لٰكِنْ يَّنَالُهُ التَّقْوٰى مِنْكُمْ

(حج 37:22)"اللہ تعالیٰ کے پاس تمہاری قربانیوں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے بلکہ اس کے ہاں تمہارے دل کا تقویٰ پہنچتا ہے"۔اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر بتا دیا ہے کہ اللہ تک تمہاری قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ جس حسنِ نیت سے تم نے قربانی کی اسے اس کے مطابق اللہ کا قرب حاصل ہوگا۔

3- **نیت پر اجروثواب کا وعدہ:** نیت کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے کیا جا سکتا ہے کہ اعمال کے بغیر بھی نیت کا اجر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتا ہے۔ یہ خاص عنایتِ خداوندی ہے کہ محض نیکی کا ارادہ کرنے پر بھی انعام رکھ دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:"جب کوئی نیکی کا ارادہ کرتا ہے اور اُسے (کسی سبب سے) نہیں کر سکتا تو اللہ تعالیٰ اُس کے نام ایک نیکی لکھ دیتا ہے۔اگر برائی کی نیت کی اور اس پر عمل نہ کیا تو تب بھی اس کے نامۂ اعمال میں ایک نیکی لکھ دی جائے گی"۔

اصلاح نیت کے طریقے: اب ایک اہم سوال یہ ہے کہ نیت کی اصلاح کیسے کی جا سکتی ہے؟ اس کے درج ذیل طریقے ہیں:

1- **مطالعہ قرآن:** قرآنِ مجید اصلاحِ نیت پر بہت زور دیتا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: وَنَفْسٍ وَّ مَاسَوّٰهَا۝ فَاَلْهَمَهَا فُجُوْرَهَا وَ تَقْوٰهَا۝ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا۝ وَ قَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا۝ (شمس 91:7 تا 10)"اور قسم روح کی اور جس نے اُسے درست رکھا پھر اس نے بدی اور نیکی دل میں اتار دی۔ بے شک جس نے اس کو پاک کیا کامیاب ہوا اور جس نے خاک میں ملایا ناکام ہوا"۔

2- **مطالعۂ حدیث:** احادیث کا مطالعہ انسانی اصلاح کے لیے بہترین نسخہ ہے۔ نبی ﷺ نے تزکیۂ نفس پر بہت زور دیا ہے۔ ارشاد نبوی ﷺ ہے:"کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اس کی خواہش میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ ہو جائے"۔

3- **صحبتِ صالح کے اثرات:** نیک لوگوں کی صحبت اصلاحِ نیت میں اکسیر کا درجہ رکھتی ہے اور یہ تعمیر سیرت کا اہم ذریعہ ہے۔

4- **دُعا:** انسان کو اللہ تعالیٰ سے درستگی نیت کی دعا کرتے رہنا چاہیے۔ اس سے تزکیۂ نفس ہوتا رہتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ دعا عبادت کا مغز ہے۔

5- **محاسبۂ اعمال نیت کی درستگی کا محرک:** انسان کو اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے۔ اس سے بھی نیت درست رہتی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:"تباہ ہو گیا وہ شخص جس کا آج کل سے بہتر نہیں"۔ اس لیے ایک مسلمان اعمال کا محاسبہ کرتا رہتا ہے اور کسی لمحے بھی غفلت شعاری اور لاپروائی کا مرتکب نہیں ہوتا۔ اس کی زندگی کا مطلوب و مقصود رضائے خداوندی ہوتا ہے، اس کے لیے وہ ہر وقت فکرمند رہتا ہے اور خدا کو حاضر و ناظر جان کر اپنی زندگی اس کے احکام وفرامین کے مطابق گزارنے کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی نافرمانی اور سرتابی سے بچنے کی ہر ممکن سعی کرتا ہے، اس کا یہ طرزِ عمل اسے محاسبۂ اعمال پر اکساتا ہے اور نتیجتاً اس کی نیت بھی درست رہتی ہے۔

6- **شیطانی وساوس سے ہوشیاری:** شیطان انسان سے زبردستی نہیں کر سکتا لیکن اس کی نیت خراب کرنے

کی کوشش کرتا ہے۔اس لیے اچھے کاموں سے روکنے کے شیطانی وسوسوں سے ہوشیار رہنا چاہیے اور اللہ کی اس سے پناہ طلب کرنی چاہیے۔اللہ تعالیٰ نے شیطانی وساوس کا علاج اس آیت میں بیان فرمایا ہے: وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ (حم سجدہ 36:41) اور جب تمہیں شیطان بہکائے تو اللہ کی پناہ طلب کرو۔اس لیے اللہ نے یہ دعا سکھائی: فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ (نحل 98:16) پس جب تو قرآن کی تلاوت کرے تو شیطان رجیم سے اللہ کی پناہ مانگے۔

(2) تعلیم قرآن مجید کی فضیلت

عَنْ	عُثْمَانَ	بْنِ عَفَّانَ	رَضِيَ	اللّٰهُ	عَنْهُ	عَنِ
سے	عثمان	بن عفان	راضی ہوا	اللہ	اس سے	سے

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

النَّبِيِّ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	قَالَ	خَيْرُكُمْ	مَنْ	تَعَلَّمَ	الْقُرْاٰنَ	وَعَلَّمَهُ
نبی	صلی اللہ علیہ وسلم	کہا	تم میں سے بہتر	جو	سیکھے	قرآن	اور اس کو سکھائے

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔ (بخاری)

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ قَالَ عَلَّمَهُ میں عَلَّمَ فعل ماضی ہٗ ضمیر

صَلَّى سَلَّمَ تَعَلَّمَ

مرکب اضافی: اِبْنِ عَفَّانَ خَيْرُكُمْ

حرف جر: عَنْ عَنْهُ میں عَنْ حرف جر، ہٗ ضمیر

ضمائر: كُمْ عَلَّمَهُ میں ہٗ ضمیر

تشریح

اس حدیث میں قرآن مجید سیکھنے اور سکھانے کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔اس حدیث کے دو حصے ہیں:

1- **قرآن سیکھنا**:- قرآن سیکھنا اور اس کی تلاوت کرنا بہت ضروری ہے بلکہ مسلمان پر فرض ہے اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِنَّ اَفْضَلَكُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ (بخاری) بے شک تم میں سب سے افضل وہ ہے جو تم میں سے قرآن سیکھتا ہے۔آج ضروری ہے کہ ہم قرآن کی تلاوت کرنا سیکھیں اور اپنے بچوں کو قرآن سکھانے پر خصوصی توجہ کریں کیونکہ ہماری زندگی کا انحصار صرف اور صرف قرآن کے سیکھنے اور اس کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنے پر ہے۔بہت خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو قرآن سیکھتے ہیں۔قرآن مجید کی تلاوت کی فضیلت حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے: رشک صرف دو شخصوں پر کیا جا سکتا ہے ایک وہ جس کو اللہ نے قرآن سکھایا ہے اور وہ راتوں کو بھی اس کو پڑھتا ہے دوسرا وہ شخص جس کو اللہ نے

مال دیا ہے اور وہ رات دن محتاجوں پر خیرات کرتا رہتا ہے۔ (بخاری) قرآن کی تلاوت کی فضیلت اس لیے بھی ہے کہ اس کے ہر حرف کے پڑھنے پر دس نیکیوں کا ثواب ملتا ہے۔ مثلاً قرآنی حرف الٓمٓ کی تلاوت سے تیس نیکیوں کا ثواب ملے گا کیونکہ اس لفظ میں الف، لام اور م تین حروف ہیں۔

2- **قرآن سکھانا باعث خیروسعادت عمل**:- دوسرا سب سے افضل کام لوگوں کو قرآن سکھانا ہے۔ یہ بہت بڑی سعادت ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک تم میں سے سب سے افضل وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔" اس لیے امت کے علما اور قُرا ء نے قرآن سکھانا اپنا مشن بنالیا اور آج اسی لیے قرآن کی تلاوت کی صدا پوری دنیا میں ہر لمحے سنی جاسکتی ہے۔ قرآن سکھانے کا یہ عمل صدیوں سے جاری وساری ہے۔
مشہور تابعی حضرت ابوعبدالرحمٰن سلمی نے حضرت عثمانؓ کی خلافت سے حجاج بن یوسف کی حکومت تک لوگوں کو قرآن سکھایا وہ کہتے ہیں جو میں اس جگہ بیٹھ رہا ہوں تو صرف اس حدیث کی وجہ سے (بخاری)
اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قران سکھانے کی فضیلت کی وجہ سے ایک غریب صحابی کا نکاح ایک عورت سے قرآن کی سورتیں اس عورت کو سکھانے کے عوض کر دیا۔ آج ضرورت ہے کہ اپنی اولادوں کو قرآن سکھایا جائے۔ کیونکہ وہ گھر ویرانہ ہے جہاں قرآن کی تلاوت نہیں ہوتی۔ اس لیے قرآن سکھانے والے قیامت کے دن بڑا مقام پائیں گے کیونکہ ان کی وجہ ہی سے تو قرآن کی تلاوت، غوروخوض اور علوم القرآن پر کام ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں آج اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ہم اپنے بچوں کو قرآن سکھانے کا کتنا اہتمام کرتے ہیں اور کیا روزانہ تمام افرادِ خانہ تلاوت کر کے گھر کو قرآن کی تلاوت سے روشن کرتے ہیں یا پھر تاریکیوں میں ڈوبے رہتے ہیں۔
تلاوت قرآن مجید کے فضائل درج ذیل ہیں:

1- **اللہ کا حکم**: قرآن کی تلاوت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَإِذَا قُرِئَ الْقُرْآنُ فَاسْتَمِعُوا لَهُ وَأَنصِتُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ (اعراف 204:7) اور جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو غور سے اسے سنو اور خاموشی اختیار کرو شاید کہ تم پر رحم کیا جائے اور اللہ نے فرمایا: وَرَتِّلِ الْقُرْآنَ تَرْتِيلًا (مزمل 4:73)

2- **تلاوت قرآن کا ثواب**: حضرت عبداللہؓ بن مسعودؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہؐ نے فرمایا: جو شخص کتاب اللہ میں سے ایک حرف پڑھے اس کو اس حرف کے بدلے ایک نیکی ملے گی اور ہر ایک نیکی دس نیکیوں کے برابر ہوگی۔ (ترمذی)

3- **سکینت کا نازل ہونا**: جب قرآن نازل ہوتا ہے تو اللہ کی طرف سے سکینت نازل ہوتی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے:
حضرت براءؓ بن عازب سے روایت ہے کہ ایک شخص سورہ کہف کی تلاوت کر رہا تھا۔ اس کے قریب ایک گھوڑا دو رسیوں سے بندھا ہوا تھا اچانک اس شخص پر بادل کا سایہ ہوگیا۔ بادل قریب سے قریب تر ہوتا جارہا تھا اور گھوڑا بدکنے لگا، صبح وہ شخص نبی کریمؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ واقعہ سنایا۔ آپؐ نے فرمایا: یہ سکینت تھی جو قرآن کی تلاوت کی وجہ سے نازل ہوئی۔ (بخاری ومسلم)

(3) قرآن و سنت کی اہمیت

عَنْ	مَالِكٍ	بْنِ أَنَسٍ	رَضِيَ	اللّٰهُ	عَنْهُ	قَالَ
سے	مالک	بن انس	راضی ہوا	اللہ	اس سے	کہا

حضرت مالک بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

قَالَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ	تَرَكْتُ	فِيْكُمْ	أَمْرَيْنِ
کہا	اللہ کے رسول	صلی اللہ علیہ وسلم	میں نے چھوڑی	تمہارے درمیان	دو چیزیں

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں نے تمہارے پاس دو چیزیں چھوڑی ہیں۔

لَنْ	تَضِلُّوْا	مَا	تَمَسَّكْتُمْ	بِهِمَا	كِتَابُ اللّٰهِ	وَ سُنَّةِ	رَسُوْلِهِ
ہرگز نہیں	تم گمراہ ہوگے	جو	پکڑے گا	اس کو	اللہ کی کتاب	اور سنت	اس کے رسول کی

جوتم سے ان کو تھام لے گا وہ کبھی گمراہ نہیں ہوگا۔ اللہ کی کتاب اور اس کے رسولؐ کی سنت۔

عربی قواعد

فعل ماضی: قَالَ تَرَكْتُ صَلَّى سَلَّمَ

فعل مضارع: تَمَسَّكْتُمْ تَمَسَّ فعل مضارع كُمْ ضمیر

فعل مضارع منفی: لَنْ تُضِلُّوْا

مرکب اضافی: رَسُوْلُ اللّٰهِ كِتَابُ اللّٰهِ رَسُوْلِهِ

حرف جر: عَنْ عَنْهُ میں عَنْ حرف جر ہٗ ضمیر

فِيْكُمْ میں فِيْ حرف جر كُمْ ضمیر

ضمائر: رَسُوْلِهِ میں ہٖ ضمیر

تشریح

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی سے بچنے کا نسخہ بتایا ہے وہ یہ کہ قرآن اور سنت کو مضبوطی سے تھامے رہو تو تم گمراہ نہ ہوگے۔ اب ہم ان دونوں پر روشنی ڈالتے ہیں:

1-**اللہ کی کتاب ہدایت کا خزانہ**:- قرآن مجید میں مسلمانوں کی رہنمائی کا مکمل سامان موجود ہے۔ اس میں زندگی کے تمام شعبوں کے لیے رہنمائی موجود ہے۔ اس کو ماننے پر مسلمانوں کی ہدایت کا انحصار ہے اور قرآن سے منہ موڑنا مسلمانوں کے لیے گمراہی کا سبب ہے۔ اس لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ اس قرآن پر عمل کی وجہ سے قوموں کو ترقی دیتا ہے اور اس کو چھوڑنے کی وجہ سے قوموں کو گمراہ کرتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاعْتَصِمُوْا

بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (آل عمران 103:3) ''اور تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رکھو اور تفرقے میں نہ پڑو۔'' قرآن مسلمانوں کے اتحاد کی علامت ہے۔

قرآن حکیم کے فضائل و برکات: قرآن کی فضیلت بیان کرتے ہوئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہ قرآن اللہ کا دستر خوان ہے۔ جہاں تک تمہارے اندر طاقت ہے خدا کے دستر خوان کی طرف آؤ۔ بے شک اللہ کی رسی ہے اور واضح روشنی ہے اور شفا دینے والا ہے۔ فائدہ دینے والا محافظ ہے جس نے اس کو تھاما اور جس نے اس کی پیروی کی اس کو نجات دینے والا ہے۔ یہ بے رخی نہیں کرتا کہ اس کو منایا جائے۔ اس میں کوئی ٹیڑھا پن نہیں جسے سیدھا کرنے کی ضرورت پیش آئے۔ اس کے عجائبات کبھی ختم ہونے والے نہیں اور زیادہ پڑھنے سے پرانا نہیں ہوتا۔

قرآن سے اعراض موجب ضلالت و ہلاکت: حضرت حذیفہؓ فرماتے ہیں: اے قراء! تم قران پر نہ جمو گے اور دائیں بائیں راستہ تلاش کرو گے تو تم گمراہی میں بہت دور چلے جاؤ گے۔ (بخاری) آج ضرورت اس بات کی ہے کہ قرآن مجید کو پڑھا جائے اور اپنی اولادوں کو سکھایا جائے۔ اس کے بعد اس کو سمجھا جائے اور پھر اس پر عمل کیا جائے تو گمراہی ہمارے قریب بھی نہیں آئے گی ورنہ ہم دینی اور دنیاوی اعتبار سے ذلیل ہو جائیں گے۔

2- **سنت رسولؐ:** - دوسری چیز جو انسان کو گمراہی سے بچاتی ہے وہ سنت رسولؐ ہے۔ اس پر عمل کرنے کا حکم خود اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ مثلاً اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ أَطَاعَ اللّٰهَ (نساء 80:4) جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔ ایک دوسری آیت میں اطاعتِ رسول واضح انداز سے فرض قرار دی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اور جو کچھ تمہیں رسولؐ دے اسے لے لو اور جس چیز سے منع کرے اس سے باز رہو۔ (حشر 7:89) قرآن مجید میں تمام چیزوں کی تفاصیل موجود نہیں۔ اس لیے حدیث قرآن کی تشریح کر کے مسلمانوں کی رہنمائی کرتی ہے اور ان کو گمراہی سے بچاتی ہے۔ اس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوۂ حسنہ ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب 21:33) بے شک تمہارے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات میں بہترین نمونہ موجود ہے۔

اطاعتِ قرآن و سنت کے متعلق ایک جامع فرمان نبویؐ: اطاعت قرآن و سنت کے بارے میں ایک جامع حدیث یہ ہے: ایمان داری آسمان سے لوگوں کے دل کی جڑ پر اترتی ہے اور قرآن بھی آسمان سے اترا ہے۔ پھر لوگوں نے اس کو پڑھا اور حدیث سے قرآن کا مطلب سمجھا۔ (بخاری) عصرِ حاضر میں اس بات کی بہت ضرورت ہے کہ سنت کو پڑھا جائے اور سمجھ کر اس پر عمل کیا جائے۔ ایسا کر کے ہی ہم راہِ راست پر قائم رہ سکتے ہیں ورنہ تباہی ہمارا مقدر ہوگی۔ اس لیے اللہ کا قرآن اور نبی کریمؐ کی سنت دونوں انمول قیمتی چیزیں ہیں جن سے ہمیں بھرپور استفادہ کرنا چاہیے۔

(4) ارکان اسلام

عَنْ	عَبْدِاللّٰهِ	بْنِ	عُمَرَ	رَضِيَ	اللّٰهُ	عَنْهُمَا	قَالَ
سے	عبداللہ	بیٹے	عمر	راضی ہوا	اللہ	ان (دونوں) سے	کہا

عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ

قَالَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	صَلَّى	اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَ	سَلَّمَ
فرمایا	اللہ کے رسول	درود بھیجا	اللہ	اس پر	اور	سلام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

بُنِيَ	الْاِسْلَامُ	عَلٰى	خَمْسٍ	شَهَادَةِ	اَنْ
بنیاد رکھی گئی	اسلام	پر	پانچ	شہادت دینا	کہ

اسلام کی بنیاد پانچ (ارکان) پر ہے گواہی دینا کہ

لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	اللّٰهُ	وَ	اَنَّ	مُحَمَّدًا	عَبْدُهٗ
نہیں	معبود	مگر	اللہ	اور	یہ کہ	محمد	اسکے بندے

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمدؐ اس کے بندے

وَ	رَسُوْلُهٗ	وَ	اِقَامِ	الصَّلٰوةِ	وَاِيْتَاءِ	الزَّكٰوةِ
اور	اس کے رسول	اور	قائم کرنا	نماز	اور دینا	زکوٰۃ

اور اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا

وَ	حَجِّ	الْبَيْتِ	وَ	صَوْمِ	رَمَضَانَ
اور	حج	گھر	اور	روزہ	رمضان کا

اور اللہ کے گھر کا حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا (بخاری ومسلم)

عربی قواعد

فعل ماضی: قَالَ بُنِيَ

مرکب اضافی: رَسُوْلُ اللّٰهِ عَبْدُهٗ رَسُوْلُهٗ صَوْمِ رَمَضَانَ

حَجِّ الْبَيْتِ

تشریح

اسلام کے بنیادی ارکان: اس حدیث کے مطابق اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے۔

1- **توحید و رسالت کی گواہی:** اللہ کو واحد معبود ماننا اسلام کی پہلی بنیاد ہے۔ باقی اسلام کا انحصار اسی پر ہے۔ اللہ کو معبود نہ ماننے والا کبھی مسلمان نہیں ہو سکتا۔ اس کا دوسرا جزو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول ماننا ہے۔ رسول خدا کے وہ برگزیدہ بندے ہیں جو اللہ کا پیغام لوگوں تک پہنچاتے ہیں اور عملی نمونہ بن کر دکھاتے ہیں اور حضور اکرم اللہ کے آخری نبی ہیں جیسا کہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”محمد تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن آپؐ اللہ کے رسول اور

خاتم النبیین ہیں۔" (الاحزاب 40:33) ایک حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اس شخص نے ایمان کا ذائقہ چکھ لیا جو اللہ کے رب ہونے پر، اسلام کے دین ہونے پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رسول ہونے پر راضی ہو گیا" (مسلم)۔

2-قیامِ صلوٰۃ: اس حدیث میں نماز قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے نہ کہ نماز پڑھنے کا۔ ارشادِ باری ہے: **اَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ** (بقرہ 110:2) "نماز قائم کرو"۔ قیامِ نماز کا مطلب اس کی باجماعت ادائیگی ہے۔ فرض نمازیں تو ضرور باجماعت ادا کریں۔ یہی قیامِ صلوٰۃ کا عملی ثبوت ہے۔ اس لیے باجماعت نماز کا ثواب انفرادی طور پر ادا شدہ نماز سے بعض روایات کے مطابق پچیس گنا اور بعض کے مطابق ستائیس گنا زیادہ ہے۔ اس کے علاوہ ایک حدیث میں یہاں تک آیا ہے کہ باجماعت نماز ادا نہ کرنے والے کی نماز نہیں ہوتی۔ باجماعت نماز ادا کرنے کے بے شمار فوائد ہیں مثلاً: اتحاد، ایک امام کی اطاعت کی تربیت، حال احوال سے آگاہی، آپس میں محبت کا بڑھنا، نفرتیں کم ہونا، اسلامی تعلیمات کی نشر و اشاعت اور مختلف مشاورتیں وغیرہ۔ یہ ایمان لانے کے بعد پہلا امتحان ہے، اس میں فیل ہونے والے کا ایمان مشکوک ہوتا ہے کیونکہ نماز دعویٰ ایمان کا عملی ثبوت ہے۔ اس لیے حدیث میں ہے: **مَنْ تَرَكَ الصَّلٰوةَ مُتَعَمِّدًا فَقَدْ كَفَرَ** "جس نے جان بوجھ کر نماز ترک کی اس نے کفر کیا"۔ اسی طرح دوزخیوں سے دوزخ میں جانے کا سبب پوچھا جائے گا تو کہیں گے: **لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ** (مدثر 43:74) "ہم نماز نہیں پڑھتے تھے"۔

3-ادائیگی زکوٰۃ: اس حدیث میں تیسرا حکم زکوٰۃ کی ادائیگی کا دیا گیا ہے۔ یہ اسلامی معاشرے کے کمزور افراد کی مستقل بیمہ کاری ہے اور یہ فرض عبادت ہے۔ اس کو ادا نہ کرنے والا گناہ کبیرہ کا مرتکب ہوتا ہے اور انکار کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ اگر صحیح زکوٰۃ ادا ہو جائے تو معاشرے میں کوئی غریب نہ رہے۔ اسلام کا یہ امتیازی اور اختصاصی پہلو ہے کہ اس نے کمزوروں کی مدد کو عبادت اور فرض قرار دیا۔ موجودہ دور میں بھی معاشی مسائل کا اس سے بہتر کوئی حل نہیں۔ ارشادِ باری ہے: **وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا** (مزمل 20:73) "اور زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ کو قرضِ حسنہ دو"۔

4-رمضان کے روزے: روزہ انسان کے ضبطِ نفس کی تربیت کا بہت بڑا اور مؤثر ذریعہ ہے۔ بھوک اور پیاس برداشت کرنا برے یا سخت وقت کے مقابلے کے لیے بہت ضروری ہے۔ اس کے علاوہ اس کا مقصد غریبوں کے لیے ہمدردی کے جذبات پیدا کرنا ہے۔ اس لیے ایک روزہ کے جان بوجھ کر ترک کرنے پر تیس مسلسل روزے رکھنے کی سزا ہے۔ ارشادِ باری ہے: **كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ** (بقرہ 183:2) "تم پر روزے فرض کئے گئے ہیں" اور ساتھ ہی اس کا مقصد بھی بیان کر دیا گیا: **لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ** (بقرہ 183:2) تاکہ تم پرہیزگار بنو۔

5-حج بیت اللہ: حج بیت اللہ دراصل اللہ کے گھر کی زیارت ہے اور اس بہانے سے کوچۂ محبوب یعنی مدینہ منورہ کی زیارت بھی ہے۔ اس سے ایمان تر و تازہ ہو جاتا ہے۔ اس کے علاوہ یہ مالی اور بدنی عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ استطاعت کے باوجود حج نہ کرنے والا گویا مسلمان نہیں رہتا۔ ارشادِ باری ہے: **وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا** (آلِ عمران 97:3) "اور استطاعت رکھنے والے لوگوں پر اللہ کے لیے اُس کے گھر کا حج فرض کیا گیا ہے"۔

چنانچہ بہت سی احادیث کے مطابق حج کی اہمیت درج ذیل ہے:

(الف) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حج مقبول کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔"

(ب) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے افضل جہاد حج مقبول ہے۔''

(ج) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے صحیح حج کیا اور اس میں گناہوں اور نافرمانیوں سے بچا رہا تو وہ ایسا ہو کر لوٹے گا جیسا اس دن تھا، جب اس کی ماں نے اسے جنا۔''

(5) اسلام، ایمان، احسان اور قیامت (حدیث جبرئیلؑ)

عَنْ	عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ	رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	اَيْضًا	قَالَ	بَيْنَمَا
سے	عمر بن الخطاب	راضی ہوا اللہ اس سے	بھی	کہا	جب

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے ہی یہ بھی روایت ہے، انہوں نے کہا

نَحْنُ	جُلُوْسٌ	عِنْدَ	رَسُوْلِ اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
ہم	بیٹھے	پاس	اللہ کے رسول	صلی اللہ علیہ وسلم

کہ جب ہم ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اس دوران

ذَاتَ	يَوْمٍ	اِذْ	طَلَعَ	عَلَيْنَا	رَجُلٌ
ایک	دن	جب	نمودار ہوا	ہم پر	ایک آدمی

ہمارے سامنے ایک ایسا شخص نمودار ہوا

شَدِيْدُ	بَيَاضِ	الثِّيَابِ	شَدِيْدُ	سَوَادِ	الشَّعْرِ	لَا	يُرٰى
انتہائی	سفیدی والا	کپڑوں کی	انتہائی	سیاہی	بالوں کی	نہیں	دکھائی دیا

جو انتہائی سفید لباس پہنے ہوئے تھا اور انتہائی سیاہ بالوں والا تھا،

عَلَيْهِ	اَثَرُ	السَّفَرِ	وَلَا	يَعْرِفُهٗ	مِنَّا	اَحَدٌ
اس پر	علامت	سفر کی	اور نہ	پہچانا اس کو	ہم میں سے	کسی ایک نے

اور اس پر سفر کا کوئی اثر نظر نہیں آتا تھا اور نہ ہی ہم میں سے کوئی اُسے پہچانتا تھا،

حَتّٰى	جَلَسَ	اِلَى	النَّبِيِّ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	فَاَسْنَدَ
حتیٰ کہ	وہ بیٹھا	طرف/پاس	نبی	صلی اللہ علیہ وسلم	پس اس نے ملایا

یہاں تک کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ گیا

رُكْبَتَيْهِ	اِلٰى	رُكْبَتَيْهِ	وَوَضَعَ	كَفَّيْهِ	عَلٰى	فَخِذَيْهِ	وَ
گھٹنے اپنے	اس کی طرف	گھٹنے اس کے	اور رکھا	اپنی ہتھیلیاں	پر	اُس کی رانوں	اور

تو اس نے اپنے گھٹنے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنوں کے ساتھ ملا دیئے اور اپنی دونوں ہتھیلیوں کو اپنی رانوں پر رکھ لیا اور

قَالَ	یَا مُحَمَّدُ	اَخْبِرْنِیْ	عَنِ	الْاِسْلَامِ	فَقَالَ
کہا	اے محمد ﷺ	مجھے خبر دیجیے	متعلق	اسلام کے	پس اس نے کہا

کہا اے محمد ﷺ مجھے اسلام کے بارے میں بتائیے تو

رَسُوْلُ اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	اَلْاِسْلَامُ
اللہ کے رسول	صلی اللہ علیہ وسلم	اسلام

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسلام یہ ہے کہ

اَنْ	تَشْهَدَ	اَنْ	لَآ	اِلٰهَ	اِلَّا	اللّٰهُ	وَ
کہ	تو گواہی دے	کہ	نہیں	کوئی معبود	سوائے	اللہ کے	اور

تو گواہی دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور

اَنَّ	مُحَمَّدًا	رَّسُوْلُ اللّٰهِ	وَتُقِيْمَ	الصَّلٰوةَ	وَ
کہ بیشک	محمد	اللہ کے رسول	اور تو قائم کرے	نماز	اور

یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں اور تو نماز قائم کرے اور

تُؤْتِيَ	الزَّكٰوةَ	وَتَصُوْمَ	رَمَضَانَ	وَتَحُجَّ	الْبَيْتَ
تو دے	زکوٰۃ	اور تو روزے رکھے	رمضان کے	اور تو حج کرے	گھر

تو زکوٰۃ دے اور تو رمضان کے روزے رکھے اور تو بیت اللہ کا حج کرے

اِنِ	اسْتَطَعْتَ	اِلَيْهِ	سَبِيْلًا	قَالَ	صَدَقْتَ	فَعَجِبْنَا	لَهٗ
اگر	تو استطاعت رکھتا ہو	اس کی طرف	راستہ کی	اس نے کہا	تو نے سچ کہا	پس ہم نے تعجب کیا	اس پر

اگر تو اس کے راستہ کی طرف استطاعت رکھتا ہو۔ اس نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا۔ پس ہم نے اس پر تعجب کیا کہ

يَسْاَلُهٗ	وَيُصَدِّقُهٗ	قَالَ	فَاَخْبِرْنِيْ	عَنِ	الْاِيْمَانِ
اس سے پوچھتا ہے	اور تصدیق کرتا ہے اس کی	اس نے کہا	پس خبر دیجیے مجھے	بارے میں	ایمان کے

وہ خود ہی آپ ﷺ سے سوال کرتا ہے اور خود ہی تصدیق کرتا ہے۔ پھر اس نے کہا مجھے ایمان کے بارے میں بتائیے

قَالَ	اَنْ	تُؤْمِنَ	بِاللّٰهِ	وَمَلٰٓئِكَتِهٖ	وَكُتُبِهٖ
اس نے کہا	کہ	تو ایمان لائے	ساتھ اللہ	اور فرشتوں اس کے	اور کتابوں اس کی

آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تو اللہ، اس کے فرشتوں، اس کی کتابوں

وَرُسُلِهٖ	وَالْيَوْمِ	الْاٰخِرِ	وَتُؤْمِنَ	بِالْقَدَرِ
اور رسولوں اس کے	اور دن	آخرت کے	اور تو ایمان لائے	ساتھ تقدیر کے

اور اس کے رسولوں اور آخرت کے دن پر ایمان لے آئے اور تو اچھی اور بری تقدیر پر ایمان لے آئے

خَيْرِهٖ	وَشَرِّهٖ	قَالَ	صَدَقْتَ	قَالَ	فَأَخْبِرْنِي	عَنِ
اچھائی اس کی	اور برائی اس کی	اس نے کہا	تو نے سچ کہا	اس نے کہا	پس خبر دیجیے مجھے	کے متعلق

اس نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا پھر اس نے کہا مجھے احسان کے بارے میں

الْإِحْسَانِ	قَالَ	أَنْ	تَعْبُدَ اللّٰهَ	كَأَنَّكَ	تَرَاهُ	فَإِنْ
احسان کے	اس نے کہا	کہ	تو عبادت کرے اللہ کی	گویا تو	تو دیکھتا ہے اسے	پس اگر

بتائیے، آپ ﷺ نے فرمایا: کہ تو اللہ کی اس طرح عبادت کرے جیسے تو اسے دیکھتا ہے، پس اگر

لَمْ	تَكُنْ	تَرَاهُ	فَإِنَّهُ	يَرَاكَ	قَالَ	صَدَقْتَ	قَالَ	فَأَخْبِرْنِي
نہ	تو ہو	دیکھتا اسے	تو بے شک	وہ دیکھتا ہے تجھے	اُس نے کہا	تو نے سچ کہا	وہ بولا	پس خبر دیجیے مجھے

تو اسے نہیں دیکھتا، پس بے شک وہ تجھے دیکھتا ہے اُس نے کہا آپ نے سچ کہا۔ پھر اس نے کہا مجھے قیامت کی گھڑی کے بارے میں بتائیے

عَنِ	السَّاعَةِ	قَالَ	مَا	الْمَسْئُولُ	عَنْهَا	بِأَعْلَمَ	مِنَ	السَّائِلِ
بارے میں	گھڑی (قیامت)	اس نے کہا	نہیں	پوچھا گیا	جس سے	زیادہ جاننے والا	سے	پوچھنے والے

آپ ﷺ نے فرمایا جس سے پوچھا گیا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ نہیں جانتا

قَالَ	فَأَخْبِرْنِي	عَنْ	أَمَارَاتِهَا	قَالَ	أَنْ	تَلِدَ
اس نے کہا	پس خبر دیجیے مجھے	سے	نشانیاں اس کی	اس نے کہا	کہ	جنے گی

اس نے کہا "مجھے اس کی علامات ہی بتا دیجیے"۔ آپ ﷺ نے فرمایا یہ کہ لونڈی اپنی

الْأَمَةُ	رَبَّتَهَا	وَأَنْ	تَرَى	الْحُفَاةَ	الْعُرَاةَ	الْعَالَةَ
لونڈی	مالکہ اپنی	اور کہ	تو دیکھے گا	ننگے پاؤں	ننگے جسم	محتاج

مالکہ کو جنم دے گی اور یہ کہ تو ننگے پاؤں، ننگے جسم، مفلس، بکریاں چرانے والوں کو ایک دوسرے

رِعَاءَ	الشَّاءِ	يَتَطَاوَلُونَ	فِي	الْبُنْيَانِ	ثُمَّ	انْطَلَقَ	فَلَبِثْتُ
چرانے والا	بکریاں	وہ فخر کریں گے	بارے میں	عمارتوں	پھر	وہ چلا گیا	پس میں رہا

سے لمبی لمبی عمارتیں بنانے میں فخر کرتا ہوا دیکھے گا پھر وہ چلا گیا تو میں کچھ دیر ٹھہرا رہا۔

مَلِيًّا	ثُمَّ	قَالَ	لِي	يَا عُمَرُ	أَ	تَدْرِي	مَنِ	السَّائِلُ
کچھ دیر	پھر	اس نے کہا	مجھے	اے عمر	کیا	تو جانتا ہے	کون	پوچھنے والا

آپ ﷺ نے فرمایا، اے عمرؓ! کیا تم جانتے ہو کہ یہ سوال کرنے والا کون تھا؟

قُلْتُ	اَللّٰهُ	وَرَسُولُهُ	أَعْلَمُ	قَالَ	فَإِنَّهُ	جِبْرِيلُ
میں نے کہا	اللہ	اور رسول اس کا	زیادہ جانتا ہے	کہا	پس بے شک وہ	جبرئیل

میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتے ہیں، پس آپ ﷺ نے فرمایا، یہ جبرئیل تھے

أَتَاكُمْ	يُعَلِّمُكُمْ	دِينَكُمْ	رَوَاهُ	مُسْلِمٌ
آئے تمہارے پاس	وہ سکھاتا ہے تمہیں	دین تمہارا	روایت کیا اس کو	مسلم نے

جو تمہارے پاس تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔ اسے امام مسلم نے روایت کیا۔

عربی قواعد

فعل ماضی:
رَضِيَ — قَالَ — طَلَعَ — جَلَسَ
أَسْنَدَ — وَضَعَ — اِسْتَطَعْتَ — صَدَقْتَ
عَجِبْنَا — اِنْطَلَقَ — لَبِثْتُ — أَتَى
أَخْبِرْنِي

فعل مضارع:
يُرَى — يَعْرِفُ — تَشْهَدَ — تُقِيمَ
تُؤْتِيَ — تَصُومَ — تَحُجَّ — يُصَدِّقُ
تُؤْمِنُ — تَعْبُدَ — تَكُنْ — يَرَى
تَلِدَ — يَتَطَاوَلُونَ — تَدْرِي — يَعْلَمُ

فعل امر:
أَخْبِرْ

مرکب توصیفی:
اَلْيَوْمِ الْآخِرِ

مرکب اضافی:
اِبْنَ الْخَطَّابِ — عِنْدَ رَسُولِ — رَسُولُ اللّٰهِ — ذَاتَ يَوْمٍ
بَيَاضِ الشِّيَابِ — شَدِيدُ سَوَادِ — سَوَادِ الشَّعْرِ — أَثَرُ السَّفَرِ
رُكْبَتَيْهِ — كَفَّيْهِ — فَخِذَيْهِ — مَلٰئِكَتِهٖ
كُتُبِهٖ — خَيْرِهٖ — شَرِّهٖ — أَمَارَاتِهَا
رَبَّتَهَا — رِعَاءَ الشَّاءِ — رَسُولُهُ — دِينَكُمْ

حرف جر: عَنْ عَنْهُ میں عَنْ حرف جر ہ ضمیر عَلَیْهِ میں عَلٰی حرف جر ہِ ضمیر
حَتّٰی اِلٰی
فَخِذَیْهِ میں ہِ لَهٗ میں ل حرف جر ہ ضمیر لِیْ میں ل حرف جر ی ضمیر
بِالْقَدْرِ میں با مِنْ فِیْ

ضمائر: یَرَاكَ میں كَ اَمَارَاتِهَا رَبَّتَهَا اور عَنْهَا میں هَا
اَتَاكُمْ یُعَلِّمُكُمْ دِیْنَكُمْ میں كُمْ مَلٰئِكَتِهٖ
كُتُبِهٖ رُسُلِهٖ خَیْرِهٖ شَرِّهٖ
تَرَاهُ فَاِنَّهٗ اور رَوَاهُ میں ہ

تشریح

یہ حدیث، حدیثِ جبرائیل کہلاتی ہے۔ ہوا یوں کہ ایک مرتبہ سیّدنا جبرائیل علیہ السلام نبی ﷺ کے پاس انسانی شکل میں آئے اور اپنے گھٹنے نبی ﷺ کے گھٹنوں کے ساتھ ملا کر بیٹھ گئے۔ یہ حدیث اسلام کی بنیادی تعلیمات کے ضمن میں بہت اہمیت رکھتی ہے۔ اس میں ایمان، اسلام، احسان اور قیامت کے بارے میں سوالات کئے گئے ہیں۔ اب ہم انہی عنوانات کے تحت اس کی تشریح کرتے ہیں۔

اسلام کیا ھے؟ پہلا سوال جو نبی ﷺ سے کیا گیا وہ یہ تھا کہ اسلام کیا ہے؟ اسلام کے معنی سلامتی اور فرماں برداری کے ہیں۔ شرعی اصطلاح میں اعمال کو دین کے مطابق سرانجام دینا اسلام کہلاتا ہے۔ یعنی اسلام انسان کے ظاہری اعمال کا نام ہے۔ اس کے ارکان یہ ہیں:

1- **توحید و رسالت:** اسلام کا آغاز کلمۂ شہادت سے ہوتا ہے۔ یہ اسلام میں داخل ہونے کی کنجی ہے۔ اس کے اقرار کے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔ اس کے دو اجزاء ہیں۔ پہلے جزو میں اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا اقرار کیا جاتا ہے جبکہ دوسرے جزو میں نبی ﷺ کی رسالت کو مانا جاتا ہے۔ یہ دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی دائرۂ اسلام سے اخراج کا باعث ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے: مَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ دَخَلَ الْجَنَّةَ ”جس نے لا اله الا اللہ کہا وہ جنت میں داخل ہوا“۔

2- **نماز:** کلمہ کے بعد سب سے اہم رکنِ اسلام نماز ہے۔ اس کا ذکر قرآن مجید میں کافی دفعہ آیا ہے۔ اس سے اس رکن کی اہمیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ قبر میں سب سے پہلے نماز کا حساب کتاب ہوگا۔ نماز کا مقصد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (عنکبوت 45:29) ”بے شک نماز بے حیائی اور برائی سے روکتی ہے“۔

3- **زکوٰۃ:** اسلام کا تیسرا رکن زکوٰۃ ہے۔ اس کا انکار بھی کفر ہے۔ اسی لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے منکرینِ زکوٰۃ سے جہاد کیا تھا۔ اس کا مقصد کمزور مسلمانوں کی مالی مدد کرنا ہے۔ اس کے متعلق اسلام کا اصول ہے: یہ اغنیاء سے لی جائے گی اور غریبوں کو دی جائے گی۔

4- **روزہ**: یہ اسلام کا اہم رکن ہے۔ یہ ہر عاقل، بالغ اور تندرست پر فرض ہے رمضان کے مہینے میں فجر سے لے کر مغرب تک کھانے پینے اور مجامعت سے پرہیز روزہ کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے روزے کی اہمیت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے، كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (بقرہ2:183)''تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تا کہ تم متقی بن جاؤ''۔ یعنی حقیقی معنوں میں مسلمان بن جانا اسلام لانے کا مقصود حقیقی ہے اور ایسا انسان صاحبِ تقویٰ کہلاتا ہے۔

5- **حج**: اسلام کا پانچواں رکن حج کہلاتا ہے۔ اس کے معنی زیارت کے ہیں۔ مخصوص دنوں میں کعبہ کی زیارت اور دیگر فرائض سرانجام دینا حج کہلاتا ہے۔ ارشادِ نبوی ﷺ ہے،'' جسے واقعی عذر یا جابر بادشاہ یا خطرناک بیماری کے سوا حج کرنے سے کوئی امر مانع نہیں اور پھر وہ حج کیے بغیر مر گیا تو چاہے وہ یہودی ہو کر مرے یا نصرانی''۔

ایمانیات: دوسرا سوال جبرائیل علیہ السلام نے کیا کہ ایمان کیا ہے تو آپ ﷺ نے جواب دیا، ایمان یہ ہے کہ تو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کی کتابوں اور اس کے رسولوں اور یوم آخرت کی تصدیق کرے اور تقدیر میں خیر وشر کی تصدیق کرے۔ اب ہم ایمان کی تشریح کرتے ہیں۔ ایمان کے اجزاء درج ذیل ہیں:

1- **اللہ تعالیٰ پر ایمان**: اللہ تعالیٰ کو ایک ماننا اور اس کو ہر عیب سے پاک تصور کرنا، اس کو اپنا خالق و مالک ماننا۔ یہ عقیدہ اسلام کی جان ہے۔ جتنا خدا کی ذات پر ایمان پختہ ہوتا جائے گا اتنا انسان نیکی کی منزل اپنے قریب ترین محسوس کرے گا۔

2- **فرشتوں پر ایمان**: اسلام میں فرشتوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کی نوری مخلوق ہیں۔ یہی اللہ تعالیٰ کا پیغام لے کر پیغمبروں کے پاس آتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے کارندے ہیں جو اس کے حکم سے نظمِ کائنات چلاتے ہیں۔

3- **کتابوں پر ایمان**: اللہ تعالیٰ نے انسان کی رہنمائی کے لیے کتابیں بھیجی ہیں تا کہ انسان اس کے مطابق اپنی زندگی گزار سکے۔ قرآن مجید آخری الہامی کتاب ہے۔ یہ ایک کامل و اکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اسلام نے سابقہ آسمانی کتب کی تصدیق کی ہے لیکن اب عمل صرف قرآن مجید پر ہی کیا جائے گا۔

4- **رسولوں پر ایمان**: اللہ تعالیٰ نے نبی ﷺ سے پہلے بھی ہر قوم کی رہنمائی کے لیے انسانوں کو اپنا نمائندہ بنا کر بھیجا۔ یہ لوگ راست رو اور معصوم تھے۔ ان کی صداقت اور نبوت میں ہم کوئی تفریق نہیں کرتے۔ اب اسلام کا انحصار نبی ﷺ کی نبوت کی تصدیق پر ہے۔

5- **آخرت پر ایمان**: آخرت کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ دنیاوی زندگی کوئی آخری زندگی نہیں بلکہ اس زندگی کے بعد ایک نئی زندگی شروع ہوگی۔ جس میں تمام دنیاوی کاموں کا حساب لیا جائے گا اور اعمال کی بنیاد پر جنت اور دوزخ کا فیصلہ کیا جائے گا۔ یہ عقیدہ اسلام کی جان ہے۔ یہ بُرائیوں سے دور کرنے والا اور اچھائیوں کی قربت بخشنے والا ہے۔

6- **تقدیر پر ایمان**: تقدیر اندازہ لگانے کو کہتے ہیں۔ تقدیر پر ایمان کا مطلب یہ ہے کہ انسانی زندگی میں جو خیر وشر پایا جاتا ہے وہ زندگی کا حصہ ہے، انسان بعض کاموں میں آزاد اور بعض میں مجبور ہے۔ اسی آزادی اور پابندی کو اختیار کر کے انسان اسلام پر عمل کرسکتا ہے۔ اس عقیدہ کا فائدہ یہ ہے کہ تقدیر میں جو نقصانات انسان کو پہنچتے ہیں وہ ان پر دلبرداشتہ نہیں ہوتا بلکہ اللہ کا حکم سمجھ کر انہیں قبول کر لیتا ہے۔

احسان: تیسرا سوال جو جبرائیل علیہ السلام نے کیا وہ یہ تھا کہ احسان کیا ہے آپ ﷺ نے جواب دیا، تو اس طرح

عبادت کر جیسے تو خدا کو دیکھ رہا ہے اور اگر تو اس کو نہیں دیکھ رہا تو پھر وہ تو تجھے دیکھ ہی رہا ہے۔ یہ اسلام کا اہم رکن ہے۔ کسی کام کو دو طرح سے سرانجام دیا جاتا ہے: (1) ظاہری تقاضے پورے کرنا۔ (2) کسی کام کو ظاہری تقاضوں کے ساتھ ساتھ حسن و خوبی سے سرانجام دینا۔ احسان دوسری راہ دکھاتا ہے۔ احسان کے دو درجے ہیں:

(1) انسان تصور کرے کہ وہ خدا کو دیکھ رہا ہے یہ بلند ترین درجہ تصور ہے۔ یہ نیک ترین لوگوں کو حاصل ہوتا ہے کہ وہ آنکھوں سے مشاہدۂ حق کر رہے ہوتے ہیں۔ اس کا تعلق اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص پر مبنی ہے۔

(2) جو مسلمان اس بلند مقام کے حامل نہیں ہوتے وہ یہ تصور رکھیں کہ خدا ان کو دیکھ رہا ہے۔ ہر قوم کے اندر ہر درجے کے یعنی بلند ترین اور کمزور ترین درجۂ ایمان رکھنے والے لوگ ہوتے ہیں۔ اس لیے دونوں حالتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل عقیدۂ احسان انسان کے اعمال میں، دل بستگی، خشوع و خضوع، حضوریٔ قلب اور چاشنی پیدا کر دیتا ہے۔ اس کا تصور انسان کے کردار اور روحانیت کو مضبوط کرتا ہے اور وہ تیزی کے ساتھ نیکی کی بلند ترین منزلوں کی طرف رواں دواں ہوتا ہے۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: ''عدل اگر معاشرے کی اساس ہے تو احسان اس کا جمال اور اس کا کمال ہے۔ عدل اگر معاشرے کو ناگواریوں اور تلخیوں سے بچاتا ہے تو احسان اس میں خوش گواریاں اور شیرینیاں پیدا کرتا ہے۔'' (تفہیم القرآن 565/2)

علامات قیامت: چوتھا سوال جبرائیل علیہ السلام نے یہ سوال کیا کہ قیامت کب قائم ہوگی؟ آپ ﷺ نے جواب دیا: میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا، البتہ آپ ﷺ نے علاماتِ قیامت بیان کیں جو درج ذیل ہیں:

1- لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی: اس کی علماء نے کئی توجیہات کی ہیں:

(الف) بچے اپنے والدین کے نافرمان ہوں گے۔

(ب) اولاد والدہ سے اس طرح کام لے گی گویا ماں ان کی نوکر اور وہ آقا ہیں۔

(ج) قربِ قیامت کے وقت غلاموں کی کثرت ہوگی اور ان کی اولاد آزاد ہو کر بادشاہ بنے گی اور والدہ بکتی بکتی ان کے پاس پہنچ جائے گی اور وہ اس کو خرید کر لونڈی بنائیں گے۔

(د) لڑکیاں جو عام طور پر والدہ کی فرماں بردار ہوتی ہیں وہ والدہ کی نافرمانی کر کے ان پر حکم چلائیں گی۔ گویا والدہ کی نافرمانی، تحقیر اور بے ادبی قربِ قیامت کی ایک نشانی ہے۔

2- غریب لوگ اور بلند عمارات: دوسری نشانی یہ بتائی کہ ننگے پاؤں، ننگے بدن اور بھیڑ بکریاں چرانے والے بلند عمارات کی بناء پر ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ غریب لوگ اچانک مال دار بن جائیں گے اور پھر وہ بڑی بڑی عمارات تعمیر کریں گے اور اس معاملے میں ایک دوسرے پر فخر کریں گے۔ اس کا مطلب ہے کہ فخر کی اصل بنیاد جو کردار ہے ختم ہو جائے گا اور امارت اس کی جگہ لے لے گی۔

(6) بچوں کو نماز سکھانا

عَنْ	شَبْرَمَةَ	بْنِ	مَعْبَدٍ	قَالَ	قَالَ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	مُرُوْا
سے	شبرمہ	بن	معبد	کہا	کہا	رسول	اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم	حکم دو

حضرت شبرمہ بن معبد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

الصَّبِيَّ	بِالصَّلٰوةِ	اِذَ	بَلَغَ	سَبْعَ	سِنِيْنَ	وَ	اِذَا	بَلَغَ	عَشْرَ
بچے کو	نماز کا	جب	وہ پہنچ جائے	سات	سال	اور	جب	وہ پہنچے	دس

بچے کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کا ہو جائے اور جب وہ دس سال

سِنِيْنَ	فَاضْرِبُوْهُ	عَلَيْهَا	اَخْرَجَهٗ	اَبُوْدَاوُدُ	وَ
سال	پس مارو اس کو	اس پر	روایت کیا اس کو	ابوداؤد	اور

کا ہو جائے تو پھر (ترک نماز پر) اسے مارو، اس کو ابوداؤد اور ترمذی نے

التِّرْمِذِيُّ	وَ	لَفْظُهٗ	عَلِّمُوا	الصَّبِيَّ	الصَّلٰوةَ
ترمذی	اور	الفاظ ہیں	سکھاؤ	بچہ کو	نماز

روایت کیا ہے اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ سات سال کے بچے کو نماز سکھاؤ

اِبْنَ	سَبْعِ	سِنِيْنَ	وَ	اضْرِبُوْهُ	عَلَيْهَا	اِبْنَ	عَشَرَةٍ	(ترمذی)
بیٹا	سات	سال	اور	مارو اس کو	اسے	بیٹا	دس سال	ترمذی

اور دس سال کا ہو جائے تو نماز ترک کرنے پر اسے مارو۔

عربی قواعد

فعل ماضی: قَالَ بَلَغَ اَخْرَجَ سَلَّمَ رَضِيَ

فعل امر: مُرُوْا فَاضْرِبُوْا میں اِضْرِبُوْا فعل امر عَلِّمُوْا

مرکب اضافی: اِبْنِ مَعْبَدٍ اِبْنَ سَبْعَ سِنِيْنَ اِبْنِ عَشَرَةٍ سَبْعَ سِنِيْنَ عَشْرَ سِنِيْنَ

ضمائر: عَلَيْهَا میں هَا ضمیر اَخْرَجَهٗ میں اَخْرَجَ فعل ماضی ہٗ ضمیر لَفْظُهٗ: میں ہٗ

حرف جر: بِالصَّلٰوةِ میں بِا

تشریح

اس حدیث کا پہلا حصہ سنن ابوداود کی کتاب الصلوۃ کے باب ''بچے کو کب نماز کا حکم دیا جائے'' سے ہے اور آخری حصہ جامع ترمذی کے باب ''بچے کو کب نماز کا حکم دیا جائے'' سے ہے۔ اسلامی عبادات میں نماز کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ اس لیے بچوں کو اس کا عادی بنانے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ اگر بچپن میں نماز کی ادائیگی کی عادت نہ پڑے تو پھر نماز کی عادت نہیں ڈالی جاسکتی۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں نماز کی اہمیت درج ذیل امور سے ظاہر ہوتی ہے:

نماز کی اہمیت قرآن کی روشنی میں: قرآن مجید میں ارکانِ اسلام میں سے جس پر سب سے زیادہ زور دیا گیا وہ نماز ہے۔اس کی اہمیت کے چند نمایاں نکات درج ذیل ہیں:

1- **ایمان اور نماز لازم وملزوم ہیں:** ایمان لانے کے بعد نماز کی ادائیگی ایک لازمی امر ہے اور یہ ایمان کی نشانی ہے۔اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ (بقرہ2:277)''بے شک وہ لوگ جو ایمان لائے اور انہوں نے نیک عمل کیے اور نماز کی پابندی کی۔''نماز کی ادائیگی کے بغیر ایمان مشکوک ہو جاتا ہے۔

2- **اطمینانِ قلب کا ذریعہ:** اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں نماز کو اطمینانِ قلب کا سب سے بڑا ذریعہ قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا ہے: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (رعد13:28)''خبردار اللہ کا ذکر ہی اطمینان کا ذریعہ ہے۔'' آج اگر ہم اطمینان قلب سے محروم ہو چکے ہیں تو اس کی بڑی وجہ ترک نماز ہے۔آج بھی اگر ہم اطمینان قلب حاصل کرنا چاہتے ہیں تو اس کا ذریعہ صرف اور صرف نماز ہے۔

3- **نصرتِ خداوندی کا ذریعہ:** نماز اللہ کی مدد کے حصول کا سب سے بڑا ذریعہ ہے۔اس بارے میں ارشادِ خداوندی ہے: یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوۃِ (بقرہ2:153)''اے ایمان والو! صبر اور نماز سے مدد لیا کرو''۔دورِ حاضر میں بھی صبر اور نماز انسان کے لیے بڑے حوصلے کا باعث بن سکتے ہیں۔

4- **برائیوں سے رکنے کا نسخہ:** نماز برائیوں سے رکنے کا عظیم نسخہ ہے اور آج بھی جبکہ ہمارے ہر طرف برائیاں چھائی ہوئی ہیں یہی نسخہ ہمیں برائی سے روک سکتا ہے۔چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (عنکبوت29:45)''اور نماز قائم کرو، بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔''نماز کے ذریعے سے ہم ان برائیوں سے محفوظ رہ سکتے ہیں جو دیمک کی طرح ہمارے کردار کو چاٹ رہی ہیں۔

5- **نماز دین کا ستون ہے:** نماز کو اسلام میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔نبیؐ نے نماز کو دین کا ستون قرار دیتے ہوئے ارشاد فرمایا: اَلصَّلٰوۃُ عِمَادُ الدِّیْنِ ''نماز دین کا ستون ہے۔''جس نے اس کو قائم کیا اس نے دین کو قائم کیا۔جس نے اسے ترک کیا اس نے دین کی عمارت کو گرا دیا۔گویا نماز کی عدم ادائیگی عملاً دین کی عمارت گرانے کے مترادف ہے۔

6- **روز قیامت کا پہلا سوال:** قیامت کے دن سب سے پہلے نماز کا سوال کیا جائے گا۔آپؐ نے اس سلسلے میں فرمایا: اَوَّلُ مَا سُئِلَ، سُئِلَ عَنِ الصَّلٰوۃِ ''قیامت کے دن سب سے پہلے بندے سے نماز کا حساب ہوگا۔''پس اگر نماز درست ہوئی تو باقی اعمال بھی درست ہوں گے۔اس لیے بچوں کو سات سال کی عمر ہو جانے پر نماز سکھانا ضروری ہے کیونکہ اگر بچپن میں انہیں نماز کی عادت نہ پڑی تو پھر وہ کبھی نمازی نہ بن سکیں گے اور نمازی نہ بنے تو پھر مسلمان ہونا ہی مشکوک ہو جائے گا۔آج نئی نسل نماز سے دور ہو رہی ہے کیونکہ ہمیں ان کی مادی ضرورتوں کی تو فکر ہے جبکہ ان کے سچا اور حقیقی مومن بننے کی نہیں۔

(7) فہمِ دین کی اہمیت

قَالَ	عَنْهُ	اللّٰهُ	رَضِيَ	مُعَاوِيَةَ	عَنْ
کہا	اس سے	اللہ	راضی ہوا	معاویہ	سے

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

يُّرِدِ	مَنْ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	قَالَ
ارادہ کرتا ہے	جس	صلی اللہ علیہ وسلم	رسول اللہ نے	کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے ساتھ

الدِّيْنِ	فِي	يُفَقِّهْهُ	خَيْرًا	بِهٖ	اللّٰهُ
دین	میں	اسے سمجھ دے دیتا ہے	خیر	ساتھ اس کے	اللہ

اللہ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی سمجھ دے دیتا ہے۔ (بخاری)

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ قَالَ صَلَّى سَلَّمَ

فعل مضارع: يُرِدْ يُفَقِّهْهُ میں يُفَقِّهْ فعل مضارع ہ ضمیر

حرف جر: عَنْ عَنْهُ میں عَنْ حرف جر ہٗ ضمیر فِي

بِهٖ میں بِ حرف جر ہٖ ضمیر

مرکب اضافی: رَسُوْلُ اللّٰهِ

تشریح

اس حدیث میں تفقہ یعنی دین میں سمجھ بوجھ کی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر دین کو سمجھا نہیں جا سکتا۔ اس لیے اللہ کا اس شخص پر خاص احسان ہوتا ہے جس کو وہ دین کی سمجھ بوجھ دے دے۔ فہم دین کی فضیلت درج ذیل ہے:

تفہیمِ دین کی فضیلت: - اسلامی علوم میں فہم دین کا درجہ قرآن و حدیث کے بعد ہے لیکن اس علم کے لیے قرآن، حدیث، علوم عربیہ اور اصول فقہ میں مہارت ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خاص طبعی مناسبت اور عقلی صلاحیت بھی ضروری ہے۔ قرآن مجید میں اس علم کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنِ (توبہ 122:9) پس ان کے ہر گروہ میں سے کچھ افراد کیوں نہیں ایسے نکلتے جو دین میں سمجھ پیدا کریں۔ حدیث میں اس علم کی تحسین کرتے ہوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ، اللہ تعالیٰ جس سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اسے دین کی سمجھ عطا کر دیتا ہے۔ ایک حدیث میں فقیہہ کی فضیلت ان

الفاظ میں بیان کی گئی ہے: فَقِيهٌ وَّاحِدٌ اَشَدُّ عَلَى الشَّيْطٰنِ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ (ترمذی) ایک فقیہ ہزار عابدوں کی نسبت شیطان پر زیادہ بھاری ہے۔

فقیہ کو عابد پر فضیلت اس لیے دی گئی ہے کیونکہ عابد اپنی ذات تک محدود ہوتا ہے جبکہ فقیہہ امت کے انفرادی و اجتماعی مسائل کو حل کرتا ہے۔فقیہ کو مجتہد بھی کہتے ہیں۔اگر وقت کے ساتھ اجتہاد کے ذریعے امت کے مسائل کا حل نہ نکالا جائے تو زندگی جمود اور بے راہ روی کا شکار ہو جائے۔گویا علم فقہ مسلمانوں کی زندگی کو ضابطے کا پابند بنا کر ترقی کے راستے پر ڈال دیتا ہے اور مسلمانوں کو گمراہی سے بچا کر منزل مقصود تک پہنچا دیتا ہے۔یوں مسلمانوں کے صحیح راستے پر قائم رہنے میں مددگار ثابت ہوتا ہے۔

فہم دین کے فوائد درج ذیل ہیں

1-**مسائل کا حل**: فہم دین سے جدید وقدیم تمام دینی مسائل حل ہوتے ہیں۔اگر یہ مسائل حل نہ ہوں تو مسلمان گمراہ ہو سکتے ہیں۔اس طرح وہ اسلام سے دور ہو جائیں گے۔اس سے اسلام اور مسلمانوں کو نا قابل تلافی نقصان پہنچتا۔اس لیے دین کی سمجھ بوجھ پیدا کرنا بہت ضروری ہے۔

2-**حفاظتِ اسلام**: اسلام کی حفاظت فہمِ دین ہی سے ممکن ہوتی ہے ورنہ اسلام کے بارے میں غلط سلط چیزیں پھیلا کر گمراہ کیا جا سکتا ہے جس سے ایمان کمزور ہوتا ہے۔آج کل اسلام کو سب سے زیادہ نقصان بھی فہمِ دین نہ ہونے کی وجہ سے پہنچ رہا ہے۔

3-**شکوک و شبہات کا خاتمہ**: مسلمانوں کے مخالف اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات پھیلاتے ہیں تا کہ مسلمان اسلام سے متنفر ہو جائیں اور اسلام کے بارے میں ان کے ذہنوں میں شکوک وشبہات پیدا ہو جائیں۔اس لیے تفقہ ہی سے یہ شبہات ختم ہو سکتے ہیں۔ورنہ یہ شکوک مسلمانوں کا ایمان کمزور کر دیتے ہیں جس سے وہ شیطان کا آسان شکار بن جاتے ہیں۔

4-**اسلامی احکام کا صحیح علم**: اسلامی احکام کا صحیح علم بھی فہمِ دین سے ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ورنہ غلط مطلب سمجھ کر بہت سے گمراہ فرقے ماضی میں پیدا ہوئے مثلاً خوارج،معتزلہ وغیرہ۔مسلمانوں اور اسلام کو سب سے زیادہ نقصان بھی ایسے گمراہ فرقوں کی وجہ سے پہنچا،خوارج نے بے شمار مسلمانوں کو موت کے گھاٹ اتارا اور خود بھی قتل ہوئے، اس طرح اسلامی حکومت کو بہت نقصان پہنچا اور معتزلہ نے مسلمانوں میں فکری گمراہیاں پیدا کیں جس سے ایمان کمزور پڑ گئے۔آج بھی فرقہ پرستی کی وجہ ناقص فہمِ دین ہے۔

5-**عروج کی ضمانت**: مسلمانوں کے عروج کی ضمانت فہمِ دین ہے۔اس سے انسانی رائے اسلامی قانون سازی میں استعمال ہوتی ہے۔اس کے علاوہ فقہ انسانی سوچ کے جمود کو توڑ دیتی ہے۔جس سے مختلف علوم میں ترقی کا عمل شروع ہوتا اور جاری رہتا ہے۔اس سے اسلامی فکر کی تشکیل جدید ہوتی رہتی ہے۔اسی فقہ کی وجہ سے مسلمانوں میں احیا اور بیداری کا جذبہ پیدا ہو رہا ہے اور وہ اپنی اصلاحِ احوال کی طرف مائل ہو رہے ہیں۔فہمِ دین ہی مسلمانوں کو زوال سے نکال کر عروج کی طرف لے جا سکتا ہے۔

(8) علم کی فضیلت

عَنْ	اَبِیْ هُرَيْرَةَ	قَالَ	قَالَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	مَنْ	سَلَكَ
سے	ابوہریرہ	کہا	کہا	اللہ کے رسول	صلی اللہ علیہ وسلم	جو	چلا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص طلب علم میں

طَرِيْقًا	يَلْتَمِسُ	فِيْهِ	عِلْمًا	سَهَّلَ	اللّٰهُ	بِهٖ	طَرِيْقًا	اِلَى
راستے	وہ چاہتا ہے	اس میں	علم	آسان کرتا ہے	اللہ	اس کے لیے	راستہ	طرف

کسی راستہ پر چلتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے

الْجَنَّةِ	وَ	مَا	اجْتَمَعَ	قَوْمٌ	فِيْ	بَيْتٍ	مِّنْ	بُيُوْتِ	اللّٰهِ	يَتْلُوْنَ
جنت کے	اور	جو	جمع ہو	گروہ	میں	گھر	سے	گھر	اللہ کے	وہ تلاوت کریں

اور جو لوگ اللہ کے گھروں (مساجد) میں جمع ہو کر تلاوتِ قرآن کرتے ہیں

كِتَابَ اللّٰهِ	وَ	يَتَدَارَسُوْنَهٗ	بَيْنَهُمْ	اِلَّا	نَزَلَتْ	عَلَيْهِمُ
اللہ کی کتاب	اور	اس کو پڑھیں پڑھائیں	آپس میں	مگر	نازل ہوتی ہے	ان پر

اور آپس میں اس کو پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ان پر تسکین نازل ہوتی ہے

السَّكِيْنَةُ	وَ	غَشِيَتْهُمُ	الرَّحْمَةُ	وَ	حَفَّتْهُمُ
سکینت	اور	ڈھانپ لیتی ہے ان کو	رحمت	اور	گھیر لیتے ہیں

اور رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں

الْمَلٰٓئِكَةُ	وَ	ذَكَرَهُمُ	اللّٰهُ	فِيْمَنْ	عِنْدَهٗ	وَ	مَنْ	بَطَّاَ بِهٖ
فرشتے	اور	ذکر کرتا ہے ان کا	اللہ	ان میں	جو اس کے پاس ہوں	اور	جو	تاخیر کرے

اور اللہ اپنے قریب والوں (فرشتوں) میں ان کا ذکر کرتے ہیں اور جس کا عمل تاخیر

عَمَلُهٗ	لَمْ	يُسْرِعْ	بِهٖ	نَسَبُهٗ	(مسلم)
اس کا عمل	نہ	تیز کرے گا	اس کو	اس کا نسب	مسلم

کرے گا اس کا نسب اس کے لیے جلدی نہیں کرے گا۔

عربی قواعد

فعل ماضی:	قَالَ	نَزَلَتْ	صَلَّى	بَطَّأَ
	سَلَّمَ	ذَكَرَ	سَلَكَ	سَهَلَ
	اِجْتَمَعَ	عَمَلُهٗ میں عَمَلَ	فعل ماضی	ہٗ ضمیر
فعل مضارع:	يَلْتَمِسُ	يَتْلُوْنَ	يَتَدَارَسُوْنَهٗ	يَتَدَارَسُوْنَ فعل مضارع
	ہٗ ضمیر	يُسْرِعُ		
مرکب اضافی:	رَسُوْلُ اللّٰهِ	بُيُوْتِ اللّٰهِ	كِتَابَ اللّٰهِ	نَسَبُهٗ
	عِنْدَهٗ	عَمَلُهٗ	اَبِيْ هُرَيْرَةَ	
حرف جر:	عَنْ	فِيْهِ میں فِيْ حرف جر	ہٖ ضمیر	بِهٖ میں ب حرف جر
	ہٖ ضمیر	اِلَى	فِيْ	فِيْمَنْ: فِيْ حرف جر
ضمائر:	عَلَيْهِمْ میں عَلَى	حرف جر هُمْ ضمیر	بَيْنَهُمْ، عَلَيْهِمْ	غَشِيَتْهُمْ
	حَفَّتْهُمْ میں هُمْ	عِنْدَهٗ میں ہٗ	بِهٖ میں ہٖ	
	بَطَّأَ بِهٖ میں ب حرف جر اور ہٖ ضمیر			

تشریح

اسلام میں علم کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اس لیے جب نبیؐ نے اسلامی معاشرے کی تعمیر کا آغاز کیا تو اس معاشرے میں اس دور کے لحاظ سے علم کو تیزی سے پھیلا دیا گیا۔ وہ معاشرہ بہت جلد جہالت کی تاریکی سے نکل کر اور علم کے نور سے منور ہو کر متمدن بن گیا۔

اسلام میں علم کی اہمیت درج ذیل ہے:

1-**علم ...... انسانیت کا نقطۂ آغاز:** انسانی زندگی کا آغاز حضرت آدم علیہ السلام سے ہوا اور آدم علیہ السلام پہلے انسان اور پیغمبر تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو علم سکھایا۔ ارشادِ ربانی ہے: عَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ كُلَّهَا (بقرہ 2:13) ''آدم علیہ السلام کو سب چیزوں کے ناموں کو تعلیم دی۔'' اسی علم نے ان کو فرشتوں پر برتری بخشی۔

2-**علم کی فضیلت:** قرآن مجید میں علم رکھنے والے کو علم نہ رکھنے والے پر برتری بخشی گئی ہے۔ ارشادِ الٰہی ہے: هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (زمر 9:39) ''کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں۔'' ظاہر ہے کہ روشنی اور اندھیرے کو برابر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بینا اور اندھے کو ایک نہیں مانا جا سکتا۔

3-**اضافۂ علم کے لیے پیغمبروں کی دعا:** علم ایک ایسی چیز ہے جس میں اضافے کے لیے پیغمبروں تک نے دعائیں کی ہیں، خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ دعا کرنے کے لیے ارشاد کیا گیا: قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا ''کہیے، اے میرے رب، میرے علم میں اضافہ فرما۔'' پیغمبر کسی معمولی چیز کے لیے دعا نہیں کر سکتے۔ اس سے علم کی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔

4-**حصولِ علم فرض ہے:** نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حصولِ علم کو فریضۂ مسلم قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَ مُسْلِمَةٍ ''ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔'' ایک اور

حدیث میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حکمت مومن کی گمشدہ متاع ہے جہاں ملے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔''

5- **عالم کی فضیلت**: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عالم کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''عالم کو عابد پر اتنی فضیلت ہے جتنی مجھے اپنے ادنیٰ صحابی پر۔'' دوسری حدیث میں فرمایا: ''عالم کو عابد پر اس طرح فضیلت ہے جس طرح چودھویں کے چاند کو سب ستاروں پر۔'' ایک اور مقام پر فرمایا: ''ایک فقیہہ ہزار عابدوں پر فوقیت رکھتا ہے۔''

6- **سب سے افضل علم**: اسلام میں سب سے افضل علم قرآن سیکھنے کو قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''تم میں سے بہتر شخص وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھائے۔'' ایک اور حدیث میں فرمایا: ''باعمل حافظ قرآن کے والدین کو قیامت کے دن تاج پہنایا جائے گا۔'' اس کے بعد علم حدیث کی اہمیت ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کو خوش و خرم رکھے جس نے میری بات کو سنا اور آگے پہنچایا۔''

7- **حصولِ علم کا راستہ جنت کا راستہ ہے**: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حصولِ علم کو بہت زیادہ اہمیت دی ہے۔ آپؐ نے فرمایا: ''جو آدمی تلاشِ علم کا راستہ اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔'' فرشتے اس کے قدموں تلے پر بچھاتے ہیں۔ اس کی مغفرت کے لیے آسمانوں اور زمین کی تمام چیزیں دعا کرتی ہیں۔ حتیٰ کہ مچھلیاں سمندر میں، پرندے ہوا میں اور چیونٹیاں بلوں میں دعا کرتی ہیں۔

تدریس و تلاوتِ قرآن کے فضائل: تدریس و تلاوتِ قرآن کے بے شمار فضائل ہیں۔ حدیث میں تدریس و تلاوتِ قرآن مجید کے چند اہم فضائل درج ذیل ہیں:

1- **تسکین کا نزول**: قرآن مجید کی تلاوت کی جائے تو سکینت نازل ہوتی ہے۔ روایات میں ہے کہ ایک شخص نے سورۃ کہف پڑھی اور اس کے گھر میں ایک جانور بندھا تھا۔ سو وہ بدکنے لگا۔ جب اس نے نظر اٹھائی تو دیکھا ایک بدلی ہے کہ اس نے اس جانور کو ڈھانپ لیا ہے۔ پھر اس نے اس کا ذکر نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، اے فلاں! پڑھے جا بے شک تلاوتِ قرآن کے وقت سکینت نازل ہوتی ہے۔ (صحیح مسلم)

2- **فرشتوں کا نزول**: قرآن مجید کی تلاوت کے وقت فرشتے اس کو سننے کے لیے نازل ہوتے ہیں۔ حضرت اسیدؓ بن حضیر رات کو قرآن کی تلاوت کر رہے تھے۔ ان کا گھوڑا بدکنے لگا۔ انہوں نے یہ واقعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سنایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، یہ فرشتے تھے جو تمہاری قرأت سنتے تھے اور اگر تم پڑھتے جاتے تو صبح لوگ ان فرشتوں کو دیکھتے اور وہ ان کی نظر سے پوشیدہ نہ رہتے۔ (صحیح مسلم)

(9) دعائے نبویؐ

عَنْ	اَبِیْ هُرَيْرَةَ	رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	قَالَ	كَانَ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سے	ابو ہریرہ	رضی اللہ عنہ	کہا	تھے	رسول	اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يَقُوْلُ	اَللّٰهُمَّ	اِنِّيْ	اَعُوْذُبِكَ	مِنَ	الْاَرْبَعِ	مِنْ
کہتے	اے اللہ	بے شک میں	تیری پناہ	سے	چار	سے

فرماتے تھے: اے اللہ میں چار باتوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں

عِلْمٍ	لَا	يَنْفَعُ	وَ	مِنْ	قَلْبٍ	لَا	يَخْشَعُ	وَ	مِنْ	نَفْسٍ	لَا	تَشْبَعُ
علم	نہیں	دیتا نفع	اور	سے	دل	نہیں	وہ ڈرتا	اور	سے	دل	نہیں	سیر ہو

ایسا علم جو نفع نہ دے اور اور ایسا دل جو اللہ سے ڈرنے والا نہ ہو اور ایسا نفس (دل) جو کبھی سیر نہ ہو

وَ	مِنْ	دُعَاءٍ	لَا	يُسْمَعُ	(مسند احمد، سنن ابی داؤد، سنن ابن ماجہ)
اور	سے	دعا	نہیں	سنی جاتی	

اور ایسی دعا جو قبول نہ کی جائے۔

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ قَالَ صَلَّى سَلَّمَ
كَانَ

فعل مضارع: يَقُولُ أَعُوذُ يَنْفَعُ يَخْشَعُ
تَشْبَعُ يُسْمَعُ

مرکب اضافی: رَسُولُ اللّٰهِ أَبِي هُرَيْرَةَ

حرف جر: عَنْ مِنْ عَلَيْهِ میں عَلَى حرف جر ہِ ضمیر
بِكَ میں بِ حرف جر كَ ضمیر عَنْهُ میں عَنْ حرف جر ہُ ضمیر

ضمائر: إِنِّي: إِنَّ بے شک يِ ضمیر

تشریح

اس حدیث مبارکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حسب ذیل چار باتوں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کی ہے:

1- غیر نافع علم 2- اللہ سے نہ ڈرنے والا نفس 3- ایسا نفس جو سیر نہ ہو 4- ایسی دعا جو سنی نہ جائے

(1) **غیر نافع علم**: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے اللہ کی پناہ طلب کی ہے جو علم نافع نہ ہو۔ جو علم نافع نہیں ہوتا اس کا خود انسان اور انسانیت کو کوئی نفع نہیں ہوتا۔ یہ دراصل بے کار علم ہے جو انسانوں کے لیے مفید ہونے کے بجائے نقصان دہ ہوتا ہے۔ دوسرا غیر نافع علم ہے جس سے مراد منفی علم ہے جو انسان کو تباہ و گمراہ کرتا ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسے علم سے پناہ خداوندی طلب کی ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ ہمیں بھی ایسے علم سے بچنا چاہیے جو نفع دینے والا نہ ہو مثلاً جادو ٹونا وغیرہ۔

(2) **اللہ سے نہ ڈرنے والا نفس**: دوسری جس چیز سے پناہ طلب کی گئی وہ اللہ سے نہ ڈرنے والا دل ہے۔ اس سے دوسری مراد دل کا سخت ہونا بھی ہے۔ دراصل نرم دل بہت حساس ہوتا ہے۔ اس میں اللہ سے ڈرنے کی صلاحیت ہوتی ہے۔ اس کے برعکس سخت دل بے حس ہوتا ہے۔ جس کے نتیجے میں کسی پر رحم نہیں کرتا اور نہ نیکی کی طرف آمادہ ہوتا ہے بلکہ وہ برائی کے راستے پر تیزی سے چلتا ہے جس کے نتیجے میں دوزخ کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ دنیا کے ظالم لوگ ہمیشہ سے سنگ دل ہوتے ہیں۔ جس سے انسانیت تباہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہودیوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ثُمَّ قَسَتْ قُلُوبُكُمْ

مِّنْ م بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِيَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً (بقرہ2:74)'' پھر اس کے بعد تمہارے دل بھی پتھروں کی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہو گئے۔'' اس انسانیت کو تباہ کرنے والے چنگیز خان، ہلاکو، امیر تیمور اور ہٹلر اور باقی دوسرے تمام آمر سب نرم دلی سے محروم تھے۔ اس کے برعکس نیک لوگ نرم دل ہوتے ہیں۔ انسانیت کو پریشان دیکھ کر خود پریشان ہو جاتے ہیں اور ان کی مشکلات دور کرتے ہیں۔ اس دل کی سختی ظلم کی طرف لے جاتی ہے اور نرمی فلاح انسانیت کا باعث ہے۔

(3) **ایسا نفس جو سیر نہ ہو:** تیسری چیز جس سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پناہ مانگی ہے وہ ایسا نفس ہے جو بھرتا نہ ہو بلکہ اس میں دنیاوی مال و دولت کی خواہش حرص و ہوس میں تبدیل ہو جائے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم مفلس ہو جاؤ گے لیکن ڈر یہ ہے کہ تم پر دنیا کے دروازے کھول دیے جائیں گے جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر کھولے گئے۔ پھر اس کے حصول میں تم بھی ویسے ہی مسابقت کرو گے جیسا کہ ان لوگوں نے کی تھی اور یہ دنیا تمہیں بھی ایسے ہی ہلاک کر دے گی جیسے ان کو کیا۔'' (بخاری) ایسا دل انسان کو نیکی کی طرف نہیں آنے دیتا بلکہ لالچ میں حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ ایک شخص نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مال میں برکت کی دعا کی درخواست کی۔ آپؐ نے اس کے لیے دعا کی اور آپؐ کی دعا قبول ہوئی اور وہ بہت سی بھیڑ بکریوں کا مالک بن گیا۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف زکوٰۃ لینے کے لیے قاصد بھیجا تو اس نے انکار کر دیا۔ گویا لالچی آدمی کا دل کبھی دنیا کے مال کی طمع سے نہیں بھرتا۔ یہی حرص اس کو نیکیوں کی طرف نہیں آنے دیتی۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' آدم کے بیٹے کو اگر ایک وادی سونے کی مل جائے تو وہ دوسری کی تمنا کرے گا۔ دو مل جائیں تو تیسری کی تمنا کرے گا۔ قبر کی مٹی ہی اس کا منہ بھر سکتی ہے۔'' اللہ نے فرمایا اَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ (تکاثر 102:1۔2)''تمہیں کثرت دنیا کی طلب نے ہلاک کیا حتیٰ کہ تم قبروں تک پہنچ گئے۔''

(4) **ایسی دعا جو سنی نہ جائے:** انسان کی دعا اللہ کے ہاں بالعموم مقبول ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ بلا وجہ کسی کی دعا رد نہیں کرتے۔ لیکن جب انسان برائیوں کی دلدل میں پھنس جاتا ہے تو پھر اس کی دعا اللہ کے ہاں درجۂ قبولیت نہیں پاتی۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دعا سے اللہ کی پناہ مانگی ہے جو اللہ کے ہاں سنی نہ جائے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''لوگو! نیکی کا حکم دیتے رہو اور برائی سے روکتے رہو ورنہ ایسا نہ ہو کہ تمہاری دعا سنی نہ جائے۔''

(10) سوالاتِ قیامت

عَنْ	اِبْنِ مَسْعُوْدٍ	عَنِ	النَّبِيِّ	صَلَّى	اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَسَلَّمَ	قَالَ
سے	ابن مسعود	سے	نبی	صلی	اللہ	علیہ	وسلم	فرمایا

حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا	تَزُوْلُ	قَدَمَا	اِبْنِ	اٰدَمَ	يَوْمَ	الْقِيَامَةِ	مِنْ	عِنْدَ	رَبِّهٖ	حَتّٰى
نہیں	چل سکیں گے	قدم	بیٹا	آدم	دن	قیامت	سے	پاس	اس کے رب کے	حتیٰ کہ

قیامت کے دن انسان کے قدم آگے نہیں چل سکیں گے جب تک کہ

يُسْئَلَ	عَنْ	خَمْسٍ	عَنْ	عُمْرِهٖ	فِيمَا	اَفْنَاهُ	وَ	عَنْ
سوال کیا جائے	سے	پانچ	سے	اس کی عمر کے بارے میں	کن کاموں میں	اسے صرف کیا	اور	سے

اس سے پانچ چیزوں کے بارے میں سوال نہ کرلیا جائے گا۔ اس کی عمر۔ کے بارے میں کہ اس نے اسے کن کاموں میں صرف کیا

شَبَابِهٖ	فِيمَا	اَبْلَاهُ	وَ	عَنْ	مَالِهٖ	مِنْ	اَيْنَ	اِكْتَسَبَهٗ
اس کی جوانی	کن چیزوں میں	اسے پرانا کیا	اور	سے	اس کا مال	سے	کہاں	اسے کمایا

اس کی جوانی کے بارے میں کہ اسے کن کاموں میں پرانا کیا اور اس کے مال کے بارے میں کہ اس نے اسے کہاں سے کمایا

وَ	فِيمَا	اَنْفَقَهٗ	وَ	مَاذَا	عَمِلَ	فِيمَا	عَلِمَ
اور	کن چیزوں میں	اسے خرچ کیا	اور	کیا	عمل کیا	اس چیز میں جس کا	علم تھا

اور کہاں خرچ کیا اور جن باتوں کا اسے علم تھا ان پر کہاں تک عمل کیا۔ (جامع ترمذی)

عربی قواعد

فعل ماضی: صَلَّى سَلَّمَ عَمَلَ عَلِمَ

اَفْنَا اَبْلَا اِكْتَسَبَهٗ: اِكْتَسَبَ فعل ماضی، ہٗ ضمیر

اَنْفَقَهٗ: اَنْفَقَ فعل ماضی اور ہٗ ضمیر

فعل مضارع: تَزُوْلَا يُسْئَلَ

مرکب اضافی: اِبْنِ مَسْعُوْدٍ اِبْنِ اٰدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ شَبَابِهٖ

مَالِهٖ رَبِّهٖ

حرف جر: عَنْ مِنْ حَتّٰى فِيمَا میں فِيْ حرف جر

ضمائر: عَلَيْهِ میں عَلٰى حرف جر اور ہِ ضمیر رَبِّهٖ میں ہٖ عُمْرِهٖ میں ہٖ

تشریح

یہ حدیث جامع ترمذی کے باب قیامت کے بیان سے لی گئی ہے۔ اس حدیث مبارکہ میں بتایا گیا ہے کہ انسان کی زندگی بنیادی طور پر بچوں کا کھیل نہیں بلکہ ایک سنجیدہ عمل ہے جس میں کیے گئے تمام افعال نیک و بد کا محاسبہ کیا جائے گا۔ اس لیے اس امتحان کی تیاری سے تغافل قابل افسوس ہی نہیں بلکہ سنگین جرم ہے جس کی سزا بالآخر اسے ایک دن بھگتنی ہوگی۔ چنانچہ اس امتحان کے لیے دیے گئے وقفے کو ضائع کرنا مناسب نہیں۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا: اَلدُّنْيَا مَزْرَعَةُ الْاٰخِرَةِ ''دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔'' اس حدیث میں انسان سے متعلقہ پانچ اہم سوالات کی تیاری کے بارے میں بتایا گیا ہے۔

1- زندگی کا حقیقی مصرف: اس حدیث میں زندگی کے بارے میں بتایا گیا ہے کہ سوال کیا جائے گا کہ زندگی کا

کیا مصرف رہا؟ اللہ تعالیٰ نے انسان کی زندگی کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ (الذاریت 56:51) ''اور میں نے جنوں اور انسانوں کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا۔'' اللہ کی عبادت یہ ہے کہ زندگی کا ہر عمل اس کی ہدایت کے مطابق کیا جائے۔ اس کی اطاعت سے ہٹ کر زندگی بسر کرنا بے وقوفی ہے۔ مجموعی طور پر اکثر انسان اسی معاملے میں خسارے کا سودا کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے زندگی کے صحیح طرزِ عمل کے بارے میں فرمایا: وَالْعَصْرِ ۝ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۝ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝ (العصر 103:1 تا 3) ''زمانے کی قسم انسان خسارے میں ہے مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اور وصیتِ حق کرتے رہے اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔'' اس طرح اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے کامیاب زندگی کے لیے چار باتیں لازم کی ہیں:

1- ایمان　　2- عمل صالح　　3- حق کی نصیحت　　4- صبر کی تلقین

2- **انسانی زندگی میں شباب کی اہمیت**: جوانی یا شباب زندگی کا بہترین حصہ ہوتا ہے۔ اس دور میں انسانی صلاحیتیں جوبن پر ہوتی ہیں۔ وہ اچھائی اور برائی پر عمل کرنے کی زبردست صلاحیت رکھتا ہے۔ اس لیے عہد شباب میں خاص طور پر انسان کو منہ زور گھوڑا بننے کے بجائے پابند انسان کی طرح زندگی گزارنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اس دور کی اپنائی ہوئی عادات صالحہ یا بد ہمیشہ کے لیے زندگی کا جز و بن جاتی ہیں۔ اس دور کے فتنوں مثلاً عشق بازی، زنا، فضول وقت ضائع کرنے سے دامن بچا کر اپنی صلاحیتوں، وقت اور دولت کے صحیح استعمال کرنے پر زور دیا گیا ہے۔ تا کہ صلاحیتیں محفوظ رہ سکیں اور ان سے مثبت کام لیا جائے اور جوانی کے بارے میں جب محاسبہ ہو تو تسلی بخش جواب دیا جا سکے۔ اس دور میں حصولِ علم، عمل صالح، خدمت انسانیت خدا کی رضا کے لیے کی جائے۔

3- **ذرائع حصولِ دولت**: دولت بذاتِ خود جوانی کی طرح بہت نشہ آور ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔ اگر محاسبۂ دولت کا خیال نگہبانِ زندگی رہے تو بہتر ہے۔ انسان کو اپنے ذرائع آمدن کے متعلق معلوم ہونا چاہیے کہ یہ حلال ہیں یا حرام۔ زندگی کے اعمالِ صالحہ کی قبولیت کی شرائط میں صرف حلال کا ہونا بنیادی شرط ہے۔ اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ اسی لیے آپؐ نے فرمایا: ''جو جسم رشوت یا کسی اور حرام طریقے سے پلا وہ جنت میں نہیں جائے گا، اس کے لیے آگ ہی بہتر ہے۔'' ایک اور جگہ ارشادِ نبویؐ ہے: ''جو شخص حرام کا ایک لقمہ بھی اندر ڈالتا ہے اس کی چالیس دن تک عبادت قبول نہیں ہوتی۔'' کسبِ حلال کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''کسی نے بھی اس سے بہتر کھانا نہیں کھایا مگر جو اس کے ہاتھوں کی کمائی ہے اور بے شک اللہ کے نبی داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھوں سے کام کر کے کھاتے تھے''۔ اس لیے چوری، رشوت، جوئے، سمگلنگ، ملاوٹ، ناپ تول میں کمی بیشی، جھوٹ اور دھوکے کی کمائی آخرت میں گلے پڑ جائے گی اور دنیا میں اقتصادی تباہی کا باعث بنے گی۔ آج ہمارے زوال کی وجہ حرام کی کمائی اور اس کے اثرات بد ہیں۔

4- **صرفِ دولت کا اسلامی اصول**: حصولِ دولت کے ساتھ ساتھ صرفِ دولت پر بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں حساب ہوگا۔ انسان کے پاس صرفِ دولت کے جائز و ناجائز کئی طریقے ہیں۔ ان میں سے ایک طریقہ فضول خرچی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بخل کی طرح فضول خرچی کی بھی مذمت کی ہے۔ فرمایا: إِنَّ الْمُبَذِّرِينَ كَانُوا إِخْوَانَ الشَّيَاطِينِ (بنی اسرائیل 27:17) ''بے شک فضول خرچ شیاطین کے بھائی ہیں۔'' اسلام نے کنجوسی اور فضول خرچی دونوں کی مذمت کی

ہے کیونکہ صرفِ دولت کے یہ دونوں طریقے غلط ہیں اور کفایت شعاری کی تحسین اور حوصلہ افزائی کی ہے۔ اس کے علاوہ دولت اپنی ذات اور خاندان کے علاوہ غریبوں، مسکینوں اور معاشرے کے کمزور افراد پر بھی خرچ کرنی چاہیے۔ اس کے ساتھ ساتھ دولت کے غلط مصارف مثلاً شراب، زنا وغیرہ پر خرچ سے بچنا چاہیے۔ مزید برآں نمود و نمائش پر خرچ سے بھی بچنا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے ہاں دولت خرچ کرنے کا حساب ہوگا اور غلط مصرف پر سزا ہوگی۔ نیز یہ کہ حرام چیزوں پر خرچ کرنے کی وجہ سے سخت عذابِ آخرت ہوگا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے صرفِ دولت کے تمام ناجائز طریقوں سے منع کیا ہے۔

5- علم کے مطابق عمل: اسلام نے ایسے علم کو بے کار قرار دیا ہے جس کے ساتھ عمل نہ ہو۔ اسی لیے ارشادِ نبویؐ ہے: ''علم بغیر عمل کے وبال ہے اور عمل بغیر علم کے گمراہی ہے۔'' ایک اور جگہ فرمایا: ''بے عمل عالم گدھ کی مانند ہے جو آسمان پر اڑتا ہے مگر زمین پر مردار کھاتا ہے۔'' آج ہماری زندگی علم اور عمل کی جامع نہیں رہی۔ جس طرح علم آج عام ہے عمل کم ہوتا جا رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بڑی بڑی باتیں کرنے والا عمل کی دنیا میں بونا نظر آتا ہے۔ ایسی بے عملی کے باعث مسلمان زوال کا شکار ہو گئے کیونکہ محض معلومات جمع کر لینا کافی نہیں جب تک اُن پر عمل نہ کیا جائے۔ یہی ہماری تباہی کا باعث ہے۔ اس لیے ہمیں ان پانچوں سوالوں کے جواب تیار رکھنے چاہئیں۔

(11) کسبِ حلال

عَنْ	عَبْدُاللّٰهِ	رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	قَالَ	قَالَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سے	عبداللہ	رضی اللہ عنہ	کہا	فرمایا	اللہ کے رسول	صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

طَلَبُ	كَسْب	الْحَلَال	فَرِيْضَةٌ	بَعْدَ	الْفَرِيْضَةِ	(شعب الایمان، بیہقی)
تلاش کرنا	کمانا	حلال	فرض	بعد	فرض	-

شرعی فرائض کے بعد حلال روزی کمانا سب سے بڑا فریضہ ہے۔

عربی قواعد

فعل ماضی: قَالَ صَلَّى سَلَّمَ رَضِيَ

مرکب اضافی: عَبْدُاللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ كَسْبِ الْحَلَال بَعْدَ الْفَرِيْضَةِ

حرف جر: عَنْهُ میں عَنْ حرف جر اور هُ ضمیر عَلَيْهِ میں عَلَى حرف جر اور هِ ضمیر

تشریح

اس حدیث مبارکہ میں کسب حلال کی اہمیت بیان کی گئی ہے کسب حلال سے مراد جائز طریقے سے روزی کا حصول ہے کیونکہ اسلام میں سب سے بڑا فرض نماز ہے۔ اس کے بعد سب سے بڑا فریضہ رزق حلال قرار دیا گیا ہے۔

کسب حلال کی اہمیت درج ذیل ہے:

1- حکم خداوندی: اللہ تعالیٰ نے صرف حلال اور پاکیزہ چیزیں کھانے کا حکم دیا ہے۔ اس کے علاوہ باقی چیزوں کو حرام قرار دیا چنانچہ ارشادِ ربانی ہے يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا (البقرۃ2:168)''اے

لوگو! زمین کی صرف حلال اور پاک چیزیں کھاؤ۔'' حرام کھانا انسان کو خدا کی نظر میں مجرم ٹھہراتا ہے لہٰذا حلال کھانا اور کسب حرام سے بچنا فرض ہے۔

2- **حرام کھانے کی ممانعت:** اللہ تعالیٰ نے مال حرام کھانے کی ممانعت کی کیونکہ حرام کھانے کے بعد کوئی نیکی قبول نہیں ہوتی۔ ارشاد ربانی ہے: وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُم بَيْنَكُم بِٱلْبَاطِلِ (البقرۃ 188:2) ''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال ناحق طور پر نہ کھاؤ۔'' آج ہم حرام میں بحیثیت قوم بری طرح مبتلا ہو چکے ہیں۔

3- **حرام کھانے والے کی عبادت قبول نہیں ہوتی:** حرام کھانے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں ہوتی۔ اس کے بارے میں حدیث نبویؐ ہے: ''جو شخص حرام کا ایک لقمہ بھی اپنے اندر ڈالتا ہے اس کی چالیس دن تک عبادت قبول نہیں ہوتی۔'' اس حدیث کی روشنی میں سوچنا چاہیے کہ اس وقت ہماری عبادت کا کیا حال ہے۔ حرام کی وجہ سے ہماری عبادتیں خراب ہو رہی ہیں۔

4- **حرام خور جنت میں نہیں جائے گا:** حرام کھانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔ چنانچہ ارشادِ نبویؐ ہے: ''جو جسم رشوت یا کسی اور حرام طریقے سے پلا ہو وہ جنت میں نہیں جائے گا۔ اس کے لیے تو آگ ہی بہتر ہے۔'' اس سے واضح ہوتا ہے کہ حرام خوری دوزخ کا باعث ہے لیکن اس وقت اس معاملے میں مسلمانوں کا رویہ کیا ہے یہ روز روشن کی طرح سب پر واضح ہے۔ حرام مسلمان کو جنت سے دور کر دیتا ہے۔

5- **فرضیت کسب حلال:** کسب حلال اسلامی فرائض میں سے ایک اہم فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: پس جب نماز (جمعہ) ادا ہو جائے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا رزق تلاش کرو (الجمعۃ 10:62) حدیث نبویؐ ہے: ''کسب حلال خدا کے مقرر کردہ فرائض میں سے ایک فرض ہے۔'' اس سے کسی صورت صرف نظر نہیں کیا جا سکتا ہے۔ آج ہم کس حد تک اس فرض کو ادا کر رہے ہیں اس معاملے میں ہمیں اپنا اپنا جائزہ لینا چاہیے۔

6- **حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی:** حرام کھانے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ حدیث نبویؐ ہے: ''ایک شخص کسب معاش کی غرض سے طویل سفر کر کے آتا ہے، اس کے بال پراگندہ اور گرد آلود ہوتے ہیں، وہ دعا کے لیے ہاتھ اٹھاتا ہے اور کہتا ہے کہ اے پروردگار! اے پروردگار! یعنی خدا سے دعا مانگتا ہے۔ مگر اس کا کھانا بھی حرام کا ہوتا ہے اور اس کا مشروب بھی حرام کا ہوتا ہے۔ اس کا لباس بھی حرام کا ہوتا ہے۔ اس کی پرورش بھی حرام مال سے ہوئی ہوتی ہے۔ ان وجوہات کی بنیاد پر اس کی دعا کیسے قبول ہو۔'' اس لیے حرام کھانے سے بچنا چاہیے۔

7- **حلال کھانا سب سے بہتر ہے:** سب سے بہتر کمائی انسان کے ہاتھوں کی کمائی ہے یعنی انسان جو خود کما کر کھاتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''سب سے بہتر کھانا وہ ہے جو انسان کے ہاتھوں کی کمائی ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام اپنے ہاتھ سے کام کر کے کھاتے تھے۔'' آج حرام کھانا ہمارا شعار بن گیا ہے اور اس پر مزید ستم یہ ہے کہ اس کو جدید دور کا تقاضا بیان کیا جاتا ہے اور تاجر حضرات اپنی بددیانتی کو تجارتی تکنیک کے پردے میں چھپاتے ہیں۔ جبکہ قرآن مجید سے واضح ہوتا ہے کہ قوم شعیبؑ کی تباہی کا سبب یہ کسب حرام اور تجارتی بددیانتی ہی تھا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ کسب حرام یا تجارتی بددیانتی کوئی نئی چیز نہیں بلکہ دورِ قدیم سے ہی انسان اس پر عمل پیرا رہا ہے اور اس کی وجہ سے قومیں عذاب الٰہی کا شکار بھی ہوئی ہیں۔

کسب حلال کے فوائد: کسب حلال کے فوائد درج ذیل ہیں:

1- خدا کی قربت ومحبت حاصل ہوتی ہے۔
2- روحانی طور پر انسان سکون واطمینان محسوس کرتا ہے۔
3- طمع اور لالچ سے دور رہتا ہے اور بے شمار دنیاوی قباحتوں سے بچا رہتا ہے۔
4- انسان کی روزی میں برکت ہوجاتی ہے۔
5- بے شمار بلائیں اور مصائب ٹل جاتے ہیں۔
6- معاشی اور اقتصادی فارغ البالی اور خوشحالی ہوتی ہے۔
7- اس کی وجہ سے بے تحاشا دولت جمع نہیں ہوتی جو انسان کو گمراہ کردے۔
8- انسان فضول خرچی سے بچا رہتا ہے۔
9- معاشرے میں معاشی ناہمواریاں پیدا نہیں ہوتیں۔
10- ملک میں سیاسی استحکام پیدا ہوتا ہے جو کسی بھی قوم کی ترقی کے لیے نہایت ضروری ہے۔

(12) صادق و امین تاجر کا مقام

عَنْ	اَبِیْ سَعِیْدٍ	قَالَ	قَالَ	رَسُوْلُ اللّٰہِ	صَلَّی	اللّٰہُ
سے	ابوسعید	کہا	کہا	اللہ کے رسول	صلی	اللہ

حضرت ابوسعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

عَلَیْہِ	وَسَلَّمَ	اَلتَّاجِرُ	اَلصَّدُوْقُ	الْاَمِیْنُ	مَعَ
علیہ	وسلم	تاجر	سچا	امین	ساتھ

نے فرمایا: سچا اور ایماندار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور

النَّبِیّٖنَ	وَ	الصِّدِّیْقِیْنَ	وَ	الشُّھَدَآءِ
انبیاء	اور	صدیقین	اور	شہداء

شہدا کے ساتھ ہوگا۔ (جامع ترمذی، سنن دارقطنی، سنن دارمی)

عربی قواعد

فعل ماضی: قَالَ صَلَّی سَلَّمَ

حرف جر: عَنْ عَلَیْہِ میں عَلٰی حرف جر اور ہٖ ضمیر

مرکب اضافی: اَبِیْ سَعِیْدٍ رَسُوْلُ اللّٰہِ مَعَ النَّبِیّٖنَ

مرکب توصیفی: اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِیْنُ

تشریح

یہ حدیث اسلام کے معاشی نظام میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ نظام تجارت میں سب سے زیادہ اہمیت تاجر کی ہوتی ہے۔ جیسا تاجر ہوگا ویسا ہی نظام تجارت و معیشت چلے گا۔ اسلام میں تاجر ایک آلۂ دولت نہیں بلکہ اسلام کا نقیب اور علمبردار ہوتا ہے۔ اس لیے اس کا بہت بلند کردار کا حامل ہونا ضروری ہے ورنہ مالی معاملات میں حرام خوری بہت زیادہ ہو جائے گی۔ حرام کمانے، خرچ کرنے اور کھانے والی نسلِ نو اخلاق کے اعتبار سے بدترین صنف انسانیت ہوگی۔ اس کے اندر برائی کے جراثیم اس درجہ پوشیدہ ہوں گے کہ ان کو کنٹرول کرنا مشکل ہوگا۔ معاش کا انسان کی زندگی میں اہم کردار ہے۔ یہ رگ جان کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لیے اسلام میں اس کی اہمیت ارکانِ اسلام سے بھی زیادہ ہے۔ اگر معاش کے ذرائع شفاف نہیں ہوں گے تو ایمان اور عبادت دونوں قابل رد ٹھہریں گے۔

اسلام میں امین تاجر کا مقام: اس حدیث مبارکہ میں امین تاجر کو انتہائی بلند مقام دیا گیا ہے۔ اسلام میں سب سے بلند مقام انبیاء کا ہوتا ہے جو اللہ کی زمین پر اللہ کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کے ماننے یا نہ ماننے پر ہدایت یا ضلالت اور بخشش و نجات یا خسارے و نامرادی کا انحصار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام ان کے ذریعے سے انسانوں تک پہنچتا ہے۔

صدیق کا مرتبہ و اعزاز: دوسرا مقام صدیقین یعنی سچے لوگوں کا ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو پیغمبروں کے جانشین ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو سچائی کی عملی گواہی ہوتا ہے۔ اس لیے یہ لوگ اللہ کو بہت پیارے ہوتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں اس کی مثال حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ ان کو صدیق کا درجہ اس لیے ملا کہ انہوں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعۂ معراج کی بلا تردد تصدیق کی جبکہ کفار آپؐ کا مذاق اڑاتے تھے۔

شہید کا اسلام میں مقام و مرتبہ: اس کے بعد شہید کا درجہ ہے۔ شہید کا مقام تیسرا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جان دے کر اسلام کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ قربانی کوئی نہیں دے سکتا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ (بقرہ154)''اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں انہیں مُردہ مت کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں۔''

امین تاجر کی عظمت: اس کے بعد امین تاجر کا مقام ہے۔ اس کا انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ایک صف میں کھڑے ہونا اس کے بلند قسمت ہونے کی دلیل ہے۔

میدان تجارت اور اس کی آزمائشیں: میدان سیاست کے بعد سب اہم اور مشکل میدان تجارت ہے۔ اس میں انسان دولت کا کھیل کھیلتا ہے جس میں انسان کی گمراہی کا سامان چھپا ہوتا ہے۔ دولت کی کشش انسان کو بے شمار برائیوں میں مبتلا کر دیتی ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے اچھی جگہ مسجد اور سب سے بدترین مقام بازار ہے۔'' اس لیے کہ بازار تجارت میں جھوٹ، جھوٹی قسمیں، کم تولنا، ذخیرہ اندوزی، رشوت، عیب دار مال کی فروخت، وعدہ خلافی، معاہدہ خلافی اور ٹیکس چوری عام ہوتی ہے۔

اس کے بعد جب حصولِ دولت کے لیے مزید معاشی حربے استعمال کیے جاتے ہیں اور ہر طرح سے مال حرام حاصل کیا جاتا ہے تو پھر اس فضا میں کسی تاجر کا ایمان پر قائم رہنا اور اسلام کے مطابق زندگی بسر کرنا اگر ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہو جاتا ہے۔ ان تمام شیطانی اور لالچ کے حربوں کو چھوڑ کر دامن اسلام تھامے رکھنا یقیناً بہت بڑی سعادت ہے۔ اس لیے ماضی کے تاجر جہاں جاتے تھے اسلام کے نمائندے بن کر جاتے تھے اور اسلام پھیلاتے تھے۔ برصغیر کے ساحلی علاقوں

میں اسلام کی اشاعت تاجروں نے کی اور اپنی دولت کو اسلام کی سربلندی کے لیے خرچ کیا۔ اب بھی کچھ ایسے لوگ ہر جگہ موجود ہیں۔ آج کے دور میں دیانت دار مسلمان تاجر کا کردار اور بھی زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔

(13) حقوق العباد کی اہمیت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ	أَنَّ	رَسُوْلَ اللّٰهِ	صَلَّى	اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَسَلَّمَ
ابو ہریرہ سے	کہ	اللہ کے رسول	صلی	اللہ	علیہ	وسلم

ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

قَالَ	أَ	تَدْرُوْنَ	مَا	الْمُفْلِسُ	قَالُوْا	الْمُفْلِسُ	فِيْنَا	مَنْ
فرمایا	کیا	تم جانتے ہو	کون	مفلس	لوگوں نے کہا	مفلس	ہم میں سے	جو

فرمایا: کیا تمہیں معلوم ہے کہ مفلس کون ہے؟ صحابہؓ نے کہا مفلس ہم میں سے وہ ہے

لَا	دِرْهَمَ	لَهُ	وَ	لَا	مَتَاعَ	فَقَالَ	إِنَّ	الْمُفْلِسَ
نہ	درہم	اس کا	اور	نہ	مال	پس فرمایا	بے شک	نادار

جس کے پاس نہ درہم ہوں اور نہ مال تو آپؐ نے فرمایا: بے شک میری

مِنْ	أُمَّتِي	مَنْ	يَأْتِي	يَوْمَ	الْقِيٰمَةِ	بِصَلٰوةٍ
سے	میری امت	جو	وہ لائے	دن	قیامت	نماز

امت میں مفلس وہ ہوگا جو قیامت کے دن نماز

وَ	صِيَامٍ	وَ	زَكٰوةٍ	وَ	يَأْتِي	قَدْ	شَتَمَ	هٰذَا	وَ
اور	روزے	اور	زکوۃ	اور	آئے گا	تحقیق	گالی دی	اسے	اور

روزہ اور زکوۃ لے کر آئے گا، اس حال میں کہ اس نے کسی شخص کو گالی دی ہوگی

قَذَفَ	هٰذَا	وَ	أَكَلَ	مَالَ	هٰذَا	وَ	سَفَكَ	دَمَ	هٰذَا
تہمت	اسے	اور	کھایا	مال	اس کا	اور	بہایا	خون	اس کا

کسی شخص پر بہتان لگایا ہوگا اور کسی کا مال کھایا ہوگا اور کسی کا خون بہایا ہوگا

وَ	ضَرَبَ	هٰذَا	فَيُعْطٰى	هٰذَا	مِنْ	حَسَنَاتِهِ
اور	مارا	اس کو	پس دی جائے گی	اس کی	سے	اس کی نیکیاں

کسی کو مارا پیٹا ہوگا، پس اس کی نیکیاں انہیں دے دی جائیں گی

عَلَيْهِ	مَا	يُّقْضٰى	اَنْ	قَبْلَ	حَسَنَاتُهٗ	فُنِيَتْ	فَاِنْ
اس پر	جو	پورا ہو جائے	کہ	پہلے	اس کی نیکیاں	ختم ہوگئیں	پس اگر

اور اگر اس کے ذمہ تمام قرض چکانے سے پہلے ہی اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں

ثُمَّ	عَلَيْهِ	فَطُرِحَتْ	خَطَايَاهُمْ	مِنْ	اُخِذَ
پھر	اس پر	پس ڈالی جائے گی	ان کی خطائیں	سے	لیا جائے گا

تو ان مظلوموں کی برائیاں لے کر اس پر ڈال دی جائیں گی پھر

(رواہ مسلم)	النَّارِ	فِي	طُرِحَ
	آگ	میں	ڈالا جائے گا

اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

عربی قواعد

فعل ماضی: صَلَّى سَلَّمَ قَالَ قَالُوْا
شَتَمَ قَذَفَ اَكَلَ سَفَكَ
ضَرَبَ طُرِحَ اُخِذَ فُنِيَتْ

فعل مضارع: يَاْتِي يُقْضٰى فَيُعْطٰى میں يُعْطٰى تَدْرُوْنَ

حرف جر: فِيْنَا: میں فِيْ حرف جر نَا ضمیر عَنْ مِنْ
بِصَلٰوةٍ میں بِ حرف جر

مرکب اضافی: رَسُوْلَ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ خَطَايَاهُمْ حَسَنَاتِهٖ
حَسَنَاتُهٗ اُمَّتِيْ مَالَ هٰذَا دَمَ هٰذَا

ضمائر: عَلَيْهِ میں عَلٰى حرف جر، ہِ ضمیر لَهٗ میں لَ حرف جر اور ہٗ ضمیر
حَسَنَاتِهٖ حَسَنَات میں ہ ضمیر

تشریح

اس حدیث مبارکہ میں حقوق اللہ کے ساتھ حقوق العباد پر بھی زور دیا گیا ہے اور اس شخص کی مفلسی کی طرف اشارہ کیا گیا ہے جو اپنے عمل میں مجموعی دینی تعلیمات کو سامنے نہیں رکھتا۔

حقیقی مفلس کون؟ اسلام میں حقیقی مفلس وہ شخص ہے جو دین پر عمل کرنے میں اس کی مجموعی تعلیمات کا خیال نہیں رکھتا اور صرف ایک پہلو اختیار کر لیتا ہے اور دوسرے پہلو کو چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اس کی کامیابی کا انحصار مجموعی کامیابی پر ہے۔

دین اسلام کا غلط تصور: اکثر مسلمانوں میں یہ خیال عام ہے کہ چند عبادات کی ادائیگی سے بخشش ہو جائے گی۔ اس لیے نماز، روزے اور حج کا تو اہتمام کیا جاتا ہے لیکن زکوٰۃ اور دیگر مالی صدقات اور نفقات کو بڑی حد تک نظر انداز کر دیا جاتا ہے، گویا دین کے صرف ایک حصے یعنی حقوق اللہ کی ادائیگی کی جاتی ہے لیکن دوسرے بڑے حصے یعنی حقوق العباد کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔

حقوق اللہ اور حقوق العباد لازم و ملزوم ہیں: اسلام کا تصور دین یہ ہے کہ دونوں حقوق کی ادائیگی فرض ہے۔ اولیت حقوق اللہ کو حاصل ہے لیکن حقوق العباد بھی فرض ہیں بلکہ تمام عبادات کا مقصد ہی حقوق العباد کی ادائیگی کے لیے مسلمان کی تربیت کرنا ہے تاکہ وہ اتنا نیک بن جائے کہ برائی میں مبتلا نہ ہو اور معاملات زندگی ایمانداری سے سرانجام دے۔ مثلاً نماز کا مقصد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ" (عنکبوت 45:29) بے شک نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ روزہ کے بارے میں فرمایا "كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ ...... لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ" (بقرہ 183:2) تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں...... تاکہ تم نیک بنو۔

حقوق العباد کی اہمیت: حقوق العباد کی اہمیت یہ ہے کہ یہ مسلمان کی آزمائش کا حقیقی میدان ہے۔ اگر ایک مسلمان ان کو ادا نہیں کرتا تو آخرت میں ناکامی یقینی ہے۔ مثلاً جو بندہ عبادات کے ساتھ ساتھ اپنے دیگر فرائض اور بالخصوص اپنی ڈیوٹی صحیح معنوں میں سرانجام نہیں دیتا تو اس کی روزی حرام ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جھوٹ، رشوت اور سود جیسے حرام ذرائع اختیار کرنے سے بھی روزی حرام ہو جاتی ہے۔ حرام خور کے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "حرام کھانے والا جنت میں نہیں جائے گا۔" اس کے علاوہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ "حرام کھانے والے کی کوئی عبادت قبول نہیں۔"

کسی مسلمان سے نیکیاں چھین لیے جانے کے اسباب: مزید یہ کہ زبان اور ہاتھ سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچانے والے کی بھی بہت سی نیکیاں چھین لی جائیں گی۔ اس لیے کہ حقوق العباد کو ادا نہ کرنے والے کی حقیقت میں حقوق اللہ کی ادائیگی بھی قبول نہیں ہوتی اور اگر کچھ عبادات درجۂ قبولیت حاصل کر بھی لیں تو دوسری برائیاں اس کو دوزخ میں لے جائیں گی جو اس حدیث مبارکہ میں بیان ہوئی ہیں۔ مثلاً:

1- **کسی کو گالی دینا:** اسلام میں گالی دینا منع ہے۔ اسی لیے آپؐ نے فرمایا "کسی مسلمان کو گالی دینا گناہ اور قتل کرنا کفر ہے۔" اس لیے کسی کو گالی دینے سے پرہیز کرنا چاہیے۔

2- **بہتان طرازی:** کسی پر جھوٹا الزام لگانے سے منع کیا گیا ہے اور اس کے لیے مندرجہ ذیل طریقے اختیار کیے گئے:

1- اس کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا۔

2- الزام جھوٹا ثابت ہونے پر اسی (80) کوڑوں کی سزا مقرر ہوئی۔

3- **ناحق مال کھانا:** ناحق مال کھانے سے سختی سے منع کیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے: لَا تَاْكُلُوْا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (البقرۃ 188:2) "آپس میں ایک دوسرے کا مال ناجائز طریقوں سے مت کھاؤ۔" کیونکہ اس سے تمام اچھے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں۔

4- **قتل ناحق بہت بڑا جرم:** کسی مسلمان کا قتل کرنا کفر قرار دیا۔ ارشادِ ربانی ہے: وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا (نساء 93:4) "اور جس نے کسی مسلمان کو ارادے سے قتل کیا وہ جہنم میں داخل ہوگا اور ہمیشہ اس میں رہے گا۔"

5- **زیادتی کی ممانعت**: زیادتی میں کسی مسلمان پر ہر طرح کی زیادتی شامل ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَ يَدِهٖ ''مسلمان وہ ہے جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔'' ارشادِ باری ہے: اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ (شوریٰ 40:42) ''بے شک اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا۔''

اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات: اسلام ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے۔ اس کو مکمل اختیار کرنے میں ہی آدمی کی نجات ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَآفَّةً (بقرہ 208:2) ''اے مسلمانو! اسلام میں مکمل طور پر داخل ہو جاؤ۔'' عبادات کے ساتھ باقی گناہوں کو بھی شمار کر کے مجموعی نامہ اعمال تیار کیا جائے گا جیسے کسی طالب علم کے لیے تمام مضامین میں پاس ہونا ضروری ہے پھر ہی وہ کامیاب شمار ہوتا ہے ورنہ ناکام ہوتا ہے۔ اسی طرح دین پر بھی مجموعی عمل مقصود ہے۔ جزوی طور پر عمل نا قابل قبول ہے۔

آج کا مسلمان اور تذکیر حدیث: آج ہم مسلمان عام طور پر معاملات میں بے ایمانی کرتے ہیں اور صرف عبادات پر قناعت کرتے ہیں۔ حقوق العباد کے متعلق ہم بڑی لا پروائی کے مرتکب ہوتے ہیں اور نماز روزے اور ذکر اذکار کو ہی دین کامل تصور کرتے ہیں جبکہ یہ دین کا غلط تصور ہے۔ ہماری حالت یہ ہو چکی ہے کہ جہاں دین پر عمل میں ذرا مادی نقصان نظر آیا وہاں دین کو چھوڑ دیا۔ جہاں تک مفادات کے ساتھ دین چلتا ہے اختیار کیا لیکن جہاں دین اور مفاد ٹکرائیں دین کو چھوڑ دیا اسی وجہ سے آج ہم زوال کا شکار ہیں۔

(14) حُسنِ اخلاق کی اہمیت

اَنَّ	رَسُوْلَ اللّٰهِ	صَلَّى	اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَسَلَّمَ
بیشک	اللہ کے رسول	صلی	اللہ	علیہ	وسلم

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اِنَّ	اَثْقَلَ	شَيْءٍ	يُوْضَعُ	فِيْ	مِيْزَانِ	الْمُؤْمِنِ	يَوْمَ	الْقِيَامَةِ
بے شک	بھاری	چیز	رکھی جائے گی	میں	ترازو	مومن	دن	قیامت کے

بے شک کوئی چیز جو قیامت کے دن مومن کے ترازو میں رکھی گئی ہے

مِنْ	خُلُقٍ	حَسَنٍ	وَاِنَّ	اللّٰهَ
سے	اخلاق	اچھا	اور بے شک	اللہ

حسن اخلاق سے زیادہ بھاری نہیں۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ

يُبْغِضُ	الْفَاحِشَ	الْبَذِيَّ	جامع ترمذی
وہ ناپسند کرتا ہے	بے حیا	بدگو	(جامع ترمذی)

بے حیا اور بدگو کو ناپسند کرتا ہے۔ (جامع ترمذی)

عربی قواعد

فعل ماضی:	رَضِيَ	صَلَّى	سَلَّمَ	قَالَ
فعل مضارع:	يُوضَعُ	يُبْغِضُ		
مرکب اضافی:	أَبِي الدَّرْدَاءِ	رَسُوْلَ اللّٰهِ	أَثْقَلَ شَيْءٍ	مِيزَانِ الْمُؤْمِنِ
	يَوْمَ الْقِيَامَةِ			
مرکب توصیفی:	خُلُقٌ حَسَنٌ			
حرف جر:	فِيْ	مِنْ	عَلَيْهِ میں عَلَى حرف جر اور هِ ضمیر	

تشریح

اس حدیث مبارکہ میں دو چیزوں پر زور دیا گیا:

(1) حسنِ اخلاق (2) بے حیائی اور بدگوئی کی مذمت

اب ان دونوں کی مختصر تشریح کی جاتی ہے:

1-حسنِ اخلاق: اس حدیث مبارکہ میں حسنِ اخلاق کی اہمیت پر زور دیا گیا اور زندگی میں اس کے اثرات کے بارے میں بتایا گیا ہے۔اخلاق کیا ہے؟ اخلاق خلق کی جمع ہے،اس کے معنی ملنساری،خوش مزاجی،عادت،خصلت اور مروّت کے ہیں۔سید سلیمان ندویؒ کہتے ہیں:''اخلاق سے مقصود باہم بندوں کے حقوق وفرائض کے وہ تعلقات ہیں جن کو ادا کرنا انسان کے لیے ضروری ہے''۔(سیرۃ النبی 8/2)

اخلاق کی اہمیت درج ذیل امور سے عیاں ہوتی ہے:

1-مقصدِ بعثت نبویؐ مکارم اخلاق کی تعلیم و تربیت: بعثت نبوی کا مقصد حسنِ اخلاق کی تکمیل بتایا گیا ہے۔حالانکہ انبیاء کے آنے کا مقصد اپنے اندر کئی مقاصد لیے ہوئے ہوتا ہے۔آپؐ نے فرمایا:''بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ'' (موطا امام مالک) مجھے حسن اخلاق کی تکمیل کے لیے بھیجا گیا ہے۔ایک دوسری حدیث میں فرمایا: اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ ''بے شک میں تو بھیجا ہی اس لیے گیا ہوں کہ اخلاق حسنہ کی تکمیل کردوں''۔

2-نبیؐ کی امتیازی صفت: حُسنِ اخلاق تمام انبیاء کی امتیازی صفت ہے اور یہ صفت ہمارے نبی کریم کو بدرجۂ اتم عطا کی گئی،یہی صفت اسلام کی اشاعت میں اہم کردار ادا کرتی ہے۔حضرت ابوذر غفاریؓ کو ان کے بھائی نے آپؐ کی صفت بیان کرتے ہوئے کہا: رَأَيْتُهُ يَأْمُرُ بِمَكَارِمِ الْاَخْلَاقِ (صحیح مسلم)''میں نے آپؐ کو دیکھا ہے کہ وہ لوگوں کو اخلاق حسنہ کی تعلیم دیتے ہیں''۔

3-دعائے انبیاء: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے حسن خلق کی صفت عطا کرنے کی دعا کی۔پیغمبر کی دعا کوئی معمولی چیز نہیں۔دعائے نبویؐ کے الفاظ یہ ہیں:''خدایا تو مجھ کو بہتر سے بہتر اخلاق کی طرف رہنمائی کر،تیرے علاوہ کوئی بھی بہترین اخلاق کی راہ نہیں دکھا سکتا''۔(مسلم)

4-کامل مومن کی نشانی: ایک معیاری، اچھے اور کامل مومن کی نشانی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ اچھے اخلاق کا حامل ہوتا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: اَکْمَلُ الْمُؤْمِنِیْنَ اِیْمَاناً اَحْسَنُھُمْ خُلُقاً ''مومنوں میں سے ایمان کے لحاظ سے کامل مومن وہ ہے جس کا اخلاق سب سے اچھا ہے''۔

5-میزان قیامت میں بھاری عمل: حسن اخلاق کو قیامت میں پلڑۂ اعمال میں بہت بھاری عمل کی حیثیت حاصل ہوگی۔ ارشادِ نبویؐ ہے: ''قیامت کے روز ترازو میں حسن اخلاق سے زیادہ بھاری کوئی چیز نہیں ہوگی کہ حسن اخلاق والا اپنے حسن خلق سے ہمیشہ کے روزہ دار اور نمازی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے''۔

6-بہترین عطیۂ خداوندی: سب سے اچھا عطیہ جو قدرت کی طرف سے انسان کو عطا ہوتا ہے وہ حسن اخلاق ہے۔ حسنِ اخلاق انسان کی عظمت کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اس بارے میں ارشادِ نبویؐ ہے: خَیْرُ مَآ اَعْطَی النَّاسَ خُلُقٌ حَسَنٌ ''لوگوں کو قدرت الٰہی کی طرف سے جو چیزیں عطا ہوئی ہیں، ان میں سب سے بہتر عطیہ اچھے اخلاق ہیں۔

عصر حاضر میں اخلاق حسنہ اور صفات حمیدہ کی اہمیت: دورِ حاضر میں اخلاق حسنہ کی اہمیت بہت بڑھ گئی ہے۔ آج ہماری گفتگو اشاروں اور رویوں سے دوسرے مسلمان بدظن ہیں، جس سے ہمارے معاشرے میں تعلقات میں خوشگواری نظر نہیں آتی بلکہ چہار سو نفرتوں کے الاؤ بھڑک رہے ہیں۔ اس لیے آج کی زخمی انسانیت کے ذہنی اور جسمانی دکھوں کا مداوا صرف حسن اخلاق ہی میں ہے۔ بداخلاقی کی وجہ سے معمولی اختلافات بڑھ کر بڑے بڑے سانحات کا باعث بنتے ہیں۔ جبکہ بڑے بڑے مسائل اچھے اخلاق کی بنیاد پر حل کیے جا سکتے ہیں۔ مسلمانوں کے درمیان اختلافات کی سب سے بڑی وجہ زبان کی بے احتیاطی ہے جو بداخلاقی کا پہلا زینہ ہے۔ اچھے اخلاق کی بدولت مخالف فریق بات کو بڑی آسانی سے مان لیتا ہے جبکہ بداخلاقی سے بنتی ہوئی بات بھی بگڑ جاتی ہے۔ انفرادی زندگی سے ریاستی سطح تک اخلاقیات سب سے اہم چیز ہے۔

2-بے حیائی اور بدزبانی کی مذمت: اس حدیث کے دوسرے حصے میں بے حیائی اور بدزبانی کی مذمت کی گئی ہے۔ ان کی تفصیل درج ذیل ہے:

(الف) بے حیائی: اسلام میں بے حیائی کی شدید مذمت کی گئی ہے اور حیا کو ایمان کا حصہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلْحَیَاءُ مِنَ الْاِیْمَانِ ''حیا ایمان کا حصہ ہے''۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''حیا اور ایمان باہم لازم وملزوم ہیں، جب ان میں سے کسی ایک کو اٹھا لیا جائے گا تو دوسرا بھی اٹھا لیا جائے گا'' (مستدرک حاکم)۔ اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احادیث میں بے حیائی کی مذمت فرمائی ہے۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا: ''جس چیز میں فحش ہو وہ اس کو عیب دار کر دے گا اور حیا جس چیز میں آ جائے وہ اس کو عمدہ کر دے گا''۔ اس کے علاوہ ایک اور حدیث میں ارشاد نبویؐ ہے: ''بے شک سابقہ نبیوں کے کلام میں سے لوگوں نے جو حکمت حاصل کی وہ یہ ہے کہ جب تو حیا نہ کرے پھر تو جو چاہے کر''۔ (بخاری)

(ب) بدزبانی ایک خطرناک مرض: بدزبانی ایک خطرناک مرض ہے جس کے حدیث میں بے شمار نقصانات بتائے گئے ہیں، جن میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(الف) سب سے مہلک چیز: زبان سب سے خطرناک چیز ہے جو انسان کے اعمال کو غارت کر دیتی ہے۔ اس

لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک صحابی نے پوچھا: ''میرے بارے میں آپ کو سب سے زیادہ خطرہ کس چیز کا ہے۔ آپؐ نے زبان کو پکڑ کر فرمایا: ''اس کا ڈر ہے''۔ ایک اور حدیث میں فرمایا: ''جو مجھے زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کی ضمانت دے، میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں''۔

(ب) زبان کا زخم تلوار سے گہرا: زبان ایسا ہتھیار ہے، جس کا لگایا ہوا زخم بہت خطرناک ہوتا ہے۔ اس لیے بدزبانی سے پرہیز کرنا چاہیے۔ نبیؐ نے فرمایا: ''زبان سے جو زخم لگے گا وہ کبھی ٹھیک نہیں ہوتا لیکن تلواروں کے زخم درست ہو جاتے ہیں''۔ اس لیے ایک حدیث میں فرمایا: ''مسلمان وہ ہے، جس کے ہاتھ اور زبان سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

(15) چار بھلائیاں

عَنْ	اِبْنِ	عَبَّاسٍ	رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا	اَنَّ	النَّبِيَّ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	قَالَ	اَرْبَعٌ	مَنْ
سے	ابن	عباس	رضی اللہ عنہما	کہ بے شک	نبی	صلی اللہ علیہ وسلم	کہا	چار	جسے

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے چار

أُعْطِيَهُنَّ	فَقَدْ	أُعْطِيَ	خَيْرُ	الدُّنْيَا	وَ	الْاٰخِرَةِ
عطا کی گئیں	پس بے شک	دی گئی	بھلائی	دنیا کی	اور	آخرت کی

چیزیں دی گئیں پس بے شک اسے دنیا اور آخرت کی بھلائی عطا کی گئی

قَلْبًا	شَاكِرًا	وَّ	لِسَانًا	ذَاكِرًا	وَّ	بَدَنًا	عَلَى	الْبَلَاءِ
دل	شکر گزار	اور	زبان	ذکر کرنے والی	اور	جسم	پر	مصیبت کے

شکر گزار دل اور ذکر کرنے والی زبان اور مصیبتوں پر صبر کرنے والا جسم

صَابِرًا	وَّ	زَوْجَةً	لَّا	تَبْغِيْهِ	حُوْبًا	فِيْ	نَفْسِهَا
صبر کرنے والا	اور	عورت	نہیں	چاہتی اس کے	زیادتی	میں	اپنے بدن

اور ایسی عورت جو اپنے نفس اور شوہر کے مال

وَ	مَالِهٖ	(سنن نسائی)
اور	اس کے مال	

میں گناہ (کمی بیشی) نہیں کرتی۔

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ صَلَّى سَلَّمَ قَالَ

أُعْطِيَ

فعل مضارع: تَبْغِيْ

مرکب اضافی: اِبْنِ عَبَّاسٍ خَيْرَ الدُّنْيَا نَفْسِهَا مَالِهٖ

مرکب توصیفی: قَلْبًا شَاكِرًا لِسَانًا ذَاكِرًا بَدَنًا صَابِرًا

حرف جر: فِيْ عَلَى

ضمائر: نَفْسِهَا میں ھَا ضمیر مَالِهٖ میں ہٖ ضمیر

اُعْطِیَهُنَّ میں ھُنَّ ضمیر

تشریح

اس حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا و آخرت کی چار بھلائیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ گویا جسے یہ بھلائیاں اللہ تعالیٰ کی طرف سے مل جائیں وہ خوش نصیب ہے۔ یہ بھلائیاں درج ذیل ہیں:

1- قلب شاکر 2- زبان ذاکر 3- بدن صابر 4- باوفا بیوی

اب ان کی مختصر تشریح کی جاتی ہے تاکہ حدیث مبارکہ میں بیان کردہ بھلائیوں کی وضاحت ہو سکے۔

(1) **قلب شاکر:** شکر کرنے والا دل اللہ کی بہت بڑی عنایت ہے جس کی وجہ سے مسلمان کی زندگی بہت آسان ہو جاتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ (ابراہیم 7:14) ''اگر تم شکر کرو گے تو میں تمہیں مزید دوں گا۔'' مزید یہ کہ اللہ تعالیٰ نے شکر کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ (اعراف 144:7) ''اور تم شکر گزاروں میں ہو جاؤ۔'' شکر گزاری صفت انبیاء بھی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے نوح علیہ السلام کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا (بنی اسرائیل 3:17) ''بے شک (نوحؑ) اللہ تعالیٰ کے شکر گزار بندے تھے۔''

احادیث نبویؐ اور شکرگزاری کی صفت: اس کے ساتھ ساتھ احادیث میں اس کی بہت فضیلت آئی ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایمان کے دو نصف ہیں۔ نصف ایمان صبر میں اور نصف ایمان شکر میں ہے۔ شکر ادا کرنا سنتِ انبیاء بھی ہے۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ آپ ﷺ تو اللہ کے نیک بندے ہیں پھر عبادت میں اتنی مشقت کیوں کرتے ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: اَفَلَا اَكُوْنَ عَبْدًا شَكُوْرًا ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' ایک حدیث میں اس کی مزید وضاحت ہوئی: ''قیامت کے روز بلند آواز سے پکارا جائے گا کہ حمادون اٹھ کھڑے ہوں۔ ایک جماعت اٹھ کھڑی ہوگی، ان کے لیے ایک جھنڈا گاڑ دیا جائے گا۔ پس وہ لوگ جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ پوچھا گیا: ''یا رسول اللہ! وہ حمادون کون ہوں گے؟'' فرمایا: ''ہر حالت میں شکر ادا کرنے والے۔''

(2) **ذکر کرنے والی زبان:** اللہ کا ذکر ادا کرنے والی زبان اللہ کی دوسری بڑی نعمت ہے جس کی بدولت انسان اللہ کے بہت قریب ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ (انفال 45:8) ''اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو شاید کہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' اس لیے ہمیں بکثرت ذکر خداوندی کرنا چاہیے۔

مندرجہ ذیل احادیث سے ذکر کی فضیلت ظاہر ہوتی ہے:

(i) **روحانی بیماریوں کا علاج:** انسان کا دل اچھائیوں اور برائیوں کا مرکز ہے۔ انسان پر برائی کا غلبہ روحانی کمزوریوں کی وجہ سے ہوتا ہے اور اس کا واحد علاج ذکر الٰہی ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: ''ہر چیز کو کوئی نہ کوئی صاف کرنے والی چیز ہوتی ہے جبکہ دلوں کی صفائی کرنے والی چیز ذکر الٰہی ہے۔''

(ii) **اعلیٰ ترین عمل:** دین اسلام میں بے شمار اچھے اعمال ہیں لیکن ذکر کو سب سے زیادہ اہمیت دی گئی ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرامؓ سے فرمایا ''میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو تمام اعمال میں بہترین چیز ہے اور تمہارے مالک کے نزدیک تمہیں سب سے زیادہ بلند کرنے والی ہے۔ سونے چاندی کو اللہ تعالیٰ کے راستہ میں خرچ کرنے سے بھی زیادہ بہتر اور جہاد میں دشمن کو قتل کرو اور وہ تم کو قتل کریں اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا ''ضرور بتا دیں۔'' فرمایا ''وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔'' (سنن ترمذی، سنن ابن ماجہ)

(3) **صابر بدن:** انسانی زندگی کی تیسری بھلائی بدن صابر ہے۔ انسان کو اپنی زندگی میں بے شمار مسائل پیش آتے ہیں۔ جن کا سامنا انسان کے لیے خاصا مشکل ہوتا ہے۔ مگر ان ہی مسائل کے حل میں صابر جسم بہت بڑا کردار ادا کرتا ہے۔ اگر بدن صابر نہ ہو تو انسان بہت سے نقصانات اٹھاتا ہے۔ اس لیے درج ذیل احادیث میں صبر کی فضیلت بیان کی گئی ہے:

(i) **صبر اور نصرت خداوندی:** اللہ تعالیٰ کی مدد صرف اور صرف صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَلنَّصْرُ مَعَ الصَّبْرِ ''نصرت صبر کے ساتھ ہے۔''

(ii) **صبر جنت کا خزانہ:** صبر کو جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ قرار دیا گیا ہے۔ اس لیے جس کے ہاتھ یہ دولت آجائے وہ خوش قسمت ہے۔ اسی لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''صبر جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔''

(iii) **صبر روشنی ہے:** صبر وہ روشنی ہے جس کی رہنمائی میں مسلمان اپنی منزل مقصود کی طرف بڑھتا ہے۔ اس سے محرومی اندھیرے میں ڈوبنے کے مترادف ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: اَلصَّبْرُ ضِيَاءٌ ''صبر روشنی ہے۔''

(iv) **صبر نصف ایمان:** صبر کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت اہمیت دی اور اس کو مومن کی زندگی کا اثاثہ قرار دیا ہے۔ فرمایا: اَلصَّبْرُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ ''صبر نصف ایمان ہے۔''

(4) **باوفا بیوی:** انسان کی زندگی میں چوتھی اللہ تعالیٰ کی بہت بڑی نعمت باوفا بیوی ہے جو خاوند کی غیر موجودگی میں دو کام کرتی ہے:

(i) **اپنی عزت کی حفاظت:** یہ بہت بڑی بات ہے کہ عورت خاوند کی غیر موجودگی میں اپنی عزت و ناموس کی محافظ ہو یعنی زنا وغیرہ میں مبتلا نہ ہو۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ایسی عورت کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ اللّٰهُ (نساء 4:34) خاوند کی غیر موجودگی میں ان چیزوں کی حفاظت کرنے والی ہوتی ہیں جن کی حفاظت ان کے ذمے لگائی جائے۔ اس کے علاوہ حدیث میں فرمایا: ''خاوند کا بیوی پر یہ حق ہے کہ وہ اس کے بستر کو کسی دوسرے مرد سے پامال نہ ہونے دے۔'' ایسی عورت کی انسان کو قدر کرنی چاہیے تاکہ گھر جنت کا نمونہ بن جائے۔

(ii) **شوہر کے مال میں جائز تصرف:** عورتیں گھر کے چلانے اور اس کی ترقی میں اہم کردار ادا کرتی ہیں۔ مشہور مقولہ ہے کہ عورت سوئی کے ناکے سے گھر کا سارا مال نکال سکتی ہے۔ گویا اگر عورت گھر کے مال میں ناجائز تصرف کرے تو گھر کی ترقی کا تصور نہیں کیا جا سکتا بلکہ بربادی یقینی ہے۔ جہاں تک جائز تصرف کا تعلق ہے اس کی اجازت نبی صلی

اللہ علیہ وسلم نے دی ہے، گویا عزت اور مال کی محافظ نبوی اللہ کی نعمت ہے۔ ہمیں ان چاروں متذکرہ بالا نعمتوں کی قدر کرنی چاہیے۔

(16) سات مہلکات

السَّبْعَ	اِجْتَنِبُوا	قَالَ	النَّبِيِّ	عَنِ	أَبِيْ هُرَيْرَةَ	عَنْ
سات چیزوں	تم بچو	فرمایا	نبی صلی اللہ علیہ وسلم	سے	ابوہریرہ	سے

حضرت ابوہریرہؓ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا: سات مہلکات

قَالَ	هُنَّ؟	وَمَا	رَسُوْلَ اللّٰهِ	يَا	قَالُوْا	الْمُوْبِقَاتِ
فرمایا	وہ؟	اور کیا ہیں	اللہ کے رسولؐ	اے	لوگوں نے پوچھا	مہلک

سے بچو۔ لوگوں نے پوچھا: اے اللہ کے رسولؐ! وہ کون سے گناہ ہیں؟ آپ نے فرمایا:

حَرَّمَ	الَّتِيْ	النَّفْسُ	وَقَتْلُ	وَالسِّحْرُ	بِاللّٰهِ	اَلشِّرْكُ
حرام کیا	جس کو	جان	اور قتل کرنا	اور جادو کرنا	اللہ کے ساتھ	شریک کرنا

اللہ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، جادو کرنا، ناحق کسی آدمی کو قتل کرنا

مَالَ	وَأَكْلُ	الرِّبَا	وَأَكْلُ	بِالْحَقِّ	اِلَّا	اللّٰهُ
مال	اور کھانا	سود	اور کھانا	حق کے	علاوہ	اللہ نے

سود کھانا، یتیم کا مال کھانا،

الْمُحْصِنٰتِ	قَذْفُ	وَ	الزَّحْفِ	يَوْمَ	وَالتَّوَلِّيْ	الْيَتِيْمِ
پاک دامن	تہمت لگانا	اور	جنگ	دن	اور بھاگنا	یتیم

میدان جنگ سے بھاگنا اور پاک دامن،

الْمُؤْمِنَاتِ	الْغَافِلَاتِ
مومن عورتیں	بھولی بھالی

بھولی بھالی مومن عورتوں پر تہمت لگانا۔ (بخاری ومسلم)

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ قَالَ صَلَّى سَلَّمَ

قَالُوْا حَرَّمَ

فعل امر: اِجْتَنِبُوْا

مرکب اضافی: أَبِی هُرَیْرَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ قَتْلُ الْیَتِیْمِ مَالَ الْیَتِیْمِ
یَوْمَ الزَّحْفِ قَذْفُ الْمُحْصِنَاتِ أَکْلُ الرِّبَا أَکْلُ مَالِ

مرکب توصیفی: الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلَاتِ

حرف جر: عَنْ بِاللّٰهِ اور بِالْحَقِّ میں با

ضمائر: هُنَّ عَلَیْهِ میں عَلَی حرف جر اور ہِ ضمیر

تشریح

اس حدیث میں ان سات کبیرہ گناہوں کا تذکرہ کیا گیا ہے جو انسانوں کو ہلاک کر دیتے ہیں۔ یہ درج ذیل ہیں:

1-شرک: اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات اور اس کے اختیارات میں کسی کو شامل کرنا شرک کہلاتا ہے۔ یہ گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس گناہ کے حامل انسان کو کبھی نہیں بخشتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَكَ بِهٖ وَ یَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ** (نساء4:48) ''بے شک اللہ تعالیٰ یہ بات معاف نہیں کرتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک بنایا جائے، اس کے علاوہ جسے چاہتا ہے معاف کر دیتا ہے۔'' اسی طرح قرآن حکیم میں شرک کی مذمت میں ایک مقام پر ارشاد باری ہوا: **اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ** (لقمن 31:13) ''بے شک شرک بہت بڑا ظلم ہے''۔ متعدد آیات اور احادیث سے ثابت ہوتا ہے کہ شرک تمام خرابیوں کی جڑ ہے۔

2-جادو کی مذمت و ممانعت: جادو کی اسلام نے ممانعت کی ہے۔ کیونکہ یہ ایسا علم ہے جو انسانیت کے لیے بہت نقصان دہ ہے۔ اس میں انسان جنات اور شیطانوں کی سرپرستی میں لوگوں کا نقصان کرتا ہے۔ اللہ کے بھیجے ہوئے فرشتے ہاروت و ماروت جب یہودیوں کو جادو سکھاتے تھے تو کہتے: **فَلَا تَكْفُرْ** (بقرہ2:102) ''تم کفر میں مبتلا نہ ہو''، اس آیت مبارکہ میں جادو کی مذمت آئی ہے۔ عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں: ''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ منتر، منکے اور ٹوٹکے وغیرہ شرک ہیں۔'' ایک اور حدیث میں فرمایا: **مَنْ تَعَلَّقَ شَیْئًا وُكِّلَ اِلَیْهِ** (مشکوٰۃ:4355) ''جو شخص کوئی چیز (تعویذ، دھاگا وغیرہ) لٹکائے یا باندھے تو وہ اس کے سپرد کر دیا جاتا ہے''۔ اس لیے بزرگوں کا قول ہے کہ جادو اگرچہ برحق ہے لیکن کرنے والا کافر ہے۔ امام مالکؒ کہتے ہیں: جادوگر کافر ہے۔ اس سے بچنے کا طریقہ درج ذیل ہے:

(1) باوضو رہیں اور باوضو سوئیں۔ (2) اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ کثرت سے پڑھیں۔
(3) چاروں قل پڑھ کر سوئیں۔ (4) آیت الکرسی پڑھ کر سوئیں۔ (5) نیک اعمال کریں۔

3-قتل ناحق پر وعید: اس حدیث میں قتل ناحق کو بہت بڑا جرم قرار دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **وَ مَنْ یَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِیْهَا** (نساء4:93) ''جس نے کسی مومن کو جان بوجھ کر قتل کیا تو اس کی سزا جہنم ہے اور وہ ہمیشہ اس میں رہے گا۔'' اس کے علاوہ ایک اور جگہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ** (مائدہ5:32) ''جس نے ایک انسان کو قتل کیا گویا اس نے پوری انسانیت کو قتل کیا اور جس نے ایک کو زندگی بخشی اس نے گویا پوری انسانیت کو زندگی بخشی۔'' اسی لیے حدیث میں بھی قتل انسان کی سختی سے مذمت کی گئی ہے۔ فرمایا: ''مسلمان کو گالی

دینا گناہ اور قتل کرنا کفر ہے۔" اس لیے قتل پر قاتل کو قصاص میں قتل کرنے کا حکم دیا گیا۔

4- **ایک لعنت سود:** سود بھی کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ ہے۔ یہ انسانیت کا معاشی قتل ہے۔ اس سے امیر بلا محنت امیر تر اور غریب محنت کے باوجود مزید غریب ہوتے چلے جاتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَ حَرَّمَ الرِّبٰوا (بقرہ 273:2) "اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال اور سود کو حرام کیا ہے"۔ اللہ تعالیٰ نے سود چھوڑ دینے کا حکم دیا ہے: "اے ایمان والو خدا سے ڈرو اور جو کچھ تمہارا سود لوگوں کی طرف باقی رہ گیا ہے اسے چھوڑ دو اگر تم مومن ہو۔ پس اگر ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسولؐ کے ساتھ جنگ کے لیے تیار ہو جاؤ"۔ اس کے علاوہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ نے سود کھانے والے، کھلانے والے، گواہوں اور لکھنے والے پر لعنت کی ہے اور سود کا گناہ اپنی ماں سے زنا سے ستر گنا زیادہ ہے"۔ (ابن ماجہ)

5- **مال یتیم ھڑپ کرنا:** مال یتیم ناجائز طریقے سے کھانا اسلامی لحاظ سے بہت برا فعل ہے اور گناہ کبیرہ میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ (انعام 152:6) "اور یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ"۔ بلکہ ان کے مال کی حفاظت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور ان کی سرپرستی کو بہت بڑے ثواب کا ذریعہ اور جنت کا راستہ قرار دیا گیا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَنَا وَ كَافِلُ الْيَتِيْمِ فِي الْجَنَّةِ یتیم کی سرپرستی کرنے والا جنت میں میرے ساتھ ہوگا۔

6- **میدان جنگ سے فرار:** میدان جنگ میں قوموں کی قسمت اور عزت کا فیصلہ ہوتا ہے۔ جنگ میں ہار کے نتیجے میں غلامی قوموں کا مقدر ٹھہرتی ہے۔ اس لیے جنگ میں شہادت کا بڑا مقام ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "شہید کو مردہ مت کہو، وہ اللہ کے نزدیک زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں"۔ اسی لیے میدان جنگ سے فرار کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں اسی وجہ سے بزدلی سے پناہ مانگی گئی ہے میدان جنگ میں جمے رہنا چاہیے اور فرار سے پناہ مانگنی چاہیے۔

7- **پاک دامن عورتوں پر تہمت:** معاشرے میں پاک دامن عورتیں اللہ تعالیٰ کی ایک نعمت ہوتی ہیں۔ گھر کی پاکیزگی کا انحصار ان پر ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "جو لوگ بھولی بھالی پاک دامن مومن عورتوں پر تہمت لگاتے ہیں اور پھر چار گواہ نہیں لاتے تو ان کو اسی کوڑے مارو اور پھر ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو"۔ (النور 4:24) اسی لیے حدیث میں بھی اس کی مذمت کی گئی ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: "پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانا سو برس کے اعمال غارت کر دیتا ہے۔" یہ بات واضح ہے کہ معصوم اور پاک دامن عورتوں پر تہمت کا نتیجہ صرف انہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ اس سے دو خاندانوں کے درمیان دشمنی کی بنیاد پڑتی ہے جو بڑھتے بڑھتے پورے معاشرے کو اپنی لپیٹ میں لے لیتی ہے۔ اس لیے اسلامی اخلاقیات میں اس بنیادی اکائی یعنی معصوم عورت کے تحفظ کا اہتمام کیا گیا ہے، جس پر گھر کی زندگی کے استحکام کا دارومدار ہے۔

(17) برائی کو روکنے کا حکم

عَنْ	اَبِيْ سَعِيْدِنِ الْخُدْرِيْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	قَالَ	سَمِعْتُ	رَسُوْلَ	اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
سے	ابی سعید خدریؓ	اس نے کہا	میں نے سنا ہے	رسول	اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ وہ کہتے ہیں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

يَقُوْلُ	مَنْ	رَأَى	مِنْكُمْ	مُنْكَرًا
وہ کہتے ہیں	جس نے	دیکھے	تم میں سے	برائی

کو کہتے سنا ہے: کہ تم میں سے جو کوئی برائی دیکھے

فَلْيُغَيِّرْهُ	بِيَدِهٖ	فَإِنْ	لَّمْ	يَسْتَطِعْ	فَبِلِسَانِهٖ
پس تبدیل کردے اُسے	ہاتھ کے ساتھ	پس اگر	نہ	وہ استطاعت رکھتا	پس زبان کے ساتھ

وہ اسے ہاتھ سے روک دے۔ اگر وہ اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو زبان سے روکے

فَإِنْ	لَّمْ	يَسْتَطِعْ	فَبِقَلْبِهٖ
پس اگر	نہ	وہ استطاعت رکھتا ہے	پس اس کے دل کے ساتھ

اگر وہ اس کی بھی طاقت نہ رکھتا ہو تو دل سے برا جانے

وَ	ذٰلِكَ	أَضْعَفُ	الْإِيْمَانِ
اور	یہ	یہ کمزور ترین	ایمان

اور یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔ (صحیح مسلم)

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ صَلَّى سَلَّمَ قَالَ رَأَى

فعل مضارع: يَسْتَطِعْ يَقُوْلُ فَلْيُغَيِّرْهُ میں يُغَيِّرْ فعل مضارع

فعل امر: لِيُغَيِّرْ

مرکب اضافی: أَبِيْ سَعِيْدٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِيَدِهٖ لِسَانِهٖ

قَلْبِهٖ أَضْعَفُ الْإِيْمَانِ

حرف جر: عَنْ عَنْهُ میں عَنْ حرف جر ہٗ ضمیر مِنْكُمْ: مِنْ حرف جر

كُمْ ضمیر عَلَيْهِ میں عَلَى حرف جر ہٖ ضمیر

ضمائر: مِنْكُمْ میں مِنْ حرف جر كُمْ ضمیر بِيَدِهٖ میں ہٖ فَبِقَلْبِهٖ: ف: پس

قَلْبِ: دل ہٖ ضمیر فَبِلِسَانِهٖ میں بِ حرف جر اور ہٖ ضمیر

تشریح

اسلام میں برائی ہمیشہ ناپسندیدہ رہی ہے۔ اس لیے اس کو روکنے اور اس کی حوصلہ افزائی نہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔
اس ضمن میں یہ حدیث مبارکہ بہت اہم ہے۔ اس میں برائی روکنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کیونکہ معاشرے میں برائی کو روکنے کے لیے حالات کے مطابق معاشرے کے مختلف طبقات حسب ذیل طریقہ اختیار کرسکتے ہیں:

1-ھاتھ سے روکنا: برائی کو روکنے کا سب سے اعلیٰ درجہ اس کو بذریعہ قوت ختم کرنا ہے۔اس عمل میں یہ طبقات زیادہ ذمہ دار ہیں:

مسلمان حکمران اور نھی عن المنکر کا فریضہ: جو لوگ بھی مسلمان حکومت چلا رہے ہیں ان کا اولین فرض برائی کا انسداد ہے کیونکہ ارشاد ربانی ہے: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (حج 41:22) یہ وہ لوگ ہیں جب ہم انہیں زمین میں اقتدار بخشیں گے تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیکی کی ہدایت کریں گے اور برائی سے منع کریں گے۔علامہ قرطبی لکھتے ہیں: ''امر بالمعروف ہر ایک کے لیے مناسب نہیں ہو سکتا۔اس کو حکمران ہی انجام دے گا کیونکہ حدود کا قائم کرنا اسی کا کام ہے اور تعزیر اس کی رائے کے مطابق ہوتی ہے۔اسی طرح قید اور رہا کرنے نیز جلاوطن کرنے کا اختیار بھی اسی کو ہے۔ پس وہ ہر شہر میں کسی صالح، مضبوط اور امانت دار آدمی کو اس کام پر مقرر کرے گا اور اسے اس کام کا حکم دے گا اور حدود کو بغیر کسی زیادتی کے جاری کرے گا۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔اگر ہم نے ان کو زمین میں اقتدار دیا تو وہ نماز قائم کریں گے''۔(احکام قرآن: 4/47) اس طرح موجودہ دور میں ایک الگ محکمہ ہونا چاہیے جو برائی کو روکنے اور اچھائی کرنے کا حکم دے۔ سعودی عرب میں اس طرح کا محکمہ کام کرتا ہے کہ جس کی نگرانی میں نماز کے وقت تمام کاروبار بند ہو جاتا ہے اور نماز کے وقت نماز پڑھنا ضروری ہوتا ہے۔

علماء اور عامة المسلمين کی ذمہ داری: اگر حکمران ایسا نہ کریں تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیا کرنا چاہیے۔اس صورت میں امت مسلمہ کی دوہری ذمہ داری ہے کہ معاشرے کی اصلاح کی ذمہ داری عام مسلمانوں پر آ پڑتی ہے۔اس ضمن میں علما، امرا اور معاشرے کے بااثر افراد کا یہ فرض ہے کہ وہ یہ فریضہ سرانجام دیں اور اپنی طاقت کے مطابق برائی کو قوت سے روکیں۔آج کل جبکہ اکثر حکمران برائی کے سرپرست ہیں برائی روکنے کی ذمہ داری عام مسلمانوں پر ہے۔اس سلسلے میں منظم جماعت کی ضرورت ہے ورنہ حکمران اور کرپٹ عناصر اس کام کے کرنے والوں کو ختم کر دیتے ہیں۔

2-زبان سے روکنا: دوسرا درجہ زبان سے روکنا ہے، یہ حکمران طبقے، امراء اور علما اور عوام الناس کا مشترکہ فریضہ ہے۔اگر سب طبقات اس کام کو ذمہ داری سے ادا کرتے رہیں تو معاشرتی ماحول کی وجہ سے بے شمار برائیاں دم توڑ دیتی ہیں اور یہ کام بھی ہاتھ سے روکنے سے کم نہیں کیونکہ زبان سے روکنے پر بھی بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اس لیے ارشاد باری ہے: وَالصّٰبِرِيْنَ فِي الْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ وَ حِيْنَ الْبَاْسِ (بقرہ 2:177) ''وہ مالی پریشانی اور جسمانی تکلیف پر صبر کرنے والے ہیں اور جہاد پر ثابت قدم رہنے والے ہیں''۔اور ایک اور جگہ فرمایا: وَ تَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ (عصر 3:103) ''وہ حق اور صبر کی وصیت کرنے والے ہیں''۔

اس کام میں اگر مشکلات کا سامنا کرنا پڑے تو اس کو بے عزتی نہیں بلکہ بڑا اعزاز سمجھنا چاہیے۔اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری امت کے بگاڑ کے وقت میری سنت کو تھامنے والے کو ایک سو شہید کا ثواب ملتا ہے۔

3-دل سے برا جاننا: یہ ایمان کا آخری درجہ ہے، جب انسان پہلے دونوں کام سرانجام دینے سے قاصر ہو تو برائی کو دل سے برائی سمجھے۔اگر وہ دل سے برائی نہ سمجھے گا تو پھر وہ خود برائی کا حصہ بن جائے گا۔دلی نفرت ہی اس کے ایمان کی محافظ ہوتی ہے۔اگر یہ بھی ختم ہو جائے تو ایمان رخصت ہو جاتا ہے۔ارشاد نبویؐ ہے: لوگو! اللہ کا ارشاد ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جاری رکھو ایسا نہ ہو کہ وہ وقت آ جائے کہ تم دعا کرو اور وہ قبول نہ ہو، تم سوال کرو اور اسے پورا نہ کیا جائے،

تم دشمن کے خلاف مجھ سے مدد چاہو اور میں تمہاری مدد نہ کروں (سنن ابوداؤد)۔ غرضیکہ اگر کوئی دل سے برا بھی نہیں جانتا تو وہ دائرۂ ایمان سے خارج ہو جاتا ہے۔ آج کل تو ہم اس درجے سے بھی گر گئے ہیں اور عملاً برائی کے معاون بن گئے ہیں۔ اس کی مثال ہمارا حکومتی ڈھانچہ ہے جس میں زنا، سود، جوا اور شراب جائز ہے۔ بے پردگی، رشوت، دھوکہ اور سمگلنگ نے معاشرے کو بری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَ لَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مائدہ 2:5) ''نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں تعاون کرو اور برائی اور گناہ کے کاموں میں تعاون نہ کرو''۔ اس آیت کی روشنی میں برائی کے ساتھ تعاون کی گنجائش ذرہ برابر نظر نہیں آتی۔

(18) بے عمل داعی کا انجام

عَنْ	اُسَامَةَ بْنِ زَيْدٍ	قَالَ	قَالَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	يُجَاءُ	بِالرَّجُلِ	يَوْمَ	الْقِيَامَةِ
سے	اسامہ بن زید	کہا	کہا	اللہ کے رسول	صلی اللہ علیہ وسلم	لایا جائے گا	ایک آدمی	دن	قیامت کے

حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا: ایک آدمی کو قیامت کے دن لایا جائے گا

فَيُلْقٰى	فِي	النَّارِ	فَتَنْدَلِقُ	اَقْتَابُهٗ	فِي	النَّارِ	فَيَطْحَنُ
اس کو ڈالا جائے گا	میں	آگ	پس نکل پڑیں گی	آنتیں اس کی	میں	آگ	وہ چکر لگائے گا

پس اسے دوزخ میں ڈالا جائے گا، اس کی آنتیں آگ میں نکل پڑیں گی، پس ان پر چکر لگائے گا

فِيْهَا	كَطَحْنِ	الْحِمَارِ	بِرَحَاهُ	فَيَجْتَمِعُ	اَهْلُ	النَّارِ
اس میں	جیسے چکر لگاتا ہے	گدھا	ساتھ چکی اپنی	پس جمع ہوں گے	والے	دوزخ

جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد چکر لگاتا ہے، اہل دوزخ اس پر جمع ہوں گے

عَلَيْهِ	فَيَقُوْلُوْنَ	اَيْ	فُلَانُ	مَا	شَاْنُكَ؟
اس پر	پس وہ کہیں گے	کیا ہے	اے فلاں	کیا	حال تیرا

کہیں گے اے فلاں! تجھے کیا ہوا؟

اَلَيْسَ	كُنْتَ	تَاْمُرُنَا	بِالْمَعْرُوْفِ	وَ	تَنْهٰنَا	عَنِ	الْمُنْكَرِ؟
کیا نہیں	تو	ہمیں حکم دیتا تھا	نیکی کا	اور	تو منع کرتا تھا	سے	برائی

کیا تو ہمیں نیکی کا حکم نہیں دیتا تھا اور تو ہمیں برائی سے منع نہیں کرتا تھا؟

قَالَ	كُنْتُ	اٰمُرُكُمْ	بِالْمَعْرُوْفِ	وَلَا	اٰتِيْهِ	وَ	اَنْهٰكُمْ
کہا	میں تھا	تمہیں حکم دیتا	نیکی کا	اور نہیں	خود کرتا تھا اسے	اور	منع کرتا تھا تمہیں

وہ کہے گا میں تمہیں نیکی کا حکم دیتا تھا اور خود اسے نہیں کرتا تھا اور تمہیں

عَنِ	الْمُنْكَرِ	وَ	اٰتِيْهِ	(بخاری، مسلم، مسند احمد)
سے	برائی	اور	خود کرتا تھا اسے	

برائی سے روکتا تھا اور اسے خود کرتا تھا۔

عربی قواعد

فعل ماضی: قَالَ صَلَّى سَلَّمَ كُنْتَ اٰتِيْ

فعل مضارع: يُجَاءُ يُلْقٰى تَنْدَلِقُ يُطْحَنُ

يَجْتَمِعُ يَقُوْلُوْنَ

مرکب اضافی: رَسُوْلُ اللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ طَحْنِ الْحِمَارِ اَقْتَابُهٗ

رَحَاهُ اَهْلُ النَّارِ شَأْنُكَ

حرف جر: عَلَيْهِ میں عَلٰى حرف جر ہٖ ضمیر بِالرَّجُلِ میں بِا فِي

فِيْهَا میں فِيْ حرف جر هَا ضمیر كَطَحْنِ میں كَ عَنْ

ضمائر: بِرَحَاهُ میں بِ حرف جر كُمْ اٰتِيْهِ میں ہ ضمیر

تَاْمُرُنَا میں تَاْمُرُ فعل مضارع اور نا ضمیر

تشریح

امر بالمعروف و نہی عن المنکر: یہ قرآن مجید کی مشہور اصطلاحیں ہیں۔ ان کے معانی درج ذیل ہیں:

1- **اَمْرٌ**: حکم دینا، کوئی کام کرنے کو کہنا

2- **معروف**: مشہور، معلوم، ظاہر، نیکی، نیک بات وغیرہ۔

3- **نَهْيٌ**: روکنا، کسی برے کام سے روکنا

4- **منکر**: انکار کیا گیا، مکروہ، خراب، ناشائستہ، نامشروع وغیرہ۔

اسلامی اصطلاح میں ہر اچھے کام کو معروف اور برے کام کو منکر کہتے ہیں۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت درج ذیل ہے:

1- **امت مسلمہ کا امتیاز**: نیکی کا حکم دینا اور برائی سے روکنا امت مسلمہ کا امتیازی نشان ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:
كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران 110:3) ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لیے برپا کی گئی ہے کہ تم نیکی کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

2- **حکم خداوندی**: یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے جس سے روگردانی تباہی کا باعث ہے۔ ارشادِ خداوندی ہے: وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ يَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران 104:3) ''اور

چاہیے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلائے، معروف کا حکم دے اور برائی سے منع کرے۔" یعنی ایک گروہ لازماً یہ فریضہ سرانجام دیتا رہے۔

3- **اسلامی حکومت کا اولین فرض:** جب بھی اسلامی حکومت قائم ہوگی تو اس کے اولین فرائض میں سے ایک فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ہوگا۔ ارشاد خداوندی ہے: اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَ اَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَ نَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ (حج 41:22) "یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اگر ہم زمین میں اقتدار بخشیں تو وہ نماز قائم کریں گے اور زکوٰۃ دیں گے اور نیکی کی ہدایت کریں گے اور برائی سے منع کریں گے۔"

4- **دعا کی قبولیت اس کے ساتھ مشروط ہے:** نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کی دعا کی قبولیت کے لیے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ضروری قرار دیا ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: "نیکی کی ہدایت کرو اور برائی سے منع کرو پیشتر اس کے کہ تم دعا مانگو اور تمہاری دعا قبول نہ ہو۔" (سنن ابن ماجہ)

5- **عذاب خداوندی کی وعید:** مسلمان اگر اس فریضہ سے غفلت برتیں گے تو عذاب خداوندی کا شکار ہو سکتے ہیں۔ ارشادِ نبویؐ ہے: "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے یا تم ضرور نیکی کا حکم دو گے اور برائی سے منع کرو گے یا قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ تم پر اپنی طرف سے سزا کے طور پر عذاب بھیجے پھر تم دعا مانگتے رہو گے مگر دعا قبول نہ ہوگی۔" (جامع ترمذی)

6- **ایمان کی نشانی:** ایمان کی نشانی صرف اور صرف امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہے۔ اس کو کھو دینے سے انسان ایمان سے محروم ہو جاتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: "جو شخص برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر ایسا نہ بھی کر سکے تو دل سے برا جانے اور یہ ایمان کا سب سے کمزور درجہ ہے۔" (مسلم)

7- **سلب ایمان:** امت مسلمہ اس فریضہ سے جتنا پہلو تہی کرے گی اتنا ہی سلب ایمان کے قریب ہوگی۔ جو شخص برائی کو دل سے برا نہ جانے بلکہ خوشی خوشی برائی کے ساتھ تعاون کرے تو وہ دائرۂ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ ارشاد نبویؐ ہے: "جو شخص برائی کو دیکھے تو اس کو ہاتھ سے روکے اگر اس کی طاقت نہ ہو تو زبان سے روکے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دل سے برا سمجھے اس کے بعد رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان نہیں۔" (مسلم)

8- **سب سے بڑا جہاد:** اسلام میں جہاد کو مرکزی اہمیت حاصل ہے لیکن جہاد میں بھی سب سے بڑا جہاد حکمرانوں کو برائی سے روکنا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: أَفْضَلُ الْجِهَادِ كَلِمَةُ الْحَقِّ عِنْدَ سُلْطَانٍ جَابِرٍ "سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمہ حق کہنا ہے۔" (جامع ترمذی)

9- **اسلام سے گریز:** امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے گریز دراصل اسلام سے گریز ہے۔ ارشادِ نبویؐ ہے: "اسلام یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی بندگی کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ کرو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ دو، رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا طواف کرو، معروف کا حکم دو اور منکر سے روکو اور اپنے گھر والوں کو سلام کرو ان میں سے کسی جزو کو بھی کوئی شخص کم کرتا ہے وہ اسلام کا جزو چھوڑ دیتا ہے اور جس نے ان سب چیزوں کو چھوڑ دیا تو اس نے اسلام ہی سے پیٹھ پھیر لی۔" (مستدرک حاکم: 1/ 21)

10- **وعیدِ رسولؐ:** نبیؐ سے اس فریضہ سے منہ موڑنے پر سخت وعید وارد ہے، چنانچہ آپؐ کا ارشاد ہے کہ اس فریضہ سے

منہ نہ موڑا جائے۔ آپ ؐ نے مزید فرمایا: ''وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کھائے اور ہمارے بڑوں کی تعظیم نہ کرے۔ معروف کا حکم نہ دے اور منکر سے منع نہ کرے۔'' (مسند احمد، جامع ترمذی، الترغیب والترہیب: 4/12)
عوام الناس کو بھی اس کام میں شریک ہونا چاہیے جہاں جہاں انہیں واضح منکرات نظر آئیں تو انہیں روکیں۔ کوئی تحریک عوام کے تعاون کے بغیر کامیاب نہیں ہو سکتی۔ عوام الناس معاشرتی ماحول پیدا کر کے برائی کو روک سکتے ہیں اور اچھائی کی فضا عام کر سکتے ہیں۔ جہاں منکرات واضح نہ ہوں وہاں علما کا فریضہ ہے کہ وہ ان کا تعین کریں۔ عوام کا کام ہے کہ وہ پہلے تین طبقات پر نظر رکھیں اور ان کا برملا احتساب کرتے رہیں کیونکہ ان کی یہ روش ہی معاشرے کو صحیح سمت میں رکھ سکتی ہے اور موثر افراد خدا کے خوف اور عوام کے دباؤ پر ہی منکرات سے بچ سکتے ہیں۔

(19) مومن کی نشانی

عَنْ	اَنَسٍ	قَالَ	قَالَ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	صَلَّى	اللّٰهُ
سے	انس	کہا	فرمایا	رسول	اللہ	صلی	اللہ

حضرت انسؓ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَلَيْهِ	وَ	سَلَّمَ	وَ	الَّذِيْ	نَفْسِيْ	بِيَدِهٖ	لَا
علیہ	و	سلم	قسم	اس ذات کی	میری جان	اس کے ہاتھ	نہیں

اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کوئی اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا

يُؤْمِنُ	عَبْدٌ	حَتّٰى	يُحِبَّ	لِاَخِيْهِ	مَا	يُحِبُّ	لِنَفْسِهٖ
مومن	بندہ	حتی کہ	وہ پسند کرے	اپنے بھائی کے لیے	جو	وہ پسند کرتا ہے	اپنے لیے

جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی چیز پسند نہ کرے، جو وہ اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ (متفق علیہ)

عربی قواعد

فعل ماضی: قَالَ

فعل مضارع: يُؤْمِنُ يُحِبَّ يُحِبُّ

مرکب اضافی: رَسُوْلُ اللّٰهِ نَفْسِيْ يَدِهٖ اَخِيْهِ
نَفْسِهٖ

حرف جر: عَنْ بِيَدِهٖ میں ب حرف جر ہ ضمیر حَتّٰى
لِاَخِيْهِ میں ل حرف جر اور ہ ضمیر لِنَفْسِهٖ میں ل حرف جر اور ہ ضمیر

تشریح

اس حدیث میں اخوت کے سنہری اصول بیان کیے گئے ہیں تا کہ مسلمانوں کے درمیان حقیقی اخوت معرض وجود میں آ سکے اور مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنا حقیقی بھائی تصور کریں۔

حقیقی مومن بننے کی ناگزیر شرط: اس حدیث مبارکہ میں کسی مومن کے مکمل مومن ہونے کے لیے کڑی شرط بیان کی گئی ہے جس کو پورا کیے بغیر انسان صحیح معنوں میں اچھا مسلمان نہیں بن سکتا۔ انسانی زندگی میں ہوس ایسی بیماری ہے جس نے انسانوں کو بہت خودغرض بنا دیا ہے بقول اقبال ؎

ہوس نے کر دیا ہے ٹکڑے ٹکڑے نوعِ انساں کو
اخوت کا بیاں ہو جا محبت کی زباں ہو جا

خودغرضی اور انسان: انسان بنیادی طور پر خودغرض واقع ہوا ہے اور یہ چیز انسان کے اندر ہوسِ دنیا پیدا کرتی ہے، اللہ تعالیٰ نے اس کی نشاندہی کرتے ہوئے فرمایا: أَلْهٰكُمُ التَّكَاثُرُ ○ حَتّٰى زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ (تکاثر 102:2-1) تمھیں کثرت کی خواہش نے ہلاک کیا حتیٰ کہ تم قبروں تک جا پہنچے۔ اللہ اور اس کے رسولؐ نے خودغرضی کی مذمت کی ہے کیونکہ یہ تمام فسادات کی جڑ ہے۔

اس نے انسان، انسان کے دشمن ہو جاتے ہیں اور انسانوں کی زندگی لوگوں کے لیے عذاب بن جاتی ہے۔ اس لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ مسلمان وہ ہے جو دوسرے مسلمانوں کے مفادات کی حفاظت کرے۔ اس سے خودغرضی پر ضرب کاری لگتی ہے اور انسانی دل میں دوسروں کی مدد کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ خودغرضی کا علاج ایثار اور قربانی ہے۔

ایثار: مسلمانوں میں خودغرضی کے خاتمے کے لیے ایثار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مومنوں کی یہ صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (حشر 59:9) اور وہ دوسروں کو اپنے اوپر ترجیح دیتے ہیں اور چاہے وہ خود زیادہ ضرورت مند ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس اصول کے مطابق اسلامی معاشرے میں ایثار کا جذبہ پیدا کیا۔ جس کے نمونے خود آپؐ کی اپنی زندگی میں جابجا موجود ہیں۔

ایثار اور صحابہ کرامؓ: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس ایثار کش معاشرے میں دوسروں کو ترجیح دینے کے لیے صحابہ کرامؓ کی تربیت فرمائی۔ چنانچہ آپؐ کی تربیت کے نتیجے میں ان لوگوں نے ایثار و قربانی کی ایسی لازوال مثالیں قائم کیں جن کا شہرہ رہتی دنیا تک باقی رہے گا۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

1- ایک صحابیؓ کو کسی نے بھنی ہوئی سری بھیجی۔ صحابی نے خیال کیا کہ میرا فلاں بھائی زیادہ حاجت مند ہے، بہتر ہے اس کو بھیج دی جائے۔ جب سری اس کے پاس پہنچی تو اس نے آگے ایک مسلمان بھائی کو بھیج دی۔ اس طرح یہ سری کئی ہاتھوں میں پھر کر پہلے مسلمان کے پاس آ گئی۔

2- ایک صحابیؓ جنگ یرموک میں میدانِ کارزار میں پانی لے کر اپنے زخمی بھائی کی تلاش میں نکلے اور بھائی تک پہنچے۔ اس میں زندگی کی کچھ رمق باقی تھی۔ اسے پانی پلانے کو ہی تھے کہ دوسرے زخمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ زخمی نے

اپنے بھائی کو اشارہ کیا کہ پہلے دوسرے کراہنے والے کو پلاؤ۔ صحابی اس کے پاس پہنچے اور اس کو پانی پلانے والے تھے کہ تیسرے زخمی آدمی کے کراہنے کی آواز آئی۔ انہوں نے صحابی سے کہا پہلے اس کو پلاؤ، چنانچہ صحابی پانی لے کر تیسرے زخمی کے پاس پہنچے تو وہ فوت ہو چکے تھے، واپس آئے تو دوسرے زخمی بھی فوت ہو چکے تھے۔ جب اپنے بھائی کے پاس آئے تو وہ بھی اللہ کو پیارے ہو چکے تھے۔ اس سے زیادہ ایثار کی اور کیا مثال دی جا سکتی ہے۔

3- حضرت سعیدؓ بن ربیع، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے بھائی قرار پائے ان کی دو بیویاں تھیں۔ انہوں نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا کہ میں ایک کو طلاق دیتا ہوں آپ اس سے نکاح کر لیجیے لیکن انہوں نے انکار کر دیا۔ یہ اخوت اور ایثار کی عظیم مثال ہے۔

4- انصاری مسلمانوں نے مہاجر مسلمانوں کو اپنی زمینوں اور کاروبار میں برابر کا شریک بنا کر اخوت کی لازوال داستانیں رقم کیں۔ اس بات سے اندازہ ہوتا ہے کہ مسلمانوں کے لیے ایثار کرنا کتنا ضروری ہے۔ موجودہ زمانے میں اس کی اہمیت بہت زیادہ ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے مسلمان بھائیوں کے مفادات کا ضرور خیال رکھنا چاہیے۔

یہ حدیث دراصل خودغرضی کی جڑ کاٹ دیتی ہے جو اصل معاشرتی تباہی کا باعث ہے۔ اس لیے مومن کی پہچان کے لیے یہی ایک نشانی ہے کہ مومن جو چیز اپنے لیے پسند کرے وہی دوسرے کے لیے بھی پسند کرے کیونکہ بالعموم وہ اپنے لیے اچھی چیز پسند کرتا ہے جبکہ دوسروں کے لیے بری چیز۔

(20) اخوت کی اهمیت

عَنِ	النُّعمَانِ	بنِ	بَشِيرٍ	قَالَ	قَالَ	رَسُولُ
سے	نعمان	بیٹا	بشیر	کہا	فرمایا	رسول

نعمان بن بشیرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ

اللّٰهِ	صَلَّى	عَلَيْهِ	وَسَلَّمَ	تَرَى	الْمُؤْمِنِينَ	فِي	تَرَاحُمِهِمْ
اللہ	صلی	علیہ	وسلم	تو دیکھے گا	مومنین	میں	باہمی رحمدلی ان کی

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تو مومنوں کو باہم رحم کرنے اور باہم

وَ	تَوَادِّهِمْ	وَ	تَعَاطُفِهِمْ	كَمَثَلِ	الْجَسَدِ	اِذَا	اشْتَكَى
اور	باہمی محبت ان کی	اور	باہمی شفقت ان کی	مانند مثال	جسم	جب	بیمار ہوا

محبت کرنے اور باہم شفقت کرنے میں ایک جسم کی مانند دیکھے گا کہ جب ایک عضو بیمار ہو تو

عُضْوٌ	تَدَاعَى	لَهُ	سَائِرُ	الْجَسَدِ	بِالسَّهَرِ	وَ	الْحُمّٰى
عضو	باہم دعوت دیتا ہے	اس کے لیے	مکمل	جسم	ساتھ بے خوابی	اور	بخار

تمام جسم اس کی خاطر بے خوابی اور بخار میں اس کے ساتھ شریک ہوتا ہے۔ (متفق علیہ)

عربی قواعد

فعل ماضی:	رَضِیَ	قَالَ	صَلَّی	سَلَّمَ
	اِشْتَکَی			
فعل مضارع:	تَرَی	تَدَاعَی		
مرکب اضافی:	اِبْنِ بَشِیْرٍ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	تَرَاحُمِهِمْ	تَوَادِّهِمْ
	تَعَاطُفِهِمْ	مَثَلُ الْجَسَدِ	سَائِرُ الْجَسَدِ	
حرف جر:	فِیْ	کَمَثَلِ میں ك	لَهٗ میں ل: ۂ ضمیر	بِالسَّهَرِ میں بِا
ضمائر:	تَرَاحُمِهِمْ	تَوَادِّهِمْ	تَعَاطُفِهِمْ میں هِمْ	

تشریح

اس حدیث مبارکہ میں اخوت کی اہمیت بیان کی گئی ہے۔اب ہم تفصیلاً اس پر غور کرتے ہیں:

اخوت

لغوی معنی: اخوت کا لفظ "اَخٌ" سے مشتق ہے، جس کے معنی بھائی کے ہیں۔اس طرح اخوت کے معنی بھائی بندی اور بھائی چارے کے ہیں۔

اصطلاحی معنی: اخوت سے مراد تمام روئے زمین کے مسلمانوں کا وہ باہمی تعلق ہے جس کی بنیاد محبت اور خیر خواہی پر استوار ہے۔

اسلامی اخوت: اخوت اسلامی سے مراد امت مسلمہ کے افراد کا باہمی بھائی چارہ ہے۔یہ ایک نظریاتی برادری ہے، جس میں ہر شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پڑھنے کے بعد شامل ہو سکتا ہے۔اس طرح اب وہ ایک نئی برادری کا رکن بن جاتا ہے۔اس میں اس کی غربت و امارت، ذات، خاندان، رنگ و نسل، علاقہ، عالم یا ان پڑھ ہونا اور دیگر مفادات رکاوٹ نہیں بن سکتے۔اس کو اب ارتداد کے علاوہ کوئی چیز اس دائرے سے نہیں نکال سکتی۔

قرآن کی روشنی میں اخوت کی اہمیت درج ذیل ہے:

1-بھائی بھائی ہونا: قرآن کریم میں تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا ہے۔فرمان الٰہی ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (حجرات 10:49) "بے شک مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اخوت کا نظام رائج کر کے امتِ مسلمہ کے لیے بے مثال نمونہ چھوڑا۔آپ ؐ کا اس اُمت پر یہ بہت بڑا احسان ہے۔

2-اخوت ایک نعمتِ خداوندی: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے درمیان اخوت کو ایک بہت بڑی نعمت قرار دیا ہے۔ارشاد باری ہے: فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا (آل عمران 103:3) "پس اللہ تعالیٰ نے تمھارے دلوں کو جوڑ دیا پھر تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے"۔

3-مسلمان کے درمیان صلح کروانا، تقاضائے اخوت: قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر یہ

فرض ٹھہرایا ہے کہ وہ باہمی تنازعات کو جو اخوت کے منافی ہیں صلح کے ذریعے سے ختم کر دیں ورنہ یہ چنگاری امن کو خاکستر کرے گی۔ فَأَصْلِحُوا بَيْنَ أَخَوَيْكُمْ (حجرات 10:49) ''پس اپنے دونوں بھائیوں کے درمیان صلح کروادیا کرو''۔

4-رشتۂ اخوت کی مضبوطی کا حکم: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو رشتۂ اخوت کی مضبوطی کا حکم دیا ہے اور ایک مثال کے ذریعے سے اس کو واضح کرتے ہوئے فرمایا: كَأَنَّهُمْ بُنْيَانٌ مَّرْصُوصٌ (صف 4:61) ''گویا کہ وہ سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح ہیں''۔ اخوت کی مضبوطی مسلمانوں کی مضبوطی کے مترادف ہے۔

5-مسلمان ایک دوسرے کے دوست: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہی مسلمانوں کا دوست قرار دیا ہے۔ ملت اسلامیہ کو کفر کی دوستی سے منع کیا ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ (توبہ 71:9) ''اور مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے ساتھی ہوتے ہیں''۔

6-تفرقہ بازی کی ممانعت: اخوت کے پیش نظر اللہ تعالیٰ نے تفرقہ بازی کی ممانعت کی ہے تا کہ اخوت کا نظام مستحکم رہے: وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا (آل عمران 103:3) ''اور سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھامے رہو اور تفرقہ بازی میں نہ پڑو''۔

7-اخوت کی نشانی: اللہ تعالیٰ نے اخوت کی نشانیاں مقرر کرتے ہوئے فرمایا: أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ (فتح 29:48) ''(اہل ایمان) کافروں کے لیے سخت ہیں اور آپس میں نرم ہیں''۔ اس طرح قرآن مجید کا معیار اخوت یہ ہے کہ مسلمان آپس میں نرم ہوتے ہیں اور کفار کے ساتھ رویہ سخت رکھتے ہیں جبکہ آج کل ہمارا رویہ کفار کے ساتھ نرمی اور مسلمانوں کے ساتھ سختی کا ہے اور یہ اس حکم خداوندی کے خلاف ہے، جس کا پھل ہمیں ذلت ورسوائی کی شکل میں مل رہا ہے۔

8-مسلمان مسلمان کا بھائی: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کا بھائی قرار دیا ہے۔ فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: اَلْمُسْلِمُ أَخُو الْمُسْلِمِ ''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے'' چنانچہ ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کے ساتھ اخوت کے تقاضوں کے مطابق برتاؤ کرنا چاہیے۔

9-امداد باہمی کا اسلامی اصول: مسلمانوں کا یہ شیوہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے بھائی کی مدد کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم''۔ پوچھا گیا: ''مظلوم کی مدد تو ہو سکتی ہے مگر ظالم کی مدد کیسے ہو سکتی ہے؟'' فرمایا: ''وہ اس طرح کہ اسے ظلم سے روک دو، یہی اس کی مدد ہے''۔

10-مسلمان کی مدد و نصرت کا انعام: جو شخص کسی مسلمان کی مدد کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو انعام دیتے ہیں اور خود اس کی مدد پر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ''جب تک کوئی بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے خدا اس کی مدد میں لگا رہتا ہے''۔ اور ظاہر ہے کہ خدا کی مدد مسلمان کے لیے غیر معمولی انعام ہے۔

11-مؤمنوں کی باہمی محبت: مسلمانوں کی آپس میں محبت اسی جذبۂ اخوت کا نتیجہ ہے۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''باہمی شفقت و محبت میں تم اہل ایمان کو ایک جسم کی طرح دیکھو گے۔ اگر ایک عضو میں تکلیف ہو تو سارا جسم خواب وبیداری میں اس کا ساتھ دیتا ہے''۔

12-منافیٔ اخوت چیزوں سے پرہیز: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی چیزوں سے بچنے کا حکم دیا ہے جن سے نظام

اخوت کی نفی ہوتی ہے۔ فرمایا: ''آپس میں کینہ نہ رکھو، حسد نہ کرو، غیبت نہ کرو، خدا کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ''۔ ایک اور حدیث میں فرمایا: ''ایک دوسرے کے ساتھ بدگمانی سے بچو، کیونکہ یہ سب سے جھوٹی بات ہے۔ ایک دوسرے کی ٹوہ میں نہ لگے رہو، ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے برا نہ کہو''۔ یہ چیزیں اخوت کے نظام کے لیے زہر قاتل کی حیثیت رکھتی ہیں۔

(21) جوابدھی کا تصور

عَنْ	عَبْدِاللّٰهِ	بْنِ	عُمَرَ	قَالَ	قَالَ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	أَلاَ
سے	عبداللہ	بیٹے	عمر	انہوں نے کہا	کہا	رسول	اللہ	خبردار

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خبردار

كُلُّكُمْ	رَاعٍ	وَ	كُلُّكُمْ	مَسْئُوْلٌ	عَنْ	رَعِيَّتِهٖ	فَالْأَمِيْرُ
تم میں سے ہر ایک	نگران	اور	تم میں سے	جواب دہ	سے	اسکی رعایا کا	پس حاکم

تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور ہر شخص اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے، پس حاکم

الَّذِیْ	عَلَی	النَّاسِ	رَاعٍ	وَ	هُوَ	مَسْئُوْلٌ	عَنْ
جو	پر	لوگ	نگران	اور	وہ	جواب دہ	سے

اپنی رعایا کا نگران ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ

رَعِيَّتِهٖ	وَ	الرَّجُلُ	رَاعٍ	عَلَی	أَهْلِ	بَيْتِهٖ	وَ	هُوَ
اسکی رعایا	اور	آدمی	نگران	پر	والے	اسکے گھر	اور	وہ

ہے اور مرد اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور وہ اپنی رعایا کے

مَسْئُوْلٌ	عَنْهُمْ	وَ	الْمَرْأَةُ	رَاعِيَةٌ	عَلَی	بَيْتِ	زَوْجِهَا
جواب دہ ہے	سے	اور	عورت	نگران ہے	پر	گھر	اسکے خاوند

بارے میں جواب دہ ہے اور عورت اپنے خاوند کے گھر اور اس کی اولاد کی نگران

وَ	وَلَدِهٖ	وَ	هِيَ	مَسْئُوْلَةٌ	عَنْهُمْ	وَ	عَبْدُ	الرَّجُلِ	رَاعٍ
اور	اس کی اولاد	اور	وہ	جواب دہ ہے	ان سے متعلق	اور	غلام	آدمی	نگران

ہے، وہ ان کے متعلق جواب دہ ہے اور غلام اپنے سردار کے مال

عَلَی	مَالِ	سَيِّدِهٖ	وَ	هُوَ	مَسْئُوْلٌ	عَنْهُ	أَلاَ
پر	مال	اس کے سردار	اور	وہ	جواب دہ	اس کے متعلق	خبردار

کا نگران ہے اور وہ اس کے متعلق جواب دہ ہے، خبردار

فَكُلُّكُمْ	رَاعٍ	وَ	كُلُّكُمْ	مَسْئُوْلٌ	عَنْ	رَعِيَّتِهٖ
پس تم میں سے ہر ایک	نگران	اور	تم میں سے ہر ایک	جواب دہ	سے	اس کی رعایا

پس تم میں سے ہر ایک نگران ہے اور تم میں سے ہر ایک اپنی رعایا کے بارے میں جواب دہ ہے۔ (متفق علیہ)

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ قَالَ صَلَّى سَلَّمَ

مرکب اضافی: عَبْدُاللّٰهِ اِبْنِ عُمَرَ كُلُّكُمْ رَعِيَّتِهٖ

اَهْلِ بَيْتِ بَيْتِ زَوْجٍ زَوْجِهَا وَلَدِهٖ

عَبْدُ الرَّجُلِ مَالِ سَيِّدِهٖ سَيِّدِهٖ

حرف جر: عَنْ عَلٰی

ضمائر: هُوَ، هِيَ كُلُّكُمْ میں كُمْ رَعِيَّتِهٖ میں ہٖ عَنْهُمْ عَنْ حرف جر

هُمْ ضمیر زَوْجِهَا میں هَا عَنْهُ عَنْ حرف جر ہٗ ضمیر

تشریح

اسلام کا تصور جواب دھی: اس حدیث میں اسلام کے احساس جواب دہی کی ذمہ داری بیان کی گئی ہے اور اس سلسلے میں اہمیت کے اعتبار سے ان کی ذمہ داری کا تعین کیا گیا تاکہ سب لوگ اپنا فرض نگرانی ادا کرتے رہیں اور امت کی اصلاح ہوتی رہے اور اسلامی معاشرہ اسلامی اصول وضوابط کا پابند رہے۔ اس سلسلے میں درج ذیل اہم ذمہ دار ہیں:

1-مسلمان خلیفہ یا حاکم: حاکم تمام لوگوں کا نگران اور ذمہ دار ہوتا ہے اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''کوئی حاکم جو مسلمانوں کی حکومت کا کوئی منصب سنبھالے پھر اس کی ذمہ داریاں ادا کرنے کے لیے جان نہ لڑائے اور خلوص کے ساتھ کام نہ کرے وہ مسلمانوں کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہوگا'' (مسلم کتاب الامارہ)۔

امت کی اصلاح کا انحصار صالح حکمران پر ھے: امت کی اصلاح کا اصل انحصار صرف اور صرف حاکم پر اور اس کے بعد علما پر ہے۔ ان کے بغیر امت کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''میری امت کے دو قسم کے لوگوں کی جب حالت درست ہوگی تو اُمت کی حالت بھی درست اور بہتر ہوگی اور جب ان کی حالت خراب ہو جائے گی تو امت میں بھی بگاڑ اور خرابی پیدا ہو جائے گی۔ ان سے مراد حکمران اور علما ہیں۔'' (جامع بیان العلم 1/184، مسند احمد 2/137)

حضرت عمرؓ کا قول اس ضمن میں سنہری حروف میں لکھنے کے قابل ہے۔ فرماتے ہیں: ''خدا کی قسم اللہ تعالیٰ حکومت کے ذریعے سے برائیوں کا جو سد باب کرتا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو وہ قرآن کے ذریعے سے کرتا ہے''۔ (مسند احمد 2/134) مسلمان خلفائے راشدین کے احساس ذمہ داری کا یہ حال تھا کہ حضرت ابوبکرؓ جواب دہی سے ڈرتے ہوئے فرماتے: ''کاش میں تنکا ہوتا اور میرا احتساب نہ ہوتا''۔ مرتے وقت وصیت کی کہ میری جائیداد بیچ کر تنخواہ کی رقم بیت المال

میں جمع کرادی جائے شاید کہ فرائض میں کوتاہی ہوگئی ہو۔ حضرت عمرؓ فرماتے تھے: ''دریائے فرات کے کنارے ایک بکری کا بچہ بھی اگر بھوک سے مرجائے تو مجھے ڈر لگتا ہے کہ اللہ مجھ سے باز پرس کرے گا''۔ (کنز العمال: 5/2512)

2- سربراہ خاندان: دوسرے اہم لوگ جو ذمہ دار ہیں وہ سربراہ خاندان ہیں۔ یہ اپنے پورے گھر کے ذمہ دار ہیں۔ سربراہ مملکت کے بعد سب سے اہم ذمہ داری سربراہ خاندان کی ہے۔ اس ضمن میں اسلامی تعلیمات یہ ہیں:

(الف) اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچانا: اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچانا ہماری سب سے بڑی ذمہ داری ہے۔ اس سلسلے میں ارشاد ربانی ہے: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْٓا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا (تحریم 6:66)۔ اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو آگ سے بچاؤ۔

(ب) بچوں کی اسلامی تعلیم و تربیت: اس ضمن میں بچوں کو کلمۂ شہادت سکھانا چاہیے کیونکہ اسی پر اسلام کا انحصار ہے، اس کے علاوہ انہیں نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ بچہ جب سات سال کی عمر کو پہنچے تو اسے نماز کی ترغیب دو۔ دس برس کی عمر تک پہنچنے پر سختی سے انہیں نماز پڑھاؤ۔ (سنن ابی داؤد، سنن ترمذی)۔ اسی طرح ان کو روزہ رکھنے کا حکم دیا جائے کہ وہ اسلامی عبادات کے عادی بن جائیں۔ اس کے بعد انہیں اسلامی آداب سکھائے جائیں مثلاً: کھانے پینے کے آداب، مجلس کے آداب، سونے کے آداب وغیرہ۔ اس سلسلے میں حدیث نبویؐ ہے: ''کسی باپ نے اپنی اولاد کو کوئی عطیہ اور تحفہ حُسنِ ادب اور اچھی سیرت سے بہتر نہیں دیا''۔ (سنن ترمذی)۔ اس کے علاوہ موجودہ دور میں گھر کے ماحول کو اسلامی بنایا جائے تو خود بخود بچوں کی اسلامی تربیت ہو جاتی ہے پھر ہر وقت ان کے کردار کی حفاظت کی جائے۔ عورت کے حقوق کا خیال رکھا جائے اور اسے بھی اسلامی تعلیمات کا پابند بنایا جائے۔ مثلاً نماز، روزہ اور پردہ وغیرہ بہت اہم ہیں۔ ورنہ معاشرتی ماحول ان کو اخلاقی اعتبار سے تباہ کردے گا۔

3- عورت کی بطور خاتون خانہ ذمہ داری: عورت گھر کے ماحول کو اسلامی بنانے میں سب سے اہم کردار ادا کرسکتی ہے۔ بچوں کی تربیت اس سے وابستہ ہوتی ہے۔ بڑے بڑے لوگ اچھی ماؤں کی آغوش کے مرہونِ منت ہیں۔ صرف مرد ہی ذمہ دار نہیں بلکہ اسلام نے عورت کو عملاً گھر کی ملکہ بنا کر گھر کی ذمہ داری اس پر ڈال دی ہے۔ بچوں کو نماز، روزہ سکھانا اور ان کی اسلامی تربیت کرنا اس کی اہم ذمہ داری ہے۔ خاص طور پر بچیوں کو اسلامی تعلیمات پر عمل کا عادی بنانا اور ان کو پردے میں رکھنا اس کی بھاری ذمہ داری ہے۔ آج کل بے حیائی عام ہے۔ بے پردگی اور مخلوط مجالس نے معاشرے کے اسلامی رنگ کو پھیکا کردیا ہے۔ اس ماحول کو حیا سے مزین کرنا ایک مسلمان عورت کا کام ہے۔ وہ جتنی اسلام پر عمل پیرا ہوگی اتنی ہی اس کی اولاد اسلام کی وفادار ہوگی۔ اس ضمن میں عورت مرد سے بھی زیادہ اہمیت رکھتی ہے۔

4- غلام کی مسئولیت: غلام ملازم اپنے مالک کے مال پر عملاً محافظ اور نگران ہوتے ہیں۔ اس میں خیانت کرنا ان کی تباہی کا باعث ہے۔ انکے ذمہ جو کام بھی لگایا جائے وہ ایمانداری کے ساتھ کریں، جہاں مالک ان کے حقوق پر جواب دہ ہے وہاں غلام ملازم کا بھی مالک کی تمام عطا کردہ ذمہ داریوں کے سلسلے میں احتساب کیا جائے گا۔

عامۃ الناس کی ذمہ داری: حدیث کے آخر میں معاشرے کے تمام افراد کو مسئول قرار دیا گیا ہے۔ حدیث میں اگرچہ چند افراد کی ذمہ داری کی نشاندہی کی گئی ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ باقی افراد احتساب سے بچ جائیں گے بلکہ ہر فرد اپنے اپنے دائرۂ کار کا نگران ہے۔ اگر ہم سب مل کر اپنی ذمہ داریاں نہیں نباہیں گے تو معاشرہ زوال کا شکار ہوگا۔

(22) ختم نبوت کی مثال

قَالَ	عَنْهُ	اللّٰهُ	رَضِيَ	اَبِيْ هُرَيْرَةَ	عَنْ
کہا	ان سے	اللہ	راضی ہوا	ابو ہریرہ	سے

حضرت ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ

الْاَنْبِيَاءِ	مَثَلِيْ وَ مَثَلُ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَ سَلَّمَ	رَسُوْلُ اللّٰهِ	قَالَ
انبیاء کی	میری مثال اور مثال	صلی اللہ علیہ وسلم نے	اللہ کے رسول	کہا

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری مثال اور دیگر انبیا کی مثال

مِنْهُ	تُرِكَ	بُنْيَانُهُ	اُحْسِنَ	قَصْرٍ	كَمَثَلِ
اس سے	چھوڑ دی گئی ہو	اس کی تعمیر	خوبصورت	محل	جیسے کہ مثال

ایک محل کی سی ہے جس کی خوبصورت تعمیر کی گئی ہو لیکن اس سے چھوڑ دی گئی

بُنْيَانِهٖ	مِنْ حُسْنِ	يَتَعَجَّبُوْنَ	النُّظَّارُ	بِهٖ	فَطَافَ	لَبِنَةٍ	مَوْضِعُ
اس کی تعمیر کی	خوبصورتی سے	وہ حیران ہو	دیکھنے والا	اس کے ساتھ	پس چکر لگائے	اینٹ	جیسے جگہ

اس میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی گئی ہو پس دیکھنے والے اس کے گرد چکر لگاتے ہیں۔ وہ اس کی خوبصورت تعمیر پر

سَدَدْتُّ	اَنَا	فَكُنْتُ	اللَّبِنَةِ	تِلْكَ	مَوْضِعَ	اِلَّا
بند کیا	میں	پس وہ میں ہوں	اینٹ	یہ	جگہ	مگر

حیران ہوتے ہیں مگر اس اینٹ کی جگہ کے۔ پس وہ میں ہوں جس نے اینٹ کی جگہ کو پر کیا۔

الرُّسُلُ	بِيَ	وَخُتِمَ	الْبُنْيَانُ	بِيَ	خُتِمَ
رسالت	میرے ساتھ	اور ختم کی گئی	عمارت	میرے ساتھ	مکمل کی گئی

میرے ساتھ عمارت مکمل کی گئی اور میرے ساتھ رسالت ختم کی گئی۔

النَّبِيّٖنَ	خَاتَمُ	وَ اَنَا	اللَّبِنَةُ	فَاَنَا	وَفِيْ رِوَايَةٍ
نبیوں کا	خاتمہ کرنے والا ہوں	اور میں	اینٹ	پس وہ میں ہوں	اور ایک دوسری روایت میں

اور ایک دوسری روایت میں ہے کہ میں وہی اینٹ ہوں اور میں خاتم النبیین ہوں۔ (بخاری)

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِیَ قَالَ صَلَّی سَلَّمَ
أُحْسِنَ تُرِكَ كُنْتُ سَدَدْتُّ
خُتِمَ

فعل مضارع: يَتَعَجَّبُوْنَ

مرکب اضافی: أَبِیْ هُرَيْرَةَ رَسُوْلُ اللّٰهِ مَثَلُ الْأَنْبِيَاءِ مَثَلِ قَصْرٍ
بُنْيَانَهٗ مَوْضِعُ لَبِنَةٍ حُسْنِ بُنْيَانِهٖ مَوْضِعِ تِلْكَ
مَوْضِعِ لَبِنَةٍ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ

حرف جر: عَنْ عَنْهُ میں عَنْ حرف جر ہٗ ضمیر كَمَثَلِ میں كَ حرف جر
مِنْهُ مِنْ حرف جر ہٗ ضمیر بِهٖ میں بِ حرف جر اور ہٖ ضمیر
اور
فِیْ

ضمائر: بُنْيَانُهٗ میں ہٗ بِیَ میں یِ ضمیر

تشریح

اس حدیث مبارکہ میں ختم نبوت کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی مثال یہ دی ہے کہ سلسلۂ انبیاء کی خوبصورت عمارت میں ایک اینٹ کی جگہ خالی تھی جس پر لوگ تعجب کرتے تھے کہ یہ نقص کیوں باقی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی وہ آخری اینٹ تھے جنہوں نے اس عمارت کو مکمل کر دیا اور سلسلۂ نبوت و رسالت کا خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ آپؐ نے فرمایا میں خاتم النبیین ہوں۔ اب ہم دلائل سے ختم نبوت ثابت کرتے ہیں۔ خَتَمَ کے معنی مہر لگانے، برتن کا بند کر دینا، کسی کام سے فارغ ہونا، خاتمہ کرنا کے ہیں گویا ختم نبوت کے معنی سلسلۂ نبوت کے خاتمہ اور اختتام کے ہیں۔

دلائل ختم نبوت

ختم نبوت کے دلائل درج ذیل ہیں:

1- **نصِ قرآنی ختم نبوت پر دلیل:**- اللہ تعالیٰ نے خود آپؐ کو آخری نبی قرار دیا ہے۔ اس بارے میں ارشاد ربانی ہے: مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (احزاب 40:33)
حضرت محمدؐ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں، لیکن اللہ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔

2- **اکمال دین:**- اللہ تعالیٰ نے آپؐ دین اسلام کو مکمل کر دیا اور فرمایا: اَلْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (مائدہ 3:5) آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارے دین کو مکمل کر دیا۔ اور دین کے مکمل ہونے کے بعد اب نئے نبی کی ضرورت نہیں رہتی۔

3- **ارشاداتِ نبویؐ**:- حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے کئی ارشادات میں ختم نبوت کو واضح کیا ہے جن میں سے چند ایک مندرجہ ذیل ہیں:

1- نبیؐ نے فرمایا: بنی اسرائیل میں جب ایک نبی وفات پا جاتا تو دوسرا نبی اس کا جانشین ہوتا مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری)

2- اب رسالت و نبوت منقطع ہو چکی ہے لہٰذا میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ کوئی نبی۔

3- میں عاقب ہوں اور عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہیں۔ (بخاری)

4- میری اور مجھ سے پہلے گزرے ہوئے انبیا کی مثال ایسی ہے جیسے ایک شخص نے خوبصورت عمارت بنائی مگر ایک کونے میں ایک اینٹ کی جگہ خالی چھوڑ دی اور وہ اینٹ میں ہوں۔ (بخاری)

4- **اجماعِ صحابہؓ**:- تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ اسی لیے صحابہ کرامؓ نے حضرت ابو بکرؓ کی سرکردگی میں جھوٹے انبیاء کے خلاف جہاد کیا۔

5- **تمام علماءِ امت کا اجماع**:- امت کے تمام علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ آپ کی ختم نبوت کا انکار کفر ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں: ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالاجماع کفر ہے۔ (شرح فقہ اکبر، ص202)

علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں: اللہ تعالیٰ اس بات کو جانتا ہے کہ آنحضرتؐ کے بعد کوئی نبی نہیں اور عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو آپؐ کی شریعت کے مطابق عمل کریں گے۔ (تفسیر جلالین، ص768)

علامہ آلوسی لکھتے ہیں: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم النبیین ہونا ایک ایسی بات ہے جسے کتاب اللہ نے صاف صاف بیان کیا ہے۔ سنت نے واضح طور پر اس کی وضاحت کی ہے اور امت نے اس پر اجماع کیا۔ لہٰذا اس کے خلاف جو دعویٰ کرے گا اسے کافر قرار دیا جائے گا۔ (روح المعانی، ج2 ص39)

مولانا مودودیؒ ختم نبوت کی اہمیت بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: نئی نبوت امت کے لیے رحمت نہیں بلکہ لعنت ہے۔ ان حقائق کو اگر کوئی شخص نگاہ میں رکھے تو اس پر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی کہ ختم نبوت امت مسلمہ کے لیے اللہ کی بہت بڑی رحمت ہے جس کی بدولت ہی اس امت کا ایک دائمی اور عالمگیر برادری بننا ممکن ہوا ہے۔ اس نے مسلمانوں کو ہر بنیادی اختلاف سے محفوظ کر دیا ہے جو ان کے اندر مستقل تفریق کا موجب ہو سکتا ہے۔ آدمی سوچے تو اس کی عقل خود یہ کہہ دے گی کہ جب تمام دنیا کے لیے ایک نبی بھیج دیا جائے اور جب اس نبی کے ذریعہ سے دین کی تکمیل بھی کر دی جائے اور جب اس نبی کی تعلیم کو پوری طرح محفوظ کر دیا جائے تو نبوت کا دروازہ بند ہو جانا چاہیے تاکہ اس آخری نبی کی پیروی پر جمع ہو کر تمام دنیا میں ہمیشہ کے لیے اہل ایمان ایک ہی امت بن سکیں اور بلا ضرورت نئے نئے نبیوں کی آمد سے اس امت میں تفرقہ نہ برپا ہوتا رہے، لہٰذا جو کچھ قرآن سے ثابت ہے اور جو کچھ سنت اور اجماع سے ثابت ہے، عقل بھی اسی کو صحیح تسلیم کرتی ہے، اس کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اب نبوت کا دروازہ بند ہی رہنا چاہیے۔ (تفہیم القرآن 4:154-153)

(23) چند اہم صحابہ کرامؓ کی فضیلت

عَنْ أَنَسٍ	عَنِ النَّبِيِّ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ	قَالَ	أَرْحَمُ	أُمَّتِي	بِأُمَّتِي	أَبُوْبَكْرٍ
انسؓ سے	نبیؐ سے	صلی اللہ علیہ وسلم	فرمایا	زیادہ رحم کرنے والا	میری امت سے	میری امت کے ساتھ	ابوبکر

حضرت انسؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ میری امت میں میری امت کے ساتھ سب سے زیادہ رحم

وَأَشَدُّ	هُمْ	فِي	أَمْرِ	اللّٰهِ	عُمَرُ
اور زیادہ سخت	ان میں	میں	حکم میں	اللہ کے	عمر

کرنے والا ابوبکرؓ ہے، اور ان میں اللہ کے احکام میں سب سے زیادہ سخت عمرؓ ہے۔

وَأَصْدَقُ	هُمْ	حَيَاءً	عُثْمَانُ	وَأَقْضَاهُمْ	عَلِيٌّ
اور بہت سچا	ان میں	حیا	عثمانؓ	اور ان میں بڑا قاضی	علیؓ

اور ان میں بہت سچا، حیا میں سب سے زیادہ عثمانؓ ہے اور سب سے بڑا قاضی علیؓ ہے۔

وَأَفْرَضُ	هُمْ	زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ	وَأَقْرَءُ هُمْ	أُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ
اور سب سے بڑا وراثت کا عالم	ان میں	زید بن ثابت	اور ان میں سب سے بڑا قاری	ابی بن کعب

اور ان میں وراثت کا سب سے بڑا عالم زیدؓ بن ثابت ہے اور ان میں سب سے بڑا قاری ابیؓ بن کعب ہے

وَأَعْلَمُهُمْ	بِالْحَلَالِ	وَالْحَرَامِ	مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ	وَلِكُلِّ	أُمَّةٍ	أَمِينٌ
اور ان میں زیادہ علم والا	حلال	اور حرام کا	معاذ بن جبل	اور ہر کے لیے	امت	امانت دار

اور ان میں حرام وحلال کا سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذؓ بن جبل ہے اور ہر امت کے لیے ایک امین ہوتا ہے

وَ	أَمِينُ	هٰذِهِ	الْأُمَّةِ	أَبُوْ	عُبَيْدَةَ	بْنِ	الْجَرَّاحِ
اور	امین	اس	امت	ابو	عبیدہ	بن	جراح

اور اس امت کا امین ابوعبیدہؓ بن الجراح ہے۔ (مسند احمد وجامع ترمذی)

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ — قَالَ — صَلَّى — سَلَّمَ

مرکب اضافی: أَرْحَمُ أُمَّتِي — أَشَدُّهُمْ — أَمْرِ اللّٰهِ — أَصْدَقُهُمْ

أَقْضَاهُمْ — أَفْرَضُهُمْ — اِبْنِ ثَابِتٍ — أَقْرَأُهُمْ

	اِبْنِ کَعْبٍ	اَعْلَمُهُمْ	اِبْنِ جَبَلٍ	کُلِّ اُمَّةٍ
	أَمِينُ هٰذِهٖ	اَبُوعُبَيْدَةَ	اِبْنُ الْجَرَّاحِ	حَيَاءُ عُثْمَانُ
حرف جر:	عَنْ	عَنْهُ میں عَنْ	حرف جر ہ ضمیر	فِي
	لِکُلِّ میں ل	بِالْحَلَالِ میں با		
ضمائر:	اَعْلَمُهُمْ میں هُمْ	اُمَّتِيْ میں ی	اَصْدَقُهُمْ میں هُمْ	
	اَفْرَضُهُمْ میں هُمْ	هٰذِهٖ میں ہٖ		

تشریح

فضیلت صحابہؓ:- اس حدیث مبارکہ میں چند مشہور صحابہ کرامؓ کی فضیلت انفرادی طور پر بیان کی گئی ہے جس سے ان کی صلاحیتوں اور سیرت میں مضبوطی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ذیل میں ان صحابہ کی فضیلت وضاحت سے بیان کی جاتی ہے۔

1- **حضرت ابوبکرؓ**:- حضرت ابوبکرؓ کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ امت میں سب سے زیادہ رحم دل ہیں۔ اس کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ انھوں نے اپنی دولت کا بڑا حصہ غلام مسلمانوں کو ظلم سے بچانے کے لیے ان کی آزادی پر خرچ کر دیا۔ ان غلاموں میں حضرت بلالؓ، عامر بن فہیرہؓ، بریرہؓ، جاریہؓ، نہدیہؓ اور بنت نہدیہؓ شامل ہیں۔ ان کو زندگی میں ہی جنت کی بشارت دی گئی تھی اور مسلمانوں میں نبی کریمؐ کے بعد سب سے بڑا مقام ان کا ہی ہے۔

اطراف مدینہ میں ایک نابینا عورت رہتی تھی، حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوتے ہوئے صبح صبح اس کی خدمت اور گھریلو کام کاج کیا کرتے تھے۔

2- **حضرت عمرؓ**:- اس حدیث میں حضرت عمرؓ کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ وہ دین کے معاملے میں بہت سخت تھے۔ ان کی محبت اور نفرت اللہ کے لیے تھی۔ خود فرمایا: واللہ! میرا دل خدا کے بارے میں نرم ہوتا ہے تو جھاگ سے بھی زیادہ نرم ہو جاتا ہے اور سخت ہوتا ہے تو پتھر سے بھی زیادہ سخت ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے فتح مکہ پر حملہ کی اطلاع مکہ میں اپنے اہل وعیال کی حفاظت کے خیال سے کچھ مکی کافر دوستوں کو کر دی تو حضرت عمرؓ کو معلوم ہوا تو غصے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ اجازت دیجیے کہ اس کو قتل کر دوں۔ ان کو بھی زندگی میں جنت کی بشارت دی گئی تھی اور اسلام میں ان کا مقام حضرت ابوبکرؓ کے بعد سب سے بلند ہے۔

3- **حضرت عثمانؓ**:- حضرت عثمانؓ کی فضیلت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ سچے باحیا شخص تھے۔ اس معاملے میں ان کا کوئی ثانی نہیں تھا۔ ان کی حیا کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک جگہ بے تکلفی سے تشریف فرما تھے کہ ٹانگوں مبارک کا کچھ حصہ کھلا ہوا تھا اور آپؐ کے پاس صحابہ کا مجمع تھا، اسی حالت میں آپؐ کو حضرت عثمانؓ کے آنے کی اطلاع ملی۔ آپؐ نے ٹانگوں کا کپڑا درست کر لیا تو صحابہؓ نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا: عثمان کی حیا سے فرشتے بھی شرماتے ہیں۔ ان کو بھی زندگی میں جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ اسلام میں ان کا مقام تیسرا ہے۔

4- **حضرت علیؓ**:- چوتھی فضیلت حضرت علیؓ کی یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ سب سے بڑے قاضی ہیں۔ اس معاملے میں واقعی وہ سب پر سبقت رکھتے تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اَقْضَانَا عَلِیٌّ، ہمارے قاضی علیؓ ہیں، حضرت عبداللہؓ بن مسعود فرماتے ہیں۔ مدینہ میں سب سے زیادہ فیصلہ کرنے والے علیؓ ہیں۔ حضرت عمرؓ مشکل معاملات میں ان

سے مشورہ کرتے تھے اور فرماتے تھے اگر علیؓ نہ ہوتے تو عمرؓ ہلاک ہو جاتا۔ ان کو بھی زندگی میں جنت کی بشارت دی گئی ہے اسلام میں ان کا مقام چوتھا ہے۔

5- **حضرت زیدؓ بن ثابت**:- حضرت زیدؓ بن ثابت کی یہ فضیلت بیان ہوئی ہے کہ وہ علم فرائض کے سب سے بڑے عالم تھے۔ فرائض عربی میں وراثت کے علم کو کہتے ہیں۔ یہ مشکل علم ہے۔ حضرت زیدؓ اس کے ماہر تھے۔ اس لیے آپؓ اہل مدینہ میں صاحب فتویٰ تھے۔ حضرت زیدؓ کو زندگی ہی میں جنت کی بشارت دے دی گئی تھی۔

6- **حضرت ابیؓ بن کعب**:- حضرت ابیؓ بن کعب کی فضیلت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ سب سے بڑے قاری تھے۔ وہ کاتب وحی بھی تھے۔ حضرت ابیؓ کی فضیلت قرأت ایک اور حدیث میں یوں بیان ہوئی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابیؓ بن کعب سے کہا مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں تم کو قرآن سناؤں۔ حضرت ابیؓ نے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ سے میرا نام لیا ہے؟ آپؐ نے فرمایا ہاں تیرا نام لیا ہے۔ (مسلم) یہ کاتب وحی بھی تھے اور علوم القرآن کے ماہر تھے۔

7- **حضرت معاذؓ بن جبل**:- ان کی یہ فضیلت بیان کی گئی ہے کہ وہ حلال وحرام کے سب سے بڑے عالم ہیں۔ واقعی حضرت معاذؓ اس علم کے ماہر تھے۔ امام ابن عبدالبر ان کے بارے میں لکھتے ہیں: **الامام المقدم فی علم الحلال والحرام** (وہ حلال وحرام کے علم میں سب سے بڑے امام ہیں)۔ نبی کریمؐ نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا تھا۔

8- **حضرت ابوعبیدۃؓ بن الجراح**:- اس حدیث کے آخر میں حضرت ابوعبیدۃؓ بن الجراح کی فضیلت امانت بیان ہوئی ہے۔ ان کی یہ فضیلت ایک اور حدیث میں بھی بیان ہوئی ہے۔ نجران کے کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! ہمارے پاس ایک امانت دار شخص کو بھیجئے۔ آپؐ نے فرمایا میں تمہارے پاس ایک امانت دار شخص کو بھیجتا ہوں۔ بے شک وہ امانت دار ہے۔ بے شک وہ امانت دار ہے۔ راوی نے کہا لوگ منتظر رہے کہ کس کو بھیجتے ہیں۔ آپؐ نے ابوعبیدۃؓ بن الجراح کو بھیجا۔ (مسلم) اس کے بعد ان کو ''امین الامت'' کہا جاتا تھا یہ حضرت عمرؓ کے زمانے میں اسلامی فوج کے سپہ سالار بھی رہے۔ اس کے علاوہ ان کو جنت کی بشارت بھی زندگی ہی میں مل گئی تھی۔

(24) سیدنا حسنؓ کی فضیلت

عَنْ	أَبِي	بَكْرَةَ	رَضِيَ	اللّٰهُ	عَنْهُ	قَالَ
سے	ابو	بکرہ	راضی ہوا	اللہ	ان سے	کہا

حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے وہ کہتے ہیں کہ

رَأَيْتُ	رَسُوْلَ	اللّٰهِ	صَلَّى	اللّٰهُ	عَلَيْهِ	وَ	سَلَّمَ
میں نے دیکھا	رسول	اللہ	درود بھیجا	اللہ	اس پر	اور	سلام

میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا

عَلَى	الْمِنْبَرِ	وَالْحَسَنُ بْنِ عَلِيٍّ	إِلَى	جَنْبِهِ
پر	منبر	اور حسن بن علی	طرف	اس کا پہلو

منبر پر اور حسنؓ بن علیؓ آپؐ کے پہلو میں تھے

وَهُوَ	يُقْبَلُ	عَلَى	النَّاسِ	مَرَّةً	وَعَلَيْهِ	أُخْرٰى	وَ	يَقُوْلُ
اور وہ	نظر ڈالتے تھے	پر	لوگوں	ایک بار	اور اس پر	دوسری بار	اور	وہ کہتا ہے

آپ ﷺ کبھی لوگوں پر نظر ڈالتے تھے اور کبھی حسنؓ پر

اِنَّ	ابْنِي	هٰذَا	سَيِّدٌ	وَلَعَلَّ	اللّٰهُ	اَنْ
بے شک	میرا بیٹا	یہ	سردار	اور شاید	اللہ	کہ

اور فرمایا: بے شک میرا یہ بیٹا سردار ہے اور مجھے امید ہے کہ

يُّصْلِحَ	بِهٖ	بَيْنَ	فِئَتَيْنِ	عَظِيْمَتَيْنِ	مِنَ	الْمُسْلِمِيْنَ
وہ صلح کرائے	اس کے ساتھ	درمیان	دو گروہ	بڑے	سے	مسلمانوں

اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے دو بڑے گروہوں میں صلح کروائے گا (بخاری)

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ قَالَ رَأَيْتُ صَلَّى
سَلَّمَ

فعل مضارع: يُقْبِلُ يَقُوْلُ يُصْلِحُ

مرکب اضافی: أَبِي بَكْرَةَ رَسُوْلَ اللّٰهِ اِبْنِي

مرکب توصیفی: فِئَتَيْنِ عَظِيْمَتَيْنِ

حرف جر: عَنْ عَنْهُ میں عَنْ حرف جر ہٗ ضمیر عَلَى
اِلٰى عَلَيْهِ میں عَلَى حرف جر ہِ ضمیر

ضمائر: هُوَ هٰذَا بِهٖ میں بِ حرف جر ہٖ ضمیر
جَنْبِهٖ میں ہٖ ضمیر

تشریح

تعارف امام حسنؓ: اس حدیث میں حضرت امام حسنؓ کی فضیلت بیان ہوئی ہے۔ حضرت حسنؓ 3ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد حضرت علیؓ اور والدہ حضرت سیدۃ النساء فاطمہؓ تھیں۔ نبی کریم آپ کے نانا تھے۔ اس لیے آپ کا بچپن نبی کریم کی گود اور تربیت میں گزرا۔ نبی کریم آپ سے بہت پیار کرتے تھے۔ وہ حضرت علیؓ کے بعد 40ھ میں خلیفہ بنے اور چھ ماہ تک رہے۔ پھر وہ امت میں فساد کے ڈر سے حضرت معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ بیوی کے زہر دینے سے 51ھ میں وفات پائی۔

اس حدیث میں حضرت حسنؓ کی پہلی فضیلت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ نبی کریمؐ کے ساتھ منبر پر ساتھ بیٹھے تھے یہ غیر معمولی مقام ہے جو شاید کسی اور کو نصیب ہوا ہو۔ اس سے ان کی نبی کریم ﷺ کے ساتھ قربت اور محبت کا اندازہ بخوبی کیا جاسکتا ہے اور ان کے علاوہ نبیؐ کے ساتھ منبر پر بیٹھنا ان کے بلند مقام کا آئینہ دار بھی ہے۔ اس کے علاوہ دوسری فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ امت کے نوجوانوں کے سردار ہیں۔ نبی کریم کا حضرت حسنؓ کو سردار قرار دینا ان کے بلند مرتبہ کو ظاہر کرتا ہے اور بعد میں یہ باتیں سچ ثابت ہوئیں اور تیسری فضیلت یہ بیان ہوئی ہے کہ وہ امت کے دو گروہوں میں صلح کروائیں گے اور یہ میرا یہ بیٹا سردار ہے۔ حضرت علیؓ کے بعد حضرت حسنؓ خلیفہ بنے تو حالات بہت کشیدہ تھے۔ حضرت معاویہؓ سے حضرت علیؓ کے زمانے سے ایک کشمکش جاری تھی۔ اور حضرت معاویہؓ ہر صورت میں تمام اسلامی سلطنت کے بادشاہ بننا چاہتے تھے۔ اس معاملے میں ان کی حضرت علیؓ سے مخاصمت شروع ہوئی اور حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کے درمیان جنگ صفین میں ہزاروں مسلمان شہید ہو چکے تھے۔ حضرت حسنؓ کے پاس ہزاروں لڑنے والے بہادر موجود تھے لیکن انہوں نے ان کی ناراضی مول لیتے ہوئے حضرت معاویہؓ سے صلح کرلی یوں انہوں نے اپنی حکومت کی قربانی دے کر اس امت کے دو گروہوں کو لڑائی سے بچالیا۔ یہ بہت بڑی قربانی ہے ورنہ اقتدار لوگوں کو اتنا عزیز ہوتا ہے کہ وہ کسی صورت اس کو چھوڑنے پر آمادہ نہیں ہوتے۔ یوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی پوری ہوئی کہ میرا یہ بیٹا امت کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

فضیلت حسنؓ:- اس حدیث کے علاوہ حضرت حسنؓ کی فضیلت کئی دیگر احادیث میں بھی بیان ہوئی ہے:

1- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کے بارے میں فرمایا: یا اللہ میں اس سے محبت رکھتا ہوں تو بھی اس سے محبت رکھ اور اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھتا ہے۔ (مسلم)

2- سلمہ بن الاکوع فرماتے ہیں میں نے اس سفید خچر کو کھینچا جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ سوار تھے یہاں تک کہ ان کو حجرہ نبویؐ تک لے گیا۔ ایک صاحبزادے آپؐ کے آگے تھے ایک پیچھے۔ (مسلم)

3- حضرت انسؓ فرماتے ہیں حضرت حسنؓ بن علی سے بڑھ کر کوئی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ نہ تھا۔ (بخاری)

4- رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حسنؓ و حسینؓ کے متعلق فرمایا: هُمَا رَيْحَانَتَيَّ فِي الدُّنْيَا (بخاری)، یہ دونوں میری دنیا کے دو پھول ہیں۔ سیدنا حسنؓ اور سیدنا حسینؓ نبی کریم کے لیے اولاد کی طرح تھے۔ اس لیے وہ آپؐ کے ساتھ منبر پر بیٹھ جاتے تھے۔ اس سے نبی کریمؐ کی ان کے ساتھ محبت کا اندازہ ہوتا ہے۔

5- نبی کریمؐ آپؓ پر بہت شفقت کرتے تھے مثلاً آپؐ خطبہ دے رہے تھے کہ حضرت حسنؓ، حسینؓ آئے جو ابھی بچے تھے۔ آپؐ نے منبر سے اتر کر ان دونوں کو ساتھ بٹھالیا۔ اس کے علاوہ آپ نماز ادا کرتے تو حضرت حسنؓ آپؐ کی کمر مبارک پر سوار ہو جاتے تھے تو آپؐ کبھی برا نہیں مناتے تھے۔ آپؐ حضرت حسنؓ کو کندھوں پر اٹھا لیتے تھے اور وہ آپؐ کے سینہ مبارک پر بیٹھ جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ تمام مسلمان ان کی قدر کرتے تھے حتیٰ کہ حضرت ابوبکرؓ خلیفہ ہوئے تو حضرت حسنؓ کھیل رہے تھے، حضرت ابوبکرؓ نے ان کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا اور فرمایا: حسنؓ اپنے نانا سے مشابہت رکھتے ہیں باپ علیؓ سے نہیں۔ اس پر حضرت علیؓ ہنس دیئے۔

(25) سب سے افضل زمانے

وَعَنْ	عِمْرَانَ بْنِ حُصَيْنٍ	رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	قَالَ	قَالَ	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اور سے	عمران بن حصین	رضی اللہ عنہ	کہا	کہا	رسول	اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم

اور حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خَيْرُ	أُمَّتِي	قَرْنِي	ثُمَّ	الَّذِيْنَ	يَلُوْنَهُمْ
سب سے بہتر	میری امت	میرا زمانہ	پھر	وہ	ان سے ملے ہوئے ہیں

میری امت میں سب سے بہتر زمانہ میرا ہے پھر اس کے بعد کا زمانہ ہے۔

ثُمَّ	الَّذِيْنَ	يَلُوْنَهُمْ	بخاري و مسلم
پھر	وہ لوگ	ان سے ملے ہوئے ہیں	بخاری ومسلم

پھر اس کے بعد کا زمانہ (متفق علیہ)

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ قَالَ صَلَّى سَلَّمَ

فعل مضارع: يَلُوْنَهُمْ يَلُوْنَ فعل مضارع هُمْ ضمير

مرکب اضافی: اِبْنِ حُصَيْنٍ رَسُوْلُ اللّٰهِ خَيْرُ أُمَّتِي قَرْنِي

حرف جر: عَنْ عَنْهُ میں عَنْ حرف جر ہٗ ضمیر عَلَيْهِ: عَلٰی حرف جر
ہِ ضمیر

ضمائر: أُمَّتِي: ی ضمیر

تشریح

افضل ترین ادوار: اس حدیث مبارکہ میں تین زمانوں کو سب سے افضل قرار دیا گیا ہے۔

1-عہد نبویؐ 2-عہد صحابہؓ 3-عہد تابعینؒ

اب ان زمانوں کی فضیلت تفصیلاً بیان کی جاتی ہے:

1-**رسالتمآبؐ کا عہد ھمایوں:**- مسلمانوں کا سب سے افضل زمانہ عہد نبویؐ ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے۔ ان کی برکت سے زمانے میں نیکی غالب ہوئی اور ایک ایسا درخشاں معاشرہ وجود میں آیا جس کی مثالیں آج تک دی جاتی ہیں۔ اس عہد میں اسلام کا پودا تناور ہوا۔ قرآن اترا اور اس کی تشریح و توضیح اور تفسیر و تعبیر کے لیے علم حدیث معرض وجود میں آیا۔ چنانچہ علم حدیث بعد میں وجود میں آیا جبکہ نفسِ حدیث یعنی الفاظ حدیث نبی مکرمؐ کے عہد باسعادت میں وجود پذیر ہوئے۔ اس کے علاوہ بے شمار برکات نازل ہوئیں۔ دشمنان اسلام کمزور ہوئے۔ صحابہ کرامؓ

اس زمانے میں بکثرت موجود تھے جس سے برکت میں اور اضافہ ہوا۔ الغرض یہ زمانہ ہر لحاظ سے بہتر تھا۔ اسی زمانے میں اسلام کی تکمیل ہوئی اور معجزات نبویؐ معرض وجود میں آئے۔ اور علم وعمل کی سلطنت قائم ہوئی۔ اس لیے آپؐ کی وفات کے ساتھ وہ تمام برکات اٹھ گئیں جو آپؐ کی ذات کی وجہ سے نازل ہوتی تھیں، کوئی عہد بعد میں آپؐ کے زمانے کا مقابل نہ بن سکا اور نہ رہتی دنیا تک بن سکے گا۔

2-صحابہ کرامؓ کا دور زرّیں: - نبی کریمؐ کے عہد کے بعد سب سے بابرکت زمانہ صحابہؓ کا تھا۔ جس میں صحابہؓ جیسی ہستیاں موجود تھیں جن کی تربیت خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کی تھی۔ صحابہؓ کی فضیلت قرآن وحدیث میں بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (التوبہ 100:9) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔ خلفائے راشدین، عشرہ مبشرہ، اصحاب بدر، اصحاب احد، اصحاب خندق، اصحابؓ حدیبیہ کو جنت کی بشارت دی گئی۔ یہ سب اسی زمانہ کے متعلق ہیں۔ یہ اسی زمانے کی فضیلت اور امتیاز ہے۔ اس لیے عہد نبویؐ کے بعد کوئی زمانہ عہد صحابہ کی مانند نہ ہو سکا اور نہ ہو سکے گا۔ ان کی برکات ان کے ساتھ ہی اٹھ گئیں۔

صحابہ کرامؓ کو گالی دینے کی مذمت: حدیث میں آتا ہے: تم میرے صحابہ کو گالی نہ دو اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کرے، تو ان میں سے کسی ایک کے مد اور نہ ہی آدھے مد (خرچ کرنے کے ثواب) کو پہنچ سکے گا۔ (بخاری ومسلم) ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا کہ لوگوں میں ایک جماعت جہاد کرے گی، وہ کہیں گے کیا تم میں سے کوئی صحابی ہے وہ کہیں گے ہاں۔ ان کے لیے فتح ہوگی۔ (بخاری ومسلم)

صحابہؓ کا ایمان و عمل مسلمان کے لیے معیار اور کسوٹی: یہ ہستیاں ہمارے لیے نمونہ عمل کی حیثیت رکھتی ہیں اور ہر دور کے نیک اور ہر نبی کے ساتھیوں کا ایک مقام ہوتا ہے لیکن رسول کریمؐ کے ساتھیوں کا مقام منفرد اور جداگانہ ہے۔ ان کے ایمان اور خلوص کی گواہی خود قرآن نے دی ہے مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا (فتح 29:48) محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول اور ان کے ساتھی کفار پر سخت اور آپس میں نرم دل ہیں تو ان کو رکوع سجود کرتا اور اللہ کا فضل اور خوشنودی حاصل کرتا ہوا دیکھے گا۔

3- تابعینؒ عظام کا درخشندہ زمانہ: - تابعینؒ صحابہ کرامؓ کے تربیت یافتہ تھے۔ اس لیے ان کے زمانے کو بھی حدیث میں افضل کہا گیا ہے۔ جبکہ ایک تابعیؒ حضرت اویس قرنیؒ کی فضیلت حدیث میں بیان ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بھی صحابہ اور تابعین کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے: وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ (توبہ 100:9) وہ مہاجرین وانصار جو سب سے پہلے اسلام لائے اور وہ جو راستبازی کے ساتھ ان کے پیچھے آئے۔ اللہ ان سے راضی ہوا وہ اللہ سے راضی ہوئے - اللہ نے ان کے لیے ایسے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں اور وہ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ سے مراد تابعین ہیں یہی عظیم الشان کامیابی ہے۔ حدیث مبارکہ میں ہے: رسول اللہؐ نے فرمایا: لوگوں پر ایک زمانہ آئے گا لوگوں سے ایک جماعت جہاد کرے گی۔ وہ کہیں گے کیا تم میں کوئی صحابی رسول ہے؟ وہ کہیں گے ہاں! ان کے لیے فتح ہوگی پھر لوگوں پر ایک زمانہ آئے

گا لوگوں سے ایک جماعت جہاد کرے گی کہا جائے گا کیا تم میں سے کوئی ہے جو اصحاب رسول ﷺ کا صحابی (تابعی) ہے؟ وہ کہیں گے ہاں ان کے لیے فتح ہوگی۔

عصری اعتبار سے ترتیب مدارج و مراتب: مہاجرین وانصار سے مراد صحابہ اور اِتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ یعنی اچھے طریقے سے صحابہ ؓ کی پیروی کرنے والے تابعین ہیں۔تابعین کی یہ بہت بڑی خدمت ہے کہ انھوں نے اسلامی علم وعمل صحابہ سے حاصل کر کے امت تک پہنچایا۔اس لیے امت ان کے احسان سے سبک دوش نہیں ہوسکتی۔یوں فضیلت کا مستحق آخری زمانہ ختم ہوا۔اس دور میں علم حدیث کی بہت خدمت کی گئی اور تابعین نے ہر میدان میں بہت بڑا کردار ادا کیا۔معاشرے میں ان کا احترام کیا جاتا تھا۔انہوں نے علمی، تہذیبی اور جہادی میدان میں بڑی خدمات سرانجام دی ہیں۔تابعینؒ میں حضرت اویسؒ قرنی، حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز، سید التابعین سعیدؒ بن المسیب، امام باقرؒ، حسنؒ بصری، عکرمہؒ، مکحولؒ، امام اوزاعیؒ، امام ابوحنیفہؒ، عامر شعبیؒ، عطاءؒ بن ابی رباح، ابراہیمؒ نخعی، محمدؒ بن سیرین، قتادہؒ، علقمہؒ، سعیدؒ بن جبیر، مجاہدؒ اور محمدؒ بن شہاب زہری مشہور ہیں۔

(26) حقوق انسانی کا چارٹر

عَنْ	جَابِرِبْنِ عَبْدِاللّٰهِ	رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ	قَالَ	خَطَبَنَا	رَسُوْلُ	اللّٰهِ	صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
اور سے	جابر بن عبداللہ	رضی اللہ عنہ	کہا	ہمیں خطبہ دیا	رسول	اللہ	صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے

فِيْ	وَسْطِ	اَيَّامِ	تَشْرِيْقِ	خُطْبَةَ	الْوَدَاعِ	فَقَالَ	يَاَيُّهَا النَّاسُ
میں	درمیان	دنوں	تشریق	خطبہ	الوداعی	پس کہا	اے لوگو

ایام تشریق کے درمیان الوداعی خطبہ دیا۔پس کہا اے لوگو!

اِنَّ	رَبَّكُمْ	وَاحِدٌ	وَاِنَّ	اَبَاكُمْ	وَاحِدٌ	اَلَا	لَافَضْلَ	لِعَرَبِيٍّ
بیشک	تمہارا رب	ایک	اور بیشک	تمہارے بڑے	ایک	خبردار	نہیں برتری	عربی کے لیے

تمہارا رب ایک ہے اور بے شک تمہارے بڑے ایک تھے۔خبردار عربی کو تمہارے

عَلٰى عَجَمِيٍّ	وَلَا	لِعَجَمِيٍّ	عَلٰى	عَرَبِيٍّ	وَلَا	لِاَحْمَرَ	عَلٰى اَسْوَدَ
پر عجمی	اور نہیں	عجمی کے لیے	پر	عربی	اور نہیں	سرخ کے لیے	سیاہ پر

عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر اور سرخ کو سیاہ پر

وَلَا	لِاَسْوَدَ	عَلٰى	اَحْمَرَ	اِلَّا	بِالتَّقْوٰى	اِنَّ	اَكْرَمَكُمْ	عِنْدَاللّٰهِ
اور نہیں	سیاہ کے لیے	پر	سرخ	مگر	تقوی کے ساتھ	بیشک	تم میں زیادہ عزت والا	اللہ کے نزدیک

اور سیاہ کو سرخ پر کوئی برتری نہیں۔بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے

يَارَسُوْلَ اللّٰهِ	بَلٰى	قَالُوْا	بَلَّغْتُ	هَلْ	اَلَا	اَتْقَاكُمْ
اے اللہ کے رسول	ہاں	انہوں نے کہا	میں نے پہنچادیا	کیا	خبردار	تم میں سے زیادہ پرہیزگار

جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہے۔خبردار کیا میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچادیا ہے۔انہوں نے کہا ہاں اے اللہ کے رسولؐ!

اَلْغَائِبَ	اَلشَّاهِدُ	فَلْيُبَلِّغْ	قَالَ
غائب کو	موجود	پس پہنچائے	کہا

تو آپؐ نے فرمایا، پس موجود، غائب تک پہنچادے۔(البیہقی،شعب الایمان)

عربی قواعد

فعل ماضی: رَضِيَ قَالَ خَطَبَ صَلَّى
سَلَّمَ بَلَّغْتُ قَالُوْا

فعل امر: لِيُبَلِّغْ

مرکب اضافی: اِبْنِ عَبْدُاللّٰهِ عَبْدُاللّٰهِ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَسَطِ اَيَّامِ
اَيَّامِ التَّشْرِيْقِ خُطْبَةُ الْوِدَاعِ رَبَّكُمْ اَبَاكُمْ
اَكْرَمَكُمْ عِنْدَاللّٰهِ اَتْقٰكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ

حرف جر: عَنْ عَنْهُ میں عَنْ حرف جر ہٗ ضمیر فِي
عَلٰى لِعَجَمِيٍ ، لِاَحْمَرٍ ، اور لِاَسْوَدٍ میں ل حرف جر
بِالتَّقْوٰى میں با عَلَيْهِ میں عَلٰى ہِ ضمیر لِعَرَبِيٍ میں ل

ضمائر: رَبَّكُمْ ، اَبَاكُمْ ، اَكْرَمَكُمْ اور اَتْقٰكُمْ میں كُمْ

تشریح

اِس حدیث مبارکہ میں آخری خطبہٗ رسولؐ کا ذکر ہے جو آپؐ نے عرفات کے میدان میں ایام تشریق (13،12،11) ذی الحجہ کو دیا۔آپؐ اونٹنی پر سوار تھے،اس کو خطبۃ الوداع بھی کہتے ہیں۔اس میں درج ذیل نکات پر زور دیا گیا:

1-**توحید**:-اس کے پہلے حصے میں توحید پر زور دیا گیا ہے کہ تمہارا خدا ایک ہے۔اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔اس لیے اسی کی عبادت کی جائے۔اسی پر مسلمان کی بخشش کا انحصار ہے کیونکہ اگر توحید میں مسلمان ناکام ہوتا ہے تو پھر اللہ اس کو معاف نہیں کرے گا۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ (نساء4:48) بے شک اللہ اس کو نہیں بخشتا جو اس کے ساتھ شرک کرتا ہے اور اس کے علاوہ جسے وہ چاہتا ہے معاف کردیتا ہے۔

2-**تعصبات کا خاتمہ**:--اس کے علاوہ دوسری چیز جس پر زور دیا گیا ہے وہ مختلف جاہلیتیں ہیں مثلاً عربی اپنے آپ کو عجمیوں سے افضل اور عجمی اپنے آپ کو عربیوں سے افضل یا گورے اپنے آپ کو کالوں سے افضل سمجھتے ہیں یا کالے

اپنے آپ کو گوروں سے افضل سمجھتے ہیں۔ اس طرح لوگوں نے رنگ، نسل اور علاقے کو باعث فضیلت قرار دے رکھا ہے۔ یہ چیزیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بھی موجود تھیں اور آج بھی مسلمانوں میں موجود ہیں۔ اسی لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جاہلیت کی مذمت کرتے ہوئے اس خطبہ میں ارشاد فرمایا: لوگو! اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انسانو! ہم نے تم سب کو ایک ہی مرد اور عورت سے پیدا کیا ہے اور تمہارے گروہ اور قبیلے بنائے تاکہ تم الگ الگ پہچانے جاؤ۔ بے شک تم میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم سب سے زیادہ پرہیزگار ہے اور فرمایا: تمام انسان آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور آدم علیہ السلام مٹی سے بنائے گئے تھے۔ اس لیے قبائل کو صرف تعارف کا ذریعہ قرار دیا گیا اور ان پر فخر نہیں کرنا چاہیے۔ یہ وہ خطرناک فتنہ ہے جس نے امت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر دیا۔ کفار نے مسلمانوں کو قبائل، فرقوں اور علاقائی تعصبات میں مبتلا کر کے تقسیم کر دیا ہے۔ جس کی وجہ سے مسلمانوں کو ناکامی ہوئی۔ جب ترکوں کی حکومت برصغیر کے علاوہ تمام مسلمان علاقوں پر تھی اور مسلمانوں کا دنیا میں عروج تھا حتیٰ کہ مسلمان یورپ کے درمیان پہنچ گئے تھے تو انگریزوں نے عربوں میں تعصب پیدا کر کے انہیں ترکوں سے لڑا دیا اور مختلف مسلم ممالک مثلاً عراق و مصر پر برطانیہ نے اور شام و الجزائر پر فرانس نے قبضہ کر لیا۔ پھر لاکھوں مسلمانوں نے شہادت کے ذریعے آزادی حاصل کی۔ آج بھی عراق میں شیعہ سنی تعصبات سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اور افغانستان میں پختون اور غیر پختون تعصب پیدا کر کے کام چلایا جا رہا ہے۔

3- **تبلیغ دین کے اتمام پر صحابہؓ کی شہادت**:- آخر خطبہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے موجود مسلمانوں کو گواہ بنایا کہ میں نے اللہ کا پیغام آپ تک پہنچا دیا ہے سب نے اس بات کی گواہی دی تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم دیا کہ جو موجود ہیں وہ آنے والے لوگوں تک میرا پیغام پہنچا دیں۔ یہ کام آج کے دور میں ہمارے کرنے کا ہے۔

4-**فضیلت کا معیار، تقویٰ**:- اس حدیث میں فضیلت کا معیار بیان کیا گیا ہے۔ اسلام نے فضیلت کا معیار صرف اور صرف نیکی اور پرہیزگاری کو رکھا ہے۔ اس کے علاوہ فضیلتوں کے تمام معیارات کو رد کر دیا گیا ہے۔ تقویٰ کے علاوہ تمام معیارات فضیلت بے معنی ہیں۔ رنگ، نسل، علاقہ اور زبان کی بنیاد پر فضیلت قائم کرنے کی اسلام نے مذمت کی ہے بلکہ اس کو جہالت قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے معیار فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (عصر 103: 1 تا 3) بے شک انسان خسارے میں ہے مگر وہ جو ایمان لائے اور جنہوں نے اچھے اعمال کیے۔ اس کے علاوہ نبی کریمؐ نے فرمایا: وَمَنْ بَطَّأَ بِهٖ عَمَلُهٗ لَمْ یُسْرِعْ بِهٖ نَسَبُهٗ (مسلم) اور جس کا عمل اسے پیچھے کر دے اس کا نسب اس کو آگے نہیں بڑھا سکتا۔

1) مطالعۂ سیرت النبیؐ کی ضرورت واہمیت

2) نبی کریمؐ کی حکمت انقلاب

3) تزکیۂ نفس، تعمیر سیرت اور تشکیلِ شخصیت کا نبویؐ منہاج اور عملی نمونے

4) اجتماعیت، تشکیل معاشرت اور اسوۂ حسنہ

(1) مطالعۂ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت و اہمیت

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت کا مطالعہ ایک اہم موضوع ہے۔ یہ مسلمانوں کے لیے بالخصوص اور دنیا بھر کے دیگر لوگوں کے لیے بالعموم مفید ہے۔ آپ کا اسوۂ حسنہ سب انسانوں کے لیے ایسی روشنی مہیا کرتا ہے جس کی رہنمائی میں انسانیت سفرِ دنیا و آخرت بخیر و خوبی طے کر سکتی ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی نبی کی سیرت نہ تو محفوظ ہے اور نہ مکمل رہنمائی فراہم کرتی ہے۔ اس لیے آپ کی زندگی کا مطالعہ محض جذباتی مسئلہ نہیں بلکہ انسانیت کی ضرورت ہے۔ اس ضمن میں چند اہم نکات درج ذیل ہیں:

1-واحد اسوۂ کامل: جتنے بھی انبیا دنیا میں تشریف لائے ان میں سے کسی کی مکمل سیرت اس وقت دستیاب نہیں اور جو ناقص روایات دستیاب ہیں وہ بھی مستند نہیں۔ اس لیے یہ غیر مستند اور نامکمل سیرت ہمارے لیے رہنمائی کا سامان مہیا نہیں کرتی مثلاً حضرت ابراہیم، حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ علیہم السلام حکمران نہیں رہے اس لیے اس ضمن میں کوئی رہنمائی ہمیں ان کی سیرت سے نہیں ملتی۔ صرف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مقدسہ ہی واحد سیرت ہے جو دنیا میں محفوظ ہے اور ہر لحاظ سے مکمل بھی۔ اس لیے ارشادِ باری ہے: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب 33:21) بے شک آپ کی زندگی ہی تمہارے لیے مکمل نمونہ ہے"۔

2-تعمیر سیرت و کردار میں مطالعہ سیرت کا حصہ: ہر انسان کے لیے تعمیر سیرت بہت ضروری ہے اور اس کے لیے ہر انسان کو سیرۃ نبوی کا مطالعہ کرنا چاہیے کیونکہ آپ نے اسلامی تعلیمات پر بطور نمونہ عمل کر کے دکھایا۔ آپ کی سیرت پڑھ کر انسان کے کردار سے خرابیاں دور ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ اچھائی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ جتنا اس کا مطالعۂ سیرت بڑھتا جاتا ہے اُتنا ہی اس کے دل و دماغ پر صحبت نبوی کا اثر ہوتا جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کا کردار مضبوط ہوتا چلا جاتا ہے۔ عرب کے جاہلی معاشرے میں قرآن اور سیرۃ نبویؐ نے انقلاب برپا کر دیا تھا۔

3-سیرت مقدسہ کی اثر انگیزی: آپ کی سیرت میں بلا کی اثر انگیزی پائی جاتی ہے۔ بعض اوقات اسلامی تعلیمات کے مطالعے سے دل پر اتنا اثر نہیں ہوتا لیکن آپ کی ذات کا عملی نمونہ انسان کے دل و دماغ کو بدل دیتا ہے اور انسان آپ کی عملی سیرت کی اثر انگیزی سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مثلاً ایک کافر نے آپ کی مہمان نوازی کی وجہ سے اسلام قبول کر لیا۔ بے شمار لوگ آپ کے اخلاق اور امانت و دیانت کی وجہ سے دامنِ اسلام میں داخل ہوئے۔ اس طرح اشاعت اسلام میں سیرت کی اثر انگیزی نے اہم کردار ادا کیا۔

4-پیروی رسولؐ کے لیے: سیرت کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آپ کی اطاعت کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء 4:80) "جس نے رسولؐ کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی"۔ ایک اور جگہ فرمایا: وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَ مَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا (حشر 59:7) "اور رسول جو کچھ تمہیں دیں لے لو اور جس چیز سے منع کریں اس سے رک جاؤ" اس کے علاوہ ایک اور مقام پر فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (احزاب 33:21) "بے شک آپ کی زندگی ہی تمہارے لیے مکمل نمونہ ہے"۔ آپ کی پیروی کے لیے سیرۃ النبیؐ کا مطالعہ بہت ضروری ہے مثلاً نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے

فرمایا: صَلُّوْا كَمَا رَأَيْتُمُوْنِيْ أُصَلِّيْ اس طرح نماز پڑھو جس طرح میں نماز پڑھتا ہوں۔ اس لیے سیرۃ کے مطالعے کے بغیر قرآن پر عمل نہیں کیا جا سکتا اور ہم آپؐ کے فرامین اور معمولات سے بھی آگاہ نہیں ہو سکتے مثلاً آپؐ تہجد پڑھا کرتے تھے، یہ عمل ہمیں معلوم ہوگا تو ہم اس کو اختیار کر سکیں گے۔

5- **ہر اعتبار سے مستند سیرت:** آپؐ کی سیرت کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ آپؐ کی سیرت کو یہ امتیاز و شرف حاصل ہے کہ آپؐ کی سیرت مستند حیثیت رکھتی ہے۔ آپؐ کی زندگی میں ہی اس کا کافی تحریری سرمایہ جمع ہو گیا تھا اور عروہ بن زبیرؓ نے پہلی صدی ہجری میں ہی سیرۃ النبیؐ پر کتاب لکھی۔ اس کے علاوہ آپؐ کی سیرت کے واقعات مستقل طور پر سلسلۂ سند رکھتے ہیں۔ مثلاً ایک راوی دوسرے سے روایت کرتا ہے اور یہ سلسلہ صحابہ کرامؓ تک جا پہنچتا ہے۔ اس طرح کوئی شخص محض اپنی مرضی سے آپؐ کی سیرت کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا جب تک وہ اپنے سلسلۂ سند کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک نہ پہنچا دے۔ پھر آپؐ کی ہمہ جہت حیاتِ طیبہ کے متنوع پہلوؤں کے متعلق آئے روز سرمایۂ سیرت مسلسل فراہم ہو رہا ہے اور اس پر تحقیقی کام آج تک جاری ہے۔

6- **سیرت نبویؐ قرآن کی عملی تفسیر و تعبیر:** قرآن مجید میں اصولی احکامات دیے گئے ہیں۔ ان پر عمل درآمد کا طریقہ اور نمونہ آپؐ پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ چنانچہ آپؐ کی زندگی کا مطالعہ اس لیے بھی ضروری ہے کہ یہ قرآن مجید کی تشریح اور اس کی تعلیمات کی تفسیر ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ (النساء4:80) ''جس نے رسولؐ کی پیروی کی اس نے اللہ کی اطاعت کی''۔ اسی طرح قرآن مجید میں فرمایا: زکوٰۃ ادا کرو۔ اب زکوٰۃ کا پورا ایک نظام ہے جس میں بے شمار تفصیلات کی ضرورت ہے اور یہ تفاصیل آپؐ کی سیرت ہی کے مطالعہ سے ہمیں ملتی ہیں کہ زکوٰۃ کا وقت ادائیگی، مختلف اموال پر مقدار زکوٰۃ اور نصاب زکوٰۃ کیا ہے۔ تعلیماتِ نبویؐ کے اس نہایت اہم پہلو اور دین متین کے اہم ترین رکن زکوٰۃ پر مصر کے معروف سکالر اور عالم دین، ڈاکٹر یوسف قرضاوی صاحب نے چار جلدوں پر مشتمل ''فقہ الزکوٰۃ'' کے نام سے ایک نہایت بلند پایہ اور محققانہ کتاب لکھی ہے۔ سیرۃ النبی دراصل قرآن مجید کی عملی تشریح ہے اس لیے اس کے بغیر قرآن پر عمل کرنا ناممکن ہے۔

7- **نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراضات کا جواب:** نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیت کوئی عام شخصیت نہیں بلکہ آپؐ کی معصومیت پر ہی اسلام کا انحصار ہے۔ آپؐ کی اطاعت اور محبت ہماری کامیابی کے لیے بہت ضروری ہے۔

8- **مستشرقین اور مغربی مفکرین کے رد کے لیے:** مستشرقین نے آپؐ کی زندگی کو اس طرح پیش کیا ہے کہ آپؐ کی شخصیت کو داغ دار کر دیا جائے۔ اس لیے جب تک مطالعۂ سیرت نہ ہو انسان گمراہ ہو سکتا ہے اور آپؐ کی شخصیت سے دور ہو سکتا ہے۔ اس لیے آپؐ کی سیرت کا تحفظ اور ان کے اعتراضات کا جواب دینا ہمارے ایمان کا حصہ ہے۔ آج بھی مغربی تہذیب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر حملہ آور ہے اور مغربی قلمکار آپؐ کی سیرت کے بارے شکوک و شبہات پھیلاتے ہیں۔ ان کا جواب دینا مطالعہ سیرتؐ کے ذریعے سے ہی ممکن ہے۔

9- کثیر افراد کی اسلام سے وابستگی مطالعہ سیرت کا اہم تقاضا: آج عیسائیت کے بعد اسلام دنیا کا دوسرا بڑا مذہب ہے جس کے ماننے والوں کی تعداد سوا ارب کے لگ بھگ ہے۔ اس طرح یہ دنیا کے چوتھائی انسانوں کا مذہب ہے۔ اس لیے ان کی رہنمائی کے لیے ان کے پیغمبر کی سیرت کا مطالعہ ان کے لیے بہت ضروری ہے کیونکہ آپؐ کی سیرت ان کے ایمان وعمل کا حصہ ہے جس کی رہنمائی کے بغیر وہ دو قدم بھی نہیں چل سکتے۔

10- ہر دور کے مسائل کا حل: آپؐ کی سیرت ہر دور کے مسائل کا حل پیش کرتی ہے، اس لیے اس پر تحقیقی عمل جاری رہے گا اور اس کے مختلف گوشے سامنے آتے رہیں گے۔ آپؐ کی سیرت کا مختلف زاویوں سے جائزہ لینا بہت ضروری ہے تاکہ وقت کی ضرورت کے مطابق اس میں سے ہر دور کے مسائل کا حل تلاش کیا جا سکے۔ چونکہ آپؐ آخری نبی ہیں اس لیے قرآن مجید اور اس کی عملی تفسیر یعنی سیرت النبی ﷺ کے حسین امتزاج سے ہی آج کے مسائل حل ہو سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ آج انسانیت کی مشکلات کے حل کا کوئی راستہ نہیں۔

11- صراط مستقیم پر گامزن کرنے کا تنہا وسیلہ: آپؐ کی سیرت مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کے لیے صراط مستقیم کی طرف رہنمائی کا واحد ذریعہ ہے۔ اس کے علاوہ کسی کی سیرت ایسی صلاحیت نہیں رکھتی۔ ایک تو وہ مستند نہیں دوسرے نامکمل ہیں۔ اس لیے مسلمانوں کو آپؐ کی سیرت جیسی نعمتِ عظمیٰ کی قدر کرنی چاہیے۔ اس کی معقولیت، روشنی، چاشنی، اثر انگیزی، مسائل انسانیت کے حل کی صلاحیت سے مطالعۂ سیرت کے ذریعے سے نہ صرف خود فائدہ اٹھانا چاہیے بلکہ دوسروں کے لیے بھی اس روشنی کو عام کرنا چاہیے۔

12- امتِ مسلمہ کے لیے روحانی غذا: آپؐ کی سیرت روح کی غذا اور روحانی بیماریوں کا علاج ہے۔ آج انسانی روح پریشان ہو چکی ہے اور اس کی وجہ سے بے شمار لوگ نفسیاتی عوارض اور روحانی بیماریوں میں مبتلا ہو چکے ہیں اور انسانوں کو بھیڑیوں کی طرح تباہ و برباد کر رہے ہیں۔ افغانستان، فلسطین، کشمیر اور چیچنیا میں بربادی کا یہ کھیل جاری ہے۔ آپؐ کی سیرت کا مطالعہ ہی ہماری اس شقاوت قلبی کا مداوا بن سکتا ہے اور مسلمانوں اور غیر مسلموں دونوں کی اخلاقی بیماریوں کا تریاق آپؐ کی سیرتِ مقدسہ میں مضمر ہے۔

(2) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت انقلاب

نبی کریمؐ نے اسلامی انقلاب کے لیے بہت حکمت و دانائی کا مظاہرہ کیا، اگر آپؐ حکمت سے کام نہ لیتے تو آپؐ کا برپا کردہ یہ انقلاب ابتدا میں ہی ناکام ہو جاتا۔ کیونکہ دنیا میں کئی انقلاب اس لیے ناکام ہوئے کہ ان کے علمبرداروں نے صحیح حکمت عملی نہیں اپنائی تھی۔ اس لیے نبی کریمؐ نے اسلامی انقلاب کے لیے حیرت انگیز تدبر کا مظاہرہ کیا جس کی وجہ سے انقلاب مکمل طور پر برپا ہوا اور کامیاب ہوا۔ اس انقلاب نے زندگی کے تمام شعبوں میں مثبت تبدیلیاں پیدا کیں۔ اس لیے آپؐ نے بتدریج پیغمبرانہ فراست وحکمت کے ساتھ انقلابی اقدامات کیے جن کے نتیجے میں اسلامی انقلاب کامیاب ہوا۔ اس حکمت عملی کے چند نمایاں مراحل درج ذیل ہیں:

(1) ہجرت مدینہ (2) مواخات (3) میثاق مدینہ (4) صلح حدیبیہ (5) خطبہ حجۃ الوداع

(1) ہجرتِ مدینہ

ہجرتِ مدینہ ایک تاریخ ساز فیصلہ تھا۔ اس کے نتائج پر بہت کچھ لکھا جا سکتا ہے لیکن ہم یہاں صرف اہم نکات بیان کریں گے۔

1۔ مسلمانوں کا ایک طاقت بننا: ہجرتِ مدینہ کے بعد مسلمان ایک قوت بن گئے تھے۔ مدینہ کے انصار کی بڑی تعداد مسلمان ہوگئی۔ اس کے علاوہ مختلف علاقوں سے مسلمان ہجرت کر کے مدینے میں جمع ہوگئے۔ یہاں کے ماحول میں مسلمانوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہوتا رہا اور مسلمان ایک ایسی قوت بن گئے کہ جس پر ہاتھ ڈالنا آسان نہ تھا جبکہ اس سے پہلے یہ ایک منتشر اور کمزور گروہ تھا۔ جو ایک عظیم قوت کا روپ دھار گیا۔

2۔ ظلم و ستم کے دور کا خاتمہ: کفارِ مکہ نے مسلمانوں پر مظالم کے پہاڑ توڑ دیئے تھے۔ مسلمانوں کی زندگی عذاب کا نمونہ بن گئی تھی لیکن مدینے میں ان مظالم سے انہیں نجات مل گئی تھی۔ اس طرح مسلمانوں کی مظلومیت کا خاتمہ ہوا اور ان کو اطمینان سے زندگی بسر کرنے کا موقع ملا۔ اس سے مسلمانوں کو عزت وسکون سے کام کرنے کا موقعہ ملا۔

3۔ پر امن ماحول کا میسر آنا: مسلمانوں کو مدینہ میں پر امن ماحول میسر آیا، یہ بہت بڑی نعمت تھی جو مسلمانوں کو ملی۔ پرامن ماحول ہی کسی قوم کی ترقی اور نشو وارتقاء کا ضامن ہوتا ہے۔ اس طرح ایک تربیت یافتہ معاشرے کا قیام عمل میں آیا اور مسلمانوں کو اپنی صلاحیتوں کے دکھانے کا موقع ملا۔ پرامن ماحول کی وجہ سے بہتر طور پر مسلمانوں کی تربیت ہوئی اور اشاعت اسلام میں تیزی آئی۔

4۔ اسلامی معاشرے کی تعمیر و تشکیل: مدینہ میں اسلامی معاشرے کا آغاز ہوا۔ کوئی معاشرہ اس وقت تک مستحکم نہیں ہوسکتا جب تک اس کے افراد کی تربیت اس کے نظریات کے مطابق نہ ہو۔ مدینہ میں مسلمانوں کو اسلامی معاشرے کی تشکیل کے مواقع ملے۔ یہی وہ معاشرہ تھا جس نے آخر الامر خلفائے راشدین کے دور میں مسلمانوں کو دنیا کی سب سے بڑی طاقت بنادیا۔ اس طرح معاشرے کی تشکیل نے مسلمانوں کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

5۔ اسلامی ریاست کی بنیاد: اسلام کی فطرت میں غلبے کا عنصر موجود ہے اور اس کے لیے حکومت ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اس طرح اس ہجرت کے ذریعے اسلامی ریاست کی بنیاد پڑی۔ حکومت کے لیے ریاست کی ضرورت ہوتی ہے۔ یہاں مسلمانوں کو یہ سہولت میسر آ گئی۔ اب مسلمان اپنے دین پر مکمل طور پر عمل کر سکتے تھے۔ گویا مدینہ آمد سے اسلامی ریاست کی بنیاد رکھ دی گئی۔

6۔ قریش کا اقتصادی محاصرہ: قریش کے تجارتی قافلے مدینہ کے قریب سے ہو کر گزرتے تھے۔ اب وہ خطرے کی حالت میں تھے۔ قافلے بالکل تو نہ رک سکے مگر ان کی تعداد اور مال تجارت کی مقدار کم ہوگئی۔ جس سے قریش کی اقتصادی حالت کمزور ہوگئی۔ اس عمل سے ان کی معیشت پر برے اثرات مرتب ہوئے۔ نتیجتاً قریش کی اقتصادی طاقت بہت کمزور ہوگئی جبکہ مسلم قوت روز بروز بڑھتی چلی گئی۔

7۔ اشاعتِ اسلام کے مواقع: مدینے میں مسلمانوں کا اشاعتِ اسلام کے بے روک ٹوک مواقع میسر تھے۔ اب یہاں سے اسلام کی کھلم کھلا تبلیغ ہوسکتی تھی۔ اشاعت دین کا دائرہ اس قدر وسیع ہوا کہ سن 6ھ تک مسلمانوں کی تعداد قریش کے قریب پہنچ گئی۔ اب مسلمان ہزاروں کی تعداد میں تھے اور اشاعت اسلام کی رفتار بہت تیز تھی جس نے مسلمانوں کی قوت کو بڑھایا اور کفار کی قوت کو توڑا۔

8۔ اسلامی کیلنڈر کی بنیاد: ہجرت مدینہ سے ایک نئے کیلنڈر کا آغاز ہوا جس کو ہجری کیلنڈر کہتے ہیں، یہی اسلامی کیلنڈر قرار پایا۔ آج بھی مسلمانوں کے ماہ وسال کا حساب اسی کیلنڈر سے ہوتا ہے۔

(2) میثاق مدینہ

حکمتِ انقلاب میں دوسرا مرحلہ میثاق مدینہ ہے۔ مدینے میں اب تین فریق رہائش پذیر تھے:

1۔مہاجر 2۔انصار 3۔یہودی

مہاجرین اور انصار کے درمیان تو اخوت کا نظام قائم ہو گیا۔اس طرح وہ ایک جان ہو گئے۔ یہ دو فریق نبیؐ کو اپنا سربراہ تسلیم کرتے تھے جبکہ یہودی الگ وجود رکھتے تھے اور ان کی بھی ایک طاقت تھی،اس لیے ان کے ساتھ کسی باعزت معاہدے کی ضرورت تھی تاکہ مدینہ منورہ کا دفاع مضبوط ہو سکے۔ نبی کریمؐ کو خطرہ تھا کہ قریش ضرور حملہ آور ہوں گے۔ یہود اور مسلمانوں کے درمیان بات شروع ہوئی اور وہ معاہدہ عمل میں آیا جس کو تاریخ میں ''میثاقِ مدینہ'' کہتے ہیں۔اس کے دو حصے ہیں ایک یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان اور دوسرا حصہ مہاجر اور انصار مسلمان کے درمیان تھا۔اس کو دنیا کا پہلا تحریری دستور مانا جاتا ہے۔

میثاق مدینہ کی نمایاں اور اہم دفعات: میثاقِ مدینہ کی اہم دفعات درج ذیل ہیں:

1۔ مدینے پر بیرونی حملہ کی صورت میں تمام اہل مدینہ مل کر دفاع کریں گے۔
2۔ یہودی قریش مکہ یا ان کے حلیفوں کو پناہ نہیں دیں گے۔
3۔ اگر اہلِ مدینہ کے دو فریق لڑ پڑیں اور آپس میں فیصلہ نہ کر سکیں تو حتمی فیصلہ نبیؐ کریں گے۔
4۔ جنگ کے اخراجات اور آمدن میں تمام باشندگانِ مدینہ برابر کے شریک ہوں گے۔
5۔ یہودیوں کے حلیف مسلمانوں کے اور مسلمانوں کے حلیف یہودیوں کے دوست ہوں گے۔
6۔ مظلوم کی امداد سب پر فرض ہو گی۔
7۔ مدینے کے اندر لڑائی حرام ہو گی۔
8۔ تمام فریقوں کو مذہبی آزادی حاصل ہو گی۔کوئی فریق دوسرے کے مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہیں کرے گا۔
9۔ خون بہا اور فدیہ کے فیصلے سابقہ روایات کے مطابق ہوں گے۔
10۔ فریقین میں سے جب کوئی تیسرے فریق سے صلح کرے گا تو دوسرا فریق بھی اس میں شامل ہو جائے گا۔
11۔ اس معاہدے کی آڑ میں کسی مجرم یا ظالم کو فائدہ نہیں ملے گا۔

میثاق مدینہ کی اہمیت: مسلمانوں کی زندگی میں میثاقِ مدینہ کو اس دور میں بڑی اہمیت حاصل تھی۔اس سلسلے میں درج ذیل نکات اہم ہیں:

1۔ سیاسی قیادت مسلمانوں کو حاصل ہو گئی اور مدینۂ طیبہ پر عملاً مسلمانوں کا اقتدار قائم ہو گیا۔اس سے اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔
2۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عملاً مدینے کے حکمران بن گئے۔ یہ مسلمانوں کی بہت بڑی کامیابی تھی جس سے مسلمانوں کی بالادستی قائم ہو گئی۔
3۔ مدینے کے اندر امن وسکون پیدا ہو گیا۔جس سے مسلمانوں کو اطمینان ہوا اور وہ یکسو ہو کر اشاعت اسلام کرنے لگے۔
4۔ مدینے کا دفاع مضبوط ہو گیا۔اس لیے کفار کے حملے ناکام ہوئے۔

5۔ تمام اہل مدینہ نے قریش کو مخالف فریق تسلیم کر لیا۔ اس طرح مدینہ میں اعلانیہ کوئی قریش کا حمایتی نہ رہا۔

6۔ مسلمانوں کے درمیان محبت کا رشتہ قائم ہو گیا جس سے اسلامی معاشرہ معرضِ وجود میں آیا۔

7۔ یہودی علی الاعلان مخالفت کے قابل نہ رہے۔

مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری اس بارے میں لکھتے ہیں: ''اس معاہدے کے طے ہو جانے سے مدینہ اور اس کے اطراف میں ایک وفاقی حکومت بن گئی جس کا دارالحکومت مدینہ تھا، اس کے سربراہ رسول اللہؐ تھے اور اس میں کلمہ نافذہ اور غالب حکمرانی مسلمانوں کی تھی۔ اس طرح مدینہ واقعتاً اسلام کا دارالحکومت بن گیا۔'' (الرحیق المختوم، ص 264)

(3) مواخات (1ھ)

نبی کریمؐ کی حکمت انقلاب کی تیسری کڑی مواخات کا قیام تھا۔ مہاجرین چونکہ مکہ معظمہ سے خالی ہاتھ آئے تھے، اگرچہ مدینہ کے انصاری مسلمانوں نے ان کا بہت ساتھ دیا پھر بھی ایک مستقل انتظام کی ضرورت تھی۔ اس لیے نبیؐ نے رشتۂ اخوت قائم کرنے کے لیے انصار اور مہاجر صحابہ کو جمع کیا اور انصار کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ یہ تمہارے بھائی ہیں پھر مہاجرین اور انصار میں سے ایک ایک شخص بلا کر فرماتے گئے کہ تم آپس میں بھائی بھائی ہو۔

اس اقدام نبویؐ کی وجہ سے مہاجر مسلمان اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے اور آہستہ آہستہ ان کے معاشی مسائل حل ہو گئے۔ انصار نے بھی مہاجر مسلمانوں کی مدد کا حق ادا کر دیا اور ایثار و قربانی کی وہ مثالیں رقم کیں جن کی مثال تاریخ عالم میں ملنا مشکل ہے۔ انصار نے اپنی تمام زمینوں اور باغات کو برابر تقسیم کر کے مہاجرین کو آدھا آدھا حصہ دے دیا۔ حتیٰ کہ حضرت سعدؓ بن ربیع نے جو عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے بھائی قرار پائے تھے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے کہا میری دو بیویاں ہیں ان میں سے ایک کو طلاق دیتا ہوں، آپ اس سے شادی کر لیں یہ ایثار کی عظیم مثال تھی۔

اللہ تعالیٰ نے مواخات کے بارے میں فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاۗءُ بَعْضٍ (انفال 72:8) بے شک جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور خدا کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا اور وہ لوگ جنھوں نے ان لوگوں کو پناہ دی اور مدد کی وہی دراصل ایک دوسرے کے ولی ہیں۔

مواخات کے فوائد: مواخاتِ مدینہ سے درج ذیل فوائد حاصل ہوئے:

1۔ اس سے مہاجر مسلمانوں کے معاشی مسائل ختم ہو گئے اور وہ معاشرے کا باعزت حصہ بن گئے ورنہ معاشی پریشانیاں مہاجرین کو بہت نقصان پہنچا دیتیں اور اس کا نتیجہ اسلام سے لگاؤ کی کمی کی شکل میں نکلتا۔ مہاجرین چونکہ زیادہ تر تجارت پیشہ تھے، انہوں نے مدینہ میں تجارت دوبارہ شروع کر دی کیونکہ انصار اپنی زمینوں اور باغات سے ان کو باقاعدہ حصہ دیتے تھے حتیٰ کہ بنی نضیر کے خالی کردہ باغات صرف مہاجرین کو دیئے گئے جس سے وہ جلد سنبھل گئے۔ تجارت میں حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت عمرؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عثمانؓ اور دیگر مہاجرین خوشحال ہو گئے اور مہاجرین نے فتح خیبر کے بعد تمام انصار کی زمینیں ان کو واپس کر دیں۔

2۔ مواخات کا دوسرا فائدہ یہ ہوا کہ انصار اور مہاجرین بھائی بھائی بن گئے کسی معاشرے کی یکجہتی کا انحصار اس کے افراد کی باہمی اخوت پر ہوتا ہے۔ مہاجرین انصار کے باہمی تعلقات کو مواخات نے تقویت بخشی۔ یوں مسلم معاشرے میں استحکام آیا اور وہ

محبت و امن کا گہوارہ بن گیا۔ اس طرح منافقین نے انصار اور مہاجر مسلمانوں کے درمیان لڑائی کی بہت سی کوششیں کی جو مواخات کی وجہ سے ناکام ہوگئیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَاذْكُرُوا نِعْمَةَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا (آل عمران103:3) اور اللہ کی اس نعمت کا ذکر کرو جو اس نے تم پر کی جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے پس اس نے تمہارے دلوں کو جوڑ دیا پس تم اس کی نعمت سے بھائی بھائی بن گئے۔

3۔ مواخات نے قبائلی عصبیت کا خاتمہ کر دیا ورنہ عرب معاشرے میں نسلی عصبیت بہت تھی جس نے اس معاشرے کو تباہ کر رکھا تھا۔ مواخات سے مختلف قبائل کے لوگ بھائی بھائی بن گئے جس نے اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔

4۔ یہ معاہدہ اخوت کی مثال بن گیا۔ اس وقت سے آج تک اس کے زیر اثر مسلمان ایک دوسرے کی مدد کرتے ہیں مثلاً پاکستان میں 2008ء کا زلزلہ یا 2010ء کا سیلاب ہو پاکستانی اور غیر پاکستانی مسلمانوں نے متاثرین کی مدد کر کے اخوت کی عظیم مثال قائم کی۔

(4) صلح حدیبیہ (6ھ)

حکمت انقلاب کا چوتھا اہم ستون صلح حدیبیہ ہے۔ صلح حدیبیہ کے اثرات درج ذیل ہیں:

1۔ **اللہ تعالیٰ کی طرف سے فتح کی بشارت**: اس صلح کو اللہ نے مسلمانوں کی فتح قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا (فتح 1:48) ''بے شک ہم نے آپ کے لیے فتح مبین کا دروازہ کھول دیا ہے''۔ فتح کی بشارت سے مسلمانوں کو اطمینان ہوا جو پہلے بعض شرائط صلح کی وجہ سے ناراض تھے۔

2۔ **جنت کی بشارت**: اس صلح میں شامل تمام صحابہؓ کو سورۃ فتح میں جنتی قرار دے دیا گیا۔ یہ مسلمانوں کے لیے بہت بڑے اعزاز کی بات تھی۔ اس سے صلح حدیبیہ میں شامل لوگوں کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔

3۔ **فتوحات کی خشتِ اوّل**: اس صلح نے مسلمانوں کے لیے پورے عرب کی فتح کے دروازے کھول دیئے اور عرب کی تسخیر کا عمل کھل کر شروع ہوا۔ اب کوئی بڑی رکاوٹ باقی نہ رہی اور قریش کو اس صلح نے کمزور کر دیا۔ وہ اب مسلمانوں سے لڑنے کے قابل نہ رہے۔

4۔ **مسلمان معاشرے کی توسیع**: اب تک مسلمان معاشرہ صرف مدینہ تک محدود تھا۔ اس صلح نے تقریباً تمام قبائلِ عرب میں مسلمانوں کے معاشرتی میل جول کے دروازے کھول دیئے جس کے نتیجے میں اسلامی معاشرہ پورے عرب میں پھیل گیا۔ یہ ایک شاندار توسیع تھی جو معرض وجود میں آئی۔

5۔ **کشیدگی کا خاتمہ**: اس صلح نے مسلمانوں اور کفار کے درمیان کشیدگی کا خاتمہ کر دیا۔ اس سے مسلمانوں اور کفار کا آزادانہ میل جول ممکن ہوا۔ اسلام اب اپنے طاقتور اثرات کی وجہ سے تیزی کے ساتھ پھیلنا شروع ہوا۔ اس صلح کے بعد عرب میں اسلام کی اشاعت کی رفتار بہت بڑھ گئی۔

6۔ **مسلمانوں کی معاشی ترقی**: مسلمان اب چونکہ پورے عرب میں آزادانہ تجارت کر سکتے تھے اس لیے شام کی طرف بھی تجارت میں وسعت پیدا ہوئی۔ اس طرح مسلمان معاشی طور پر بہتر صورتحال پیدا کرنے میں کامیاب ہوگئے۔ جس سے مسلمان خوشحال ہوئے اور ان کے معاشی وسائل بڑھ گئے جنہوں نے آگے چل کر اسلام کی ترقی میں اہم کردار ادا کیا۔

7۔ اشاعتِ اسلام میں اضافہ: اس صلح سے اشاعتِ اسلام میں بہت تیزی سے اضافہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا (نصر 2:110) ''لوگ اللہ کے دین میں گروہ در گروہ شامل ہو رہے ہیں۔'' اس طرح چند اشخاص کی بجائے پورے پورے قبائل اسلام لانے لگے۔ اس سے مسلمانوں کی تعداد تیزی سے بڑھی۔

8۔ دفاعی قوت میں ترقی: اب مسلمانوں کی دفاعی قوت میں بہت تیزی کے ساتھ اضافہ ہوا۔ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر مسلمان سپاہ کی تعداد چودہ سو تھی جب کہ دو سال بعد جب مسلمان مکہ فتح کرنے کے لیے آئے تو ان کی افواج کی تعداد دس ہزار تک پہنچ چکی تھی۔ اس سے قوت میں تیزی سے اضافے کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

9۔ مسلمانوں کی سیاسی فتح: یہ صلح مسلمانوں کی سیاسی فتح ثابت ہوئی، قریش اس کے بعد دوبارہ مسلمانوں کے مقابلے کی ہمت نہ کر سکے کیونکہ ان کے بہت سے لوگ مسلمان ہو گئے تھے جن میں قریش کے مشہور جنرل حضرت خالدؓ بن ولید اور حضرت عمروؓ بن العاص بھی شامل تھے۔

10۔ اسلامی ریاست کا تسلیم کیا جانا: اس صلح میں پہلی دفعہ تحریری طور پر مسلمانوں کو مقابلے کی طاقت تسلیم کیا گیا اور پہلی دفعہ اسلامی ریاست کو باضابطہ طور پر مان لیا گیا۔ اس سے پہلے مسلمان ایک کمزور گروہ شمار ہوتے تھے۔ گویا مسلمان باضابطہ طور پر حکومتی گروہ بن گئے۔ اس طرح ان کی ایک قوم کی حیثیت سے شناخت قائم ہو گئی۔

11۔ مسلمانوں کی امن پسندی کا ثبوت: اب تک مسلمانوں کو ایک جنونی اور جنگجو قوم سمجھا جاتا تھا۔ اس معاہدے نے یہ تاثر ختم کر کے مسلمانوں کی امن پسندی کا عملی ثبوت پیش کیا۔ اس طرح مسلمانوں کی حقیقی تصویر لوگوں کے سامنے آ گئی۔

12۔ تدبر نبویؐ کا شاہکار: یہ معاہدہ آپؐ کے تدبر و فراست کا بہت بڑا ثبوت ہے۔ اس کارروائی کے مکمل ہونے تک بار بار جذباتی فضا پیدا ہوئی اور خطرہ تھا کہ معاہدہ نہیں ہو سکے گا لیکن آپؐ نے اپنے تدبر سے ظاہری کمزوری کے باوجود وہ فتح حاصل کر لی جو بڑی جنگ کے بعد بھی ممکن نہیں تھی۔ گویا اس صلح نے قریش کے ہاتھ باندھ دیئے۔

13۔ خارجہ پالیسی کا عدیم النظیر نمونہ: یہ اسلامی خارجہ پالیسی کا ایک نمونہ تھا۔ ڈاکٹر حمید اللہ لکھتے ہیں: ''قریش کا اس صلح پر آمادہ ہونا اسلامی ریاست خارجہ کی واقعی فتح مبین تھی۔ یہی وہ صلح حدیبیہ ہے جسے عہد نبویؐ کی سیاست خارجہ کا شاہکار کہنا چاہیے'' (رسول اکرم کی سیاسی زندگی)۔ حالانکہ ابتدا میں مسلمان بھی دب کر صلح کرنے کے خلاف تھے لیکن وقت نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمت عملی کو صحیح ثابت کر دیا۔

14۔ فیصلہ کن کامیابی: اس صلح سے تمام عرب پر اسلام کی حکمرانی مسلم ہو گئی۔ مسلمانوں نے قریش کی طرف سے بے فکر ہو کر دوسرے بڑے دشمن یہود کو زیر کر لیا۔ اس طرح قلب عرب پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ اس معاہدے کے بعد بے شمار عرب قبائل مسلمانوں کے سیاسی حلیف بنے۔ گویا اس صلح سے مسلمان ایک بڑی قوت بن گئے۔

(5) خطبہ حجۃ الوداع (10ھ)

حکمت انقلاب کا آخری مرحلہ خطبہ حجۃ الوداع ہے۔ یہ دنیا میں انسانی حقوق کا پہلا چارٹر (Charter) ہے جو اسلام نے جاری کیا۔ اس کی اہمیت درج ذیل امور سے واضح ہوتی ہے:

1۔ **مساوات:** اس خطبہ میں تمام انسانوں کو برابر قرار دیا گیا۔ یہ انسانی مساوات کا وہ پہلا مضبوط تصور تھا جو آپ ؐ نے پیش کیا اور رنگ و نسل کی برتری ختم کر دی جو انسانی مساوات کی قائل تھی۔

2۔ **جان و مال اور آبرو کا تحفظ:** اس خطبے میں تمام مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے جان و مال اور آبرو کے تحفظ کی تلقین کی گئی اور اس سے روگردانی کرنا حرام فعل قرار دیا گیا اور اس کو نا قابل معافی جرم قرار دیا گیا۔

3۔ **غلاموں کے حقوق کی طرف توجہ:** اس خطبے میں آپ ؐ نے غلاموں کو جو اس زمانے میں کوئی حقوق نہ رکھتے تھے اپنے جیسی تمام سہولیات فراہم کرنے کا حکم دیا اور ان کو بھائی کا درجہ دینے کے لیے کہا۔ آپ ؐ کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ فرماتے تھے اَلْبِلَالُ هُوَ سَيِّدُنَا (بلالؓ ہمارے سردار ہیں)۔

4۔ **جاہلیت کی رسوم اور دعووں کا خاتمہ:** آپ ؐ نے جاہلیت کی تمام رسوم قبیحہ کو ختم کر دیا۔ تمام دعوؤں مثلاً خون اور سود کے تمام مطالبات کو ختم کر دیا اور سب سے پہلے اپنے خاندان کے مقتول کا خون اور اپنے چچا کا سود ختم کر کے عملی مثال پیش کی۔ اس طرح ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔

5۔ **عورتوں کے حقوق کی ادائیگی کا حکم:** آپ ؐ نے عورتوں کے ساتھ نرم اور عمدہ سلوک کرنے کا حکم دیا اور عورتوں کو وہ حقوق دیئے جس کی نظیر دنیا کے کسی قانون یا مذہب میں نہیں ملتی۔ اس طرح عورتوں کو پہلی دفعہ حقوق دیئے گئے۔ یوں ایک محروم طبقہ اپنے مقاصد میں کامیاب ہوا۔

6۔ **قرآن و سنت کو تھامنے کا حکم:** قرآن کو گمراہی سے بچنے والا نسخہ قرار دیا۔ آج بھی اسی پر عمل پیرا ہو کر ہم کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس طرح قرآن و سنت اسلام کا دستور بن گئے۔ آج بھی یہی دونوں اسلام کی بنیاد ہیں۔

7۔ **امن کی تلقین:** اس خطبے میں امنِ عالم کی تلقین کی گئی تاکہ مسلمان امن کے پیغامبر بن کر دنیا پر چھا جائیں اور دنیا ان سے سکون محسوس کرے۔ گویا امن اسلام کا اصل مقصد قرار پایا۔ اس طرح امن کا ایک بیش بہا نسخہ انسانیت کے ہاتھ آیا۔

8۔ **اخوت کا پیغام:** اس میں تمام مسلمانوں کو ایک دوسرے کا بھائی قرار دیا گیا۔ اس کا اثر آج تک محسوس کیا جاتا ہے۔ اگر مساوات کا حکم اتنی سختی سے نہ دیا جاتا تو مسلمانوں میں بھی طبقاتی نظام پیدا ہو جاتا۔ اخوت کا یہ جذبہ آج بھی موجود ہے۔

9۔ **سنت ابراهیمیؑ کے مطابق حج کا احیاء:** آپ ؐ نے سنتِ ابراہیمیؑ کے مطابق مناسکِ حج کا احیاء کیا اور جو غلط رسمیں حج کی عبادت میں رواج پا گئی تھیں ان کو ختم کر دیا۔ اس طرح حج سے بے حیائی اور خلاف توحید چیزیں ختم ہوئیں۔

10۔ **دین کی تکمیل:** اس حج کے موقع پر تکمیل دین کے اعلان کے لیے یہ آیت اتری: اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (مائدہ 3:5) ''آج کے دن میں نے تمہارے لیے تمہارا دین مکمل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لیے اسلام بطور ضابطۂ حیات پسند کر لیا۔'' اس طرح دین مکمل ہو گیا اور یہی دین دنیا کے لیے آخری اور مکمل دین ٹھہرا کہ فقط اسی میں انسانیت کی مکمل ہدایت کا سامان موجود ہے۔

(3) تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت و شخصیت کا نبویؐ منہاج اور عملی نمونے

تزکیہ کے معنی ہیں پاک کرنا، ابھارنا اور نشو ونما دینا اور اس سے مراد اپنے نفس کو گناہوں سے پاک کرنا اور اس کیفیت کو ابھار کر تقویٰ کی بلندی پر لے جانا ہے۔

تزکیہ کے مقابلے میں تدسیہ کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔ جس کا مطلب، دبانا، چھپانا، اغوا کرنا اور راہ راست سے ہٹانا ہے۔ اس سے مراد نفس کے اندر پائے جانے والے نیکی کے رجحانات کو ابھارنے اور نشو ونما دینے کے بجائے ان کو دبانا ہے۔ نفس کو بہکا کر برائی کے رجحانات کی طرف لے جانا اور فجور کو اس پر اتنا غالب کر دینا کہ تقویٰ اس کے نیچے اس طرح چھپ جائے، جیسے قبر پر مٹی ڈال دینے کے بعد ایک لاش چھپ جاتی ہے۔

تزکیۂ نفس سے مراد کفر وشرک چھوڑ کر ایمان لانا، برے اخلاق چھوڑ کر اچھے اخلاق اختیار کرنا اور برے اعمال ترک کر کے نیک عمل کرنا ہے۔ تزکیہ کا عمل زندگی سنوارنے کا عمل ہے اور زندگی سنوارنے میں خیالات، اخلاق، عادات، معاشرت، تمدن، سیاست غرض ہر چیز کو سنوارنا شامل ہے۔ تزکیہ ذہنی صفائی کو کہتے ہیں۔

تزکیہ دراصل انسان کے اچھے اور برے خیالات کے امتیاز کا نام ہے اور پھر اچھے خیالات کو آگے بڑھانا اور برے خیالات کا خاتمہ کرنا یا ان کی اصلاح کرنا تزکیہ کے ضمن ہی میں آتا ہے۔ ذہنی صفائی پر ہی اچھے اعمال کا انحصار ہوتا ہے۔

تعمیر سیرت میں تزکیۂ نفس کا کردار

تعمیر سیرت میں تزکیۂ نفس کا بنیادی کردار ہے۔ تزکیۂ نفس دراصل انسان کے دل و دماغ کی صفائی کا نام ہے کیونکہ انسانی دل و دماغ میں اچھے خیالات کو تقویت دی جاتی ہے اور ان کو اتنا مضبوط بنا دیا جاتا ہے کہ برائی کی طرف اس کا رجوع بالکل نہ ہو یا پھر کم سے کم ہو یا اگر انسان برائی کرنے کے متعلق سوچے یا برائی کرے تو اچھے خیالات فوراً اس غلطی کا احساس اس کے دل و دماغ میں پیدا کریں اور اس کو برائی سے روکیں۔ اگر برائی سرزد ہو گئی ہے تو اس کو توبہ کے ذریعے سے ختم کر کے خود کو اچھے ماحول میں لے جائیں۔ گویا تزکیۂ نفس انسان کو برے خیالات کے نقصانات سے آگاہ کرنے کا دوسرا نام ہے تا کہ انسان ان سے محفوظ رہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا ۝ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا

(شمس 91:9،10) تحقیق کامیاب ہوا جس نے نفس کو پاک کیا اور ناکام ہوا جس نے پاک نہ کیا۔ گویا تزکیہ انسان کے لیے حسب ذیل چار کام کرتا ہے:

1) اچھے خیالات کی اہمیت دل و دماغ میں پختہ کر دیتا ہے۔
2) برے خیالات کے نقصانات دماغ میں بٹھا دیتا ہے۔
3) انسان اگر برائی کی طرف آمادہ ہو یا برائی کرے تو یہ انسان کو برائی سے باز رکھتا ہے۔ اگر برائی ہو جائے تو توبہ کے ذریعے سے پھر اچھائی کی طرف لاتا ہے۔
4) تزکیۂ نفس انسانی دل و دماغ میں اچھائی کا ماحول پیدا کرتا ہے، اس کو برقرار رکھتا ہے اور شیطانی حملوں کا دفاع کرتا ہے۔

اس طرح تزکیۂ نفس کا عمل انسان کو اچھا ماحول فراہم کرتا ہے اور برے خیالات سے محفوظ رکھتا ہے۔ گویا اس کے کردار کی حفاظت کرتا ہے کیونکہ اچھے برے خیالات ہی انسان کے کردار کا تعین کرتے ہیں۔

تزکیہ اور تعمیر سیرت کا نبویؐ منہاج اور عملی نمونے

تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت و شخصیت میں نبیؐ کے منہاج میں درج ذیل چیزیں اہم ہیں:

1- **اللہ سے تعلق**: نبیؐ نے تزکیہ اور تعمیر سیرت و شخصیت کے لیے انسانوں کا تعلق اللہ سے جوڑ دیا۔ یوں انسان میں اللہ کا ڈر اور اس کی محبت پیدا ہو جاتی ہے۔ اس طرح انسان ہر وقت اللہ کو اپنے ساتھ محسوس کرتا ہے ارشاد باری ہے: اِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيْنِ (شعراء 62:26) ''بے شک میرا رب میرے ساتھ ہے وہ یقیناً میری رہنمائی کرے گا''۔ نبیؐ نے مسلمانوں کو اللہ کے ارشاد کے مطابق یوں حوصلہ دیا: لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (توبہ 40:9) غم نہ کر بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے۔

2- **اللہ کے استحضار کا باعث**: مزید یہ کہ اللہ نے فرمایا: نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق 16:50) ہم اس کی شہ رگ سے بھی اس کے زیادہ قریب ہیں۔ اس طرح نبیؐ نے انسانی تزکیہ کا مؤثر ہتھیار فراہم کر دیا کہ اللہ تمہارے بالکل قریب ہے اور ہر وقت تمہارے ساتھ ہے۔ جب انسان پر اللہ کی معیت کا احساس چھا جائے تو وہ برائی سے بہت دور ہو جاتا ہے۔ کیونکہ وہ تصور کرتا ہے کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے۔ اس تصور کی وجہ سے برائی کرنا مشکل اور اچھائی کرنا بہت آسان ہو جاتا ہے۔

3- **تقرب خداوندی کا حقیقی ذریعہ**: نبیؐ نے تزکیۂ نفس کے ضمن میں بڑی پیاری بات کی ہے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: بندہ نوافل کے ذریعے سے میرا تقرب حاصل کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ میں اُسے محبوب بناتا ہوں اور جب میں اس سے پیار کرتا ہوں تو میں اس کا کان بن جاتا ہوں جس کے ذریعے سے وہ سنتا ہے۔ میں اس کی آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ذریعے سے وہ دیکھتا ہے۔ میں اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور میں اس کا پاؤں بن جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے طلب کرتا ہے تو میں دیتا ہوں وہ میری پناہ چاہتا ہے تو میں اُسے پناہ دیتا ہوں۔ (بخاری کتاب الرقاق باب التواضع)

4- **فکر آخرت**: نبی نے تزکیۂ نفس کا ایک اور مؤثر طریقہ اختیار کیا اور وہ فکر آخرت ہے۔ اس فکر سے انسانی تزکیے کا عمل بڑی آسانی سے ترقی کرتا ہے کیونکہ انسان جب یہ سوچتا ہے کہ میں نے ایک دن مرنا ہے اور میرے تمام اعمال دنیا کا محاسبہ لازمی طور پر ہونا ہے تو وہ خود بخود برے کاموں سے پرہیز کرتا ہے اور اچھے کام کرتا ہے۔

تزکیۂ نفس بذریعہ فکر آخرت کے اثرات و نتائج: فکر آخرت سے تزکیہ کا عمل یوں نشوونما پاتا ہے:

1) **تعلق مع اللہ میں مضبوطی**: اللہ سے تعلق مضبوط ہوتا ہے اور انسان کا دل ظاہری و باطنی طور پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے خوف اور اس کی محبت سے معمور رہتا ہے۔ اس سے انسان کے اندر تقویٰ کی صفت پیدا ہو جاتی ہے۔ ارشاد باری ہے: وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (رحمٰن 46:55) ''جو اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہیں''۔

2) **احساس ذمہ داری میں استحکام**: انسان کے اندر احساس ذمہ داری پیدا ہو جاتا ہے جو انسان کو دوسروں کے حقوق کی ادائیگی پر مجبور کرتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا (الملک 2:67) جس نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تا کہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے کون اچھے

عمل کرتا ہے۔'' آخرت کے خوف کا ہی نتیجہ تھا کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا: ''اگر دریائے فرات کے کنارے بکری کا بچہ بھی بھوکا مر گیا تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے''۔

3) **عبادات تزکیۂ نفس کی محرک:** نبیؐ نے تزکیۂ نفس کے ضمن میں لوگوں میں شوق عبادت پیدا کیا جس سے لوگ روحانی طور پر مضبوط ہوئے اور خود بخود برائیوں سے دور ہوتے چلے گئے۔ اس طریقے سے لوگوں کی سیرت مضبوط اور تعمیر شخصیت بہتر خطوط پر ہوئی۔ نبیؐ نے فرمایا: نماز میری آنکھوں کی ٹھنڈک ہے اور فرمایا نماز جنت کی چابی ہے۔ اس کے علاوہ نماز کو دین کا ستون قرار دیا۔ اسی طرح روزہ کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان کے روزے رکھے اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے گئے''۔ اسی طرح زکوٰۃ کی مصلحت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد سنایا: خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا (توبہ 103:9) ان کے مالوں سے صدقہ لے کر انہیں صاف کریں اور پاکیزہ بنائیں۔

آخر میں حج جیسی عبادت آتی ہے، جس سے انسان روحانی طور پر مضبوط ہوتا ہے کیونکہ یہ مالی اور بدنی عبادت ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے حج کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''حج مقبول کی جزا جنت کے سوا کچھ نہیں''۔ اس کے علاوہ عبادت اس طرح کرنے کا حکم دیا کہ ''گویا خدا تمہیں دیکھ رہا ہے''۔ اس طرح انسان برائیوں سے رک جاتا ہے اور اس کا تزکیۂ نفس خود بخود ہو جاتا ہے۔ کیونکہ تمام عبادات کا مقصد ہی نیک بننا ہے۔ مثلاً اللہ نے فرمایا: اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ (عنکبوت 45:29) ''بے شک نماز برائی اور بے حیائی سے روکتی ہے''۔ اسی طرح روزے کا مقصد بیان کرتے ہوئے فرمایا: اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیز گار بنو۔

5) **صحبت صالحہ:** نبیؐ نے صحبتِ صالح کے ذریعے سے مسلمانوں کا تزکیۂ نفس کیا۔ صحبتِ صالح کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے اسے دیکھنا چاہیے کہ وہ کس سے دوستی کرتا ہے (ترمذی کتاب الزہد) اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ (توبہ 119:9) ''اور نیک لوگوں کے ساتھ ہی ہو جاؤ''۔ صحابہ کرامؓ نبیؐ کی محفل میں اپنے آپ کو روحانی طور پر بہت مضبوط سمجھتے تھے اور ان کی دلی کیفیت بدل جاتی تھی اور ان پر نیکی کا غلبہ ہو جاتا تھا۔

5) **ذکر خداوندی تزکیہ کے لیے صیقل** تزکیۂ نفس کا نبیؐ نے جو طریق اختیار کیا اس میں ذکر کو بنیادی اہمیت حاصل تھی۔ آپؐ نے ذکر کی تاکید کی کہ ہر وقت اللہ کے نام کا ذکر کرتے رہنا چاہیے، اس سے دل کی صفائی ہوتی رہتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا (احزاب 41:33) ''اے ایمان والو اللہ کا ذکر کثرت سے کرو''۔ رسول کریمؐ نے فرمایا ہر چیز کی صفائی ہے دلوں کی صفائی اللہ کا ذکر ہے (مشکوٰۃ کتاب الدعوات) اور فرمایا اس شخص کی مثال جو ذکر کرتا ہے اور جو نہیں کرتا زندہ اور مردہ کی سی ہے (بخاری کتاب الدعوات)

6) **کائنات میں غوروخوض کی تزکیۂ نفس میں اہمیت:** دوسری چیز جو تزکیہ میں بنیادی اہمیت رکھتی ہے وہ غور وفکر ہے یعنی کائنات پر غور وفکر اس سے انسان کا ذہن صیقل ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَيَتَفَكَّرُوْنَ

فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (آل عمران 191:3-190) آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور و فکر کے بعد پکار اٹھتے ہیں۔اے ہمارے رب تو نے یہ کائنات غلط پیدا نہیں کی، تو پاک ہے پس ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔اس طرح غور و فکر سے انسان اللہ کے قریب ہو جاتا ہے اور اُسے کائنات کی ہر چیز اللہ کی تخلیق دکھائی دیتی ہے۔

7) **دنیا پرستی کی مذمت:** نبیؐ انسان کی نفسیات سے بخوبی آگاہ تھے اس لیے کہ دنیا کی محبت بالعموم انسان کو گمراہ کرتی ہے اور برائی کے راستہ پر چلاتی ہے۔اس لیے آپؐ نے دنیا کو حد سے زیادہ اہمیت دینے اور اس کو مقصد زندگی بنانے کی مذمت کی اور فرمایا ''بوڑھے کا دل دو معاملات میں جوان رہتا ہے، ہمیشہ دنیا کی محبت اور بڑی بڑی خواہشات میں۔'' اس کے علاوہ دنیا کے لالچ کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: بنی آدم کے پیٹ کو مٹی ہی بھر سکتی ہے اور اللہ توبہ کرنے والوں کی توبہ قبول کرتا ہے۔دنیا کی حقیقت بیان کرتے ہوئے فرمایا: اَخَذَ رَسُوْلُ اللّٰهِ بِبَعْضِ جَسَدِیْ فَقَالَ كُنْ فِی الدُّنْيَا كَاَنَّكَ غَرِيْبٌ اَوْ عَابِرُ سَبِيْلٍ وَعُدَّ نَفْسَكَ مِنْ اَهْلِ الْقُبُوْرِ (بخاری) حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی مکرمؐ نے میرے کندھے کو پکڑا اور فرمایا دنیا میں اجنبی یا مسافر کی طرح رہو اور اپنے آپ کو اہل قبور ہی میں شمار کرو۔

دنیا کی حقیقت سے آگاہی احادیث کی روشنی میں: دنیا کی اصل حقیقت بیان کرتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ آخرت کے مقابلے میں دنیا کی مثال اس طرح ہے جس طرح تم میں سے کوئی آدمی دریا میں انگلی ڈالے پھر دیکھے اس کی انگلی کس چیز کے ساتھ لوٹتی ہے۔'' ایک اور حدیث میں فرمایا: ''دوزخ کی آگ شہوتوں کے ساتھ ڈھانکی گئی ہے اور جنت سختیوں کے ساتھ ڈھانکی گئی ہے۔'' (بخاری) دنیا پرستی کے فتنے سے خبردار کرتے ہوئے فرمایا: ''اللہ کی قسم میں تمہاری غربت سے نہیں ڈرتا لیکن اس بات سے ڈرتا ہوں کہ تم پر دنیا فراخ کردی جائے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فراخ کردی گئی پھر تم اس سے محبت کرنے لگو جس طرح تم سے پہلے لوگوں نے محبت کی وہ تمہیں ہلاک کردے گی جس طرح ان کو ہلاک کیا۔'' (مسلم)

8) **اسوۂ حسنہ ایک مؤثر وسیلہ:** نبیؐ نے تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت و شخصیت کے لیے اسوۂ حسنہ کو بطور مؤثر ہتھیار کے استعمال کیا کیونکہ عمل کے بغیر لوگ متاثر نہیں ہوتے۔جب متاثر نہ ہوں تو پھر وہ شخصیت دوسروں کا تزکیۂ نفس نہیں کرسکتی۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی زندگی کو مومنوں کے لیے نمونہ قرار دیا اور فرمایا: لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (حزاب 21:33) تحقیق اللہ کے رسول میں تمہارے لیے بہترین نمونہ ہے۔ایک عالم نے لکھا ہے دور نبوت میں جن حضرات نے ذات اطہرؐ سے براہ راست تعلیم و ہدایت حاصل کی ان کے قلوب منور ہو گئے اور انہیں اس نور سے اس قدر عظیم قوت حاصل ہوگئی کہ قلیل التعداد ہونے کے باوجود انہوں نے تاریخ انسانیت کے سب سے حیرت انگیز اور سب سے عظیم کارنامے سرانجام دیے اور آج بھی جو شخص اشتیاق و محبت کے جذبات سے سیرت طیبہ کا مطالعہ کرے گا اس کو ذات نبوت سے نور اور قوت حاصل ہوسکتی ہے (اسلام کا نظام تربیت ص:312) نبیؐ نے تعمیر سیرت و تزکیہ میں اپنی ذات کو نمونہ بنایا۔اس کے اثر کے بارے میں ڈاکٹر خالد علویؒ لکھتے ہیں: مثالی شخصیت تربیت فرد کا بہت اہم اور بنیادی ذریعہ ہے۔محترم رسولؐ کی شخصی تاثیر سے جو افراد تیار ہوئے وہ تاریخ انسانیت کے مثالی کردار بن گئے اور آج تک روشنی کا

ذریعہ ہیں۔قرآن نے ان افرادصالح کے بارے میں کہا: رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ (المائدہ5:119) اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔(انسان کامل ؐ،ص:285)

صحبتِ نبویؐ کے اثرات و ثمرات: آپؐ کی صحبت میں جب بھی یہ لوگ بیٹھتے تھے تو ان کی روحانی کیفیت بدل جاتی تھی۔ حدیث میں آتا ہے کہ وہ ایسے بیٹھے ہوتے تھے گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوں۔ صحابہ خود نبیؐ کی صحبت میں بیٹھتے تو باہر نکل کر وہ لطف نہ پاتے۔ یک دفعہ یہی معاملہ نبیؐ تک پہنچا تو آپؐ نے فرمایا اگر ہمیشہ ایسا رہتا تو فرشتے تم سے مصافحہ کرتے۔

9)**تزکیۂ نفس کے عمل میں دُعا کا کردار:** تزکیۂ نفس میں دعا بنیادی کردار ادا کرتی ہے۔ جب بندہ اللہ تعالیٰ سے توفیق کی طلب کرتا ہے تو اللہ خوش ہوتا ہے یوں تزکیۂ نفس میں اللہ کی مدد داخل ہونے سے انسان برائیوں سے بچ جاتا ہے اور اچھائیوں کی طرف آجاتا ہے کیونکہ شیطانی حملوں سے بچنے کے لیے اللہ کی مدد بہت ضروری ہے جو دعا کی شکل میں ہی مل سکتی ہے۔ارشاد خداوندی ہے: وَإِذَا سَأَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَإِنِّيْ قَرِيْبٌ أُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ إِذَا دَعَانِ (البقرہ2:186) ''اے نبیؐ میرے بندے آپ سے میرے متعلق پوچھیں تو انہیں بتا دو کہ میں ان کے قریب ہی ہوں، جب پکارنے والا پکارتا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں''۔ نبیؐ نے دعا کی اہمیت بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''دعا کے سوا کوئی چیز تقدیر کو نہیں پھیر سکتی اور نیکی کے سوا کوئی چیز عمر میں اضافہ نہیں کر سکتی''۔(ترمذی، کتاب القدر) ایک مرتبہ فرمایا: اَلدُّعَاءُ مُخُّ الْعِبَادَةِ (ترمذی، کتاب الدعاء) دعا عبادت کا مغز ہے اس طرح انسان کو برائیوں سے محفوظ کر کے مضبوط کردار عطا کرتی ہے۔ نبی ﷺ نے اس کو تعمیر سیرت کا اہم ذریعہ قرار دیا ہے۔

نبی مکرمؐ کی تربیت سے تیار ہونے والے بے نظیر نمونے اور رول ماڈل: نبی کریمؐ نے تزکیۂ نفس و تعمیر سیرت کا عمل کیا اس کے نتیجے میں بطور نمونہ بہت سے لوگ تیار ہوئے جن میں چند ایک بہت اہم ہیں:

1.**عشرۂ مبشرہؓ:** اس سے مراد وہ دس صحابہ کرامؓ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ان کی زندگی میں جنت کی بشارت دی۔ یہ مسلمانوں میں نبی کریمؐ کے بعد سب سے زیادہ بلند مقام رکھتے ہیں۔ یہ خوش نصیب اصحاب درج ذیل ہیں:

1۔ **حضرت ابوبکرؓ:** حضرت ابوبکرؓ کا مقام اسلام میں نبی کریمؐ کے بعد سب سے بلند ہے۔ وہ نبی کریمؐ کے بعد متفقہ طور پر خلیفہ بنے۔ نبی کریمؐ نے ان کا مقام بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''مجھ پر سب سے زیادہ ابوبکرؓ کے مال اور محبت کا احسان ہے اور اگر میں کسی کو دوست بناتا تو ابوبکرؓ کو بناتا'' (صحیح مسلم)، انہوں نے کثیر مال اللہ کی راہ میں خرچ کیا حتیٰ کہ غزوۂ تبوک میں سارا گھر کا مال اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا اور وفات کے وقت بطور خلیفہ جو آٹھ ہزار درہم تنخواہ لی تھی مال وراثت میں سے سب سے پہلے اسے واپس کرنے کا حکم دیا۔

2۔ **حضرت عمرؓ:** حضرت ابوبکرؓ کے بعد سب سے بلند مقام حضرت عمرؓ کا ہے۔ ان کے مقام کے متعلق نبی کریمؐ نے فرمایا: ''میں جنت میں گیا وہاں ایک گھر یا محل دیکھا، میں نے پوچھا یہ کس کا ہے؟ لوگوں نے کہا حضرت عمرؓ کا''۔ (صحیح مسلم) آپؓ نے دس سال حکومت کی اور عدل و انصاف کی بے نظیر مثالیں قائم کیں۔ اس کے علاوہ اللہ کی راہ میں بے دریغ مال

خرچ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے بعد متفقہ خلیفہ بنائے گئے۔ اس سے مسلمانوں میں ان کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ دین کی خاطر ہر قربانی میں سب سے آگے ہوتے تھے۔ اکثر غزوات میں بہادری کے جوہر دکھائے۔

حضرت عمرؓ کے مقام کے متعلق نبی کریمؐ نے فرمایا: ''دین کے معاملے میں عمرؓ سب سے زیادہ سخت ہیں'' اور مزید فرمایا: ''قسم اس کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے جب شیطان تم (عمرؓ) کو ملتا ہے تو اس راہ کو جس راہ میں تم چلتے ہو چھوڑ کر دوسری راہ کی طرف چلا جاتا ہے۔'' (صحیح مسلم)

3۔ **حضرت عثمانؓ**: حضرت عمرؓ کے بعد حضرت عثمانؓ متفقہ طور پر خلیفہ بنائے گئے، اس سے مسلمانوں میں ان کا مقام و مرتبے کا اندازہ ہوتا ہے۔ نبی کریمؐ کے ہاں ان کے مقام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ آپ کی دو بیٹیاں سیدہ رقیہؓ اور سیدہ ام کلثومؓ کی شادی یکے بعد دیگرے آپ سے ہوئی۔ نبی کریمؐ نے ان کے متعلق فرمایا: ''کیا میں اس شخص (عثمانؓ) سے حیاء نہ کروں جس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم) حیاء کے علاوہ حضرت عثمانؓ کی دوسری صفت سخاوت ہے۔ آپؓ نے مدینہ میں رومہ نامی کنواں خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا۔ غزوۂ تبوک کے موقع پر اسلامی لشکر کے لیے ایک ہزار اونٹ، ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار دیئے جس پر آپؐ نے انہیں جنت کی بشارت دی۔

4۔ **حضرت علیؓ**: حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ مسلمانوں کے خلیفہ بنائے گئے اس سے ان کے مسلمانوں میں بلند مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ نبی کریمؐ کی پیاری بیٹی حضرت فاطمہؓ آپ کی بیوی تھیں۔ جس سے نبی کریمؐ کے ہاں ان کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ ان کے متعلق نبی اکرمؐ نے فرمایا: ''تم میرے ساتھ ایسے ہو جیسے حضرت ہارونؑ حضرت موسیٰؑ کے ساتھ تھے مگر میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ (صحیح مسلم) غزوۂ خیبر کے موقع پر آپؐ نے فرمایا: ''میں یہ جھنڈا اس شخص کے ہاتھوں میں دوں گا جس کے ہاتھ اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔'' (صحیح مسلم) چنانچہ آپؐ نے یہ جھنڈا حضرت علیؓ کو عطا فرمایا۔ آپ بہادری، علم اور سخاوت میں مشہور تھے۔

5۔ **حضرت سعدؓ بن ابی وقاص**: صحابہ میں یہ بلند مقام کے حامل تھے۔ حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ کا انتخاب کرنے والی چھ رکنی کمیٹی کے ممبر تھے۔ اس سے مسلمانوں میں ان کے مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ نبی کریمؐ نے ان کے متعلق غزوۂ احد کے دن فرمایا: ''اے سعد تیر مار تیرے اوپر میرے ماں باپ فدا ہوں۔'' (صحیح مسلم) یہ وہ اعزاز ہے کہ جو صحابہؓ کی پوری جماعت میں شاید ہی کسی اور کے حصے میں آیا ہو۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ بہت سخی بھی تھے۔ ایک دفعہ انہوں نے اپنے گھر کا تمام مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کے لیے نبی کریمؐ سے اجازت مانگی لیکن تہائی مال خرچ کرنے کی اجازت ملی۔ یہ بہت بہادر تھے۔ حضرت عمرؓ کے زمانے میں جنگ قادسیہ میں مسلمانوں کے سپہ سالار تھے۔

6۔ **حضرت طلحہؓ**: حضرت طلحہؓ نے غزوہ احد میں نبی کریمؐ کی حفاظت کی حتیٰ کہ آپ کا ہاتھ کٹ گیا اور بدن پر پچھتر (75) زخم تھے۔ ایک سائل نے نبی کریمؐ سے پوچھا وہ مومن کون ہیں جنہوں نے اللہ کی راہ میں جان قربان کرنے کی قسم کھائی تھی۔ نبی کریمؐ خاموش رہے حتیٰ کہ حضرت طلحہؓ آئے تو فرمایا: وہ شخص یہ ہے۔ (صحیح مسلم بہ تبدیلی الفاظ) حضرت علیؓ نے ان کے متعلق فرمایا: سب سے نیک اور سخی طلحہؓ ہے۔

7۔ **حضرت زبیرؓ**: حضرت زبیرؓ نبی کریمؐ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ نبی کریمؐ نے ان کے متعلق فرمایا: ''ہر نبی کا ایک

حواری ہوتا ہے اور میرا حواری زبیرؓ ہے۔'' (صحیح مسلم) اس کے علاوہ ایک اور حدیث میں حضرت زبیرؓ کے متعلق فرمایا: ''تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں۔'' (صحیح مسلم) حضرت زبیرؓ بھی حضرت عمرؓ کے بعد خلیفہ کے انتخاب کے لیے قائم کی گئی کمیٹی کے ممبر تھے۔ اس سے ان کے مسلمانوں میں مقام کا اندازہ ہوتا ہے۔ حضرت زبیرؓ بہت سخی تھے۔ آپ کے ایک ہزار غلام جو کماتے تھے وہ اللہ کی راہ میں خرچ دیتے تھے۔

8۔**حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف**: آپؓ حضرت عمرؓ کی قائم کردہ خلیفہ انتخاب کمیٹی کے ایک معزز رکن تھے۔ اس سے مسلمانوں میں ان کی عزت وعظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ نبی کریمؐ نے دومۃ الجندل کی جنگ میں ان کو سپہ سالار بنا کر بھیجا۔ آپ بہت سخی تھے۔ وفات کے وقت وصیت کی کہ اصحاب بدر میں سے جو زندہ ہوں ان میں سے ہر ایک کو چار چار سو دینار دیئے جائیں اور پچاس ہزار درہم غرباء کو دیئے جائیں اور ایک ہزار گھوڑے اللہ کی راہ میں دیئے جائیں۔ غزوہ احد میں نبی کریمؐ کی حفاظت کرتے ہوئے زخمی ہوئے۔

9۔ **حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح**: ان کی امانت ودیانت کی گواہی نبی کریمؐ نے دی اور فرمایا: ''ہر ایک امت کا ایک امین ہوتا ہے اور میری امت کے امین ابوعبیدہ ہیں۔'' (صحیح مسلم) حضرت عائشہؓ نے نبی کریمؐ کے نزدیک پیارے لوگوں کا تذکرہ نبی کریمؐ کی زبانی بیان فرمایا: ''ابوبکر پھر عمر پھر ابوعبیدہ۔'' حضرت ابوعبیدہؓ کے دو دانت غزوہ احد میں نبی اکرمؐ کی پیشانی سے زرہ کے حلقے نکالتے ہوئے ٹوٹ گئے۔ نہایت متقی صحابیِ رسولؐ تھے۔ عہد نبویؐ کے بعد عہد عمرؓ میں شام کے محاذ پر سپہ سالار رہے اور حضرت خالدؓ بن ولید کی معزولی پر تمام اسلامی لشکر کے سپہ سالار ہوگئے۔ مسلمانوں میں ان کے مقام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اپنی وفات کے بعد جن دو اصحاب کو حضرت ابوبکرؓ نے خلیفہ بنانے کا مشورہ دیا تھا ان میں حضرت ابوعبیدہؓ بھی تھے۔

10۔ **حضرت سعیدؓ بن زید**: یہ قدیم الاسلام صحابی اور حضرت عمرؓ کے بہنوئی تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کرنے کے عوض بڑی مشکلات اٹھائیں۔ نبی کریمؐ ان کی بہت قدر کرتے تھے۔ یہ کاتبین وحی میں سے تھے۔ تمام غزوات میں شریک رہے اور عہد نبویؐ کے بعد بھی آپ جہاد میں حصہ لیتے رہے۔ آپ کے متقی ہونے کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک عورت نے آپ پر جھوٹا الزام لگایا تو وہ ان کی بددعا پر اندھی ہوگئی۔ حضرت سعیدؓ بہت نیک انسان تھے۔

ازواجُ النبیؐ

نبیؐ کی ازواج کی کل تعداد گیارہ ہے۔ ان میں سے نو ازواج مطہرات آپؐ کی وفات کے وقت موجود تھیں۔ ازواجِ مطہراتؓ کے مختصر حالاتِ زندگی درج ذیل ہیں:

1۔**حضرت خدیجہؓ بنت خویلد**: یہ آپؐ کی پہلی بیوی ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ کے علاوہ آپؐ کی تمام اولاد حضرت خدیجہؓ کے بطن سے ہے۔ ان کے بطن سے آپؐ کے دو بیٹے اور چار بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ حضرت خدیجہؓ نے اپنا تمام مال اسلام کے لیے وقف کردیا تھا۔ یہ شادی کے بعد پچیس سال آپؐ کے ساتھ رہیں۔ آپؐ نے جن سخت حالات میں بہادری سے حضور اکرمؐ کا ساتھ دیا اس کی وجہ سے آپؐ کو ان سے سب سے زیادہ محبت تھی۔ یہ اپنی زندگی میں آپؐ کی اکلوتی بیوی کی حیثیت سے رہیں۔ نبی کریمؐ نے ان کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا: آسمان اور زمین کے اندر جتنی عورتیں ہیں خدیجہؓ

بنت خویلد سب سے افضل ہیں۔ (صحیح مسلم) حضرت خدیجہؓ کے مقام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اللہ نے نبیؐ کو حکم دیا کہ وہ حضرت خدیجہؓ کو خوشخبری دیں کہ جنت میں ان کا مکان موتی کا بنا ہوا ہے۔ (صحیح مسلم)

2۔ **حضرت سودہؓ بنت زمعہ:** آپؐ نے نبوت کے دسویں سال حضرت سودہؓ سے نکاح کیا۔ ان کا پہلا خاوند سکران حبشہ جا کر عیسائی ہو گیا تھا اور یہ بیوہ ہو گئیں تھیں۔ اس طرح انہوں نے بھی آپؐ کے ساتھ لمبا عرصہ گزارنے کا شرف حاصل کیا۔ انہوں نے دورِ عمرؓ میں وفات پائی۔ آپؓ نہایت نیک دل اور متقی خاتون تھیں۔ حضرت خدیجہؓ کی وفات کے بعد انہوں نے آپؐ کی دلداری کی اور آپؐ کے بچوں کی پرورش کی۔

3۔ **حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ:** نبوت کے دسویں سال نکاح نبویؐ میں آئیں۔ حضرت عائشہؓ آپؐ کی محبوب ترین بیوی تھیں۔ یہ واحد کنواری خاتون تھیں جو آپؐ کے نکاح میں آئیں۔ آپؓ تمام امہات المومنین میں سب سے بڑی عالمہ تھیں۔ حضرت عائشہؓ کی عمر وفات نبویؐ کے وقت اٹھارہ سال تھی۔ آپؓ نے 58ھ میں وفات پائی۔ آپؓ کے مقام کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ ان کا نبیؐ سے نکاح اللہ تعالیٰ نے کیا تھا۔ ان کی سچائی کی گواہی اللہ تعالیٰ نے سورۂ نور میں دی ہے۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: عائشہؓ کی فضیلت اور عورتوں پر ایسی ہے جیسے ثرید کی فضیلت اور کھانوں پر۔ (صحیح مسلم)

4۔ **حضرت حفصہؓ بنت عمر:** غزوۂ بدر کے بعد 3ھ میں نکاح ہوا اور 45ھ میں فوت ہوئیں۔ یہ بیوہ خاتون تھیں۔ آپؓ کے پہلے خاوند حضرت خنیس بن حذافہ جنگِ بدر میں زخمی ہو کر فوت ہوئے۔ اس کے بعد وہ آپؐ کے نکاح میں آئیں۔ ان کا شمار اصحاب فتویٰ میں ہوتا تھا۔ آپ بکثرت نفلی روزے رکھتیں اور اللہ کا ذکر اور نوافل پڑھنے میں مشغول رہتی تھیں۔ وہ بڑی زاہدہ و عابدہ تھیں اور وفات کے وقت روزے سے تھیں۔ اللہ نے فرمایا: ''وہ جنت میں بھی آپ ﷺ کی زوجہ ہیں۔ وفات کے وقت تمام جائیداد صدقہ کر دی تھی۔

5۔ **حضرت زینبؓ بنت خزیمہ:** 3 ہجری میں نکاح ہوا۔ اس سے پہلے یہ حضرت عبداللہؓ بن جحش کے عقد میں تھیں اور وہ جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے۔ سخاوت کی وجہ سے یہ ''ام المساکین'' مشہور تھیں۔ نکاح کے دو یا تین ماہ بعد فوت ہوئیں۔ حضور اکرمؐ نے خود ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ وفات کے وقت آپؓ کی عمر تیس برس تھی۔ آپؓ نہایت نیک اور خدا رسیدہ خاتون تھیں۔

6۔ **حضرت ام سلمہؓ:** ان کے پہلے خاوند کا نام حضرت ابوسلمہؓ تھا جو چار ہجری میں فوت ہوئے۔ 4ھ میں حرم نبویؐ میں داخل ہوئیں۔ شہادتِ حسینؓ کے بعد وفات پائی۔ یہ بڑی دانشمند خاتون تھیں۔ آپؐ ان سے اہم معاملات میں مشورہ کرتے تھے۔ آپؓ بڑی فیاض اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔ ان کا شمار بھی فقہاء میں ہوتا تھا۔

7۔ **حضرت زینبؓ بنت جحش:** یہ آپ کی پھوپھی کی صاحبزادی تھیں۔ ان کے پہلے خاوند زیدؓ بن حارثہ تھے۔ ان سے طلاق کے بعد ان کی آپؐ سے 5ھ کے لگ بھگ شادی ہوئی۔ یوں منہ بولے بیٹے کی بیوی سے نکاح نہ کرنے کا رواج ختم ہوا۔ آپؓ نے 60ھ میں انتقال فرمایا۔ وفاتِ نبویؐ کے بعد سب سے پہلے آپؓ نے انتقال فرمایا۔ ان کی فضیلت کا اندازہ اس بات سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خود ان کا نکاح نبی کریمؐ سے کیا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ''حضرت زینب سب سے بڑھ کر نیکوکار، عبادت گزار، خدا سے ڈرنے والی، اپنے ہاتھ سے صدقہ کرنے والی اور خدا کا قرب ڈھونڈنے والی

خاتون تھیں، نبی کریمؐ نے ان کے متعلق فرمایا: یہ اللہ سے ڈرنے والی ہیں۔

8۔ **حضرت جویریہؓ بنت حارث**: یہ بنی مصطلق کے سردار کی بیٹی تھیں اور قید ہو کر آئیں تھیں۔ ان کو نبی کریمؐ نے خود پسند فرمایا اور ان کا فدیہ خود دیا، یوں آپ آزاد ہو گئیں اور 6ھ میں آپؐ سے شادی ہوئی اور 65 سال کی عمر میں 50ھ میں وفات پائی۔ ان کی عزت کی وجہ سے بنی مصطلق کے تمام قیدی آزاد کر دیئے گئے۔

9۔ **حضرت ام حبیبہؓ**: ہجرتِ حبشہ کے دوران عقد نبویؐ میں آئیں اور 44ھ میں وفات پائی۔ یہ قریش کے سردار ابوسفیانؓ کی بیٹی تھیں۔ ان کے پہلے خاوند عبیداللہ بن جحش عیسائی ہو گئے لیکن یہ اسلام پر قائم رہی تھیں۔ اس طرح یہ بیوہ ہو گئیں۔ نجاشی نے آپؐ کی شادی کا پیغام اور آپؐ کی جانب سے مہر ادا کیا اور ولیمہ کیا۔ حضرت شرجیلؓ ان کو لے کر خدمت نبویؐ میں حاضر ہوئے۔

10۔ **حضرت میمونہؓ بنت حارث**: یہ حارث کی بیٹی تھیں۔ آنحضورؐ نے عمرۃ القضا کے وقت سرف (مکہ) میں ان سے 6ھ میں نکاح کیا۔ 51ھ میں ان کا انتقال ہوا۔ آپ نیک اور پارسا خاتون تھیں۔ حضرت عائشہؓ ان کے متعلق فرماتی ہیں: ''میمونہؓ خدا سے ڈرنے والی اور رشتے داروں سے حسن سلوک کرنے والی تھیں۔'' یہ رسولؐ کے چچا حضرت عباسؓ کی بیوی کی بہن تھیں۔

11۔ **حضرت صفیہؓ بنت حي بن اخطب**: یہ خیبر کے یہودی سردار حي بن اخطب کی بیٹی تھیں۔ نبیؐ سے پہلے ان کی دو شادیاں ہو چکی تھیں۔ آپؓ جنگِ خیبر میں قید ہو کر آئیں تھیں۔ ان کو آپؐ نے اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہو گئیں۔ یہ آزاد ہو کر 7ھ میں آپؐ کے حبالۂ عقد میں آئیں۔ 36ھ میں وفات پائی۔ یہ حضورؐ سے بہت محبت کرتی تھیں۔ آپؐ بیمار ہوئے تو فرمایا: کاش! آپ کی بیماری مجھے لگ جائے۔ آپؓ نہایت خوبصورت، فیاض، ذہین اور عبادت گزار تھیں۔ دینی مسائل میں بہت دلچسپی رکھتی تھیں۔ ذاتی مکان اپنی زندگی میں ہی راہِ خدا میں وقف کر دیا تھا۔

12۔ **حضرت ماریہ قبطیہؓ**: یہ نبیؐ کی لونڈی تھیں جو شاہِ مصر نے آپؐ کو بطور ہدیہ بھیجی تھیں۔ ان سے آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے جو بچپن میں ہی فوت ہو گئے۔ آپ نہایت خوبصورت اور خوب سیرت تھیں۔

اولاد النبیؐ

اولادِ ذکور: آپؐ کے دو بیٹے تھے اور دونوں نے بچپن میں ہی وفات پائی۔

1۔ **حضرت قاسمؓ**: یہ حضرت خدیجہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ انہوں نے بچپن میں وفات پائی۔ ان کی وجہ سے نبیؐ کی کنیت ابوالقاسم تھی۔

2۔ **حضرت ابراھیمؓ**: یہ ماریہ قبطیہؓ کے بطن سے پیدا ہوئے۔ یہ بھی بچپن میں فوت ہو گئے۔ آنحضورؐ نے ان کی نمازِ جنازہ پڑھائی۔ یہ تقریباً ڈیڑھ سال زندہ رہے۔ اس طرح حضرت ابراہیمؓ آپؐ کی آخری اولاد تھے۔ ان کی وفات پر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو رواں ہو گئے۔ آپؐ کو اپنے اس فرزند دلبند سے بہت محبت تھی۔

بنات النبیؐ

1۔ **حضرت زینبؓ**: ان کی شادی ان کے خالہ زاد ابوالعاصؓ سے ہوئی۔ انہوں نے حضرت زینبؓ سے بڑا اچھا سلوک کیا۔ یہ نبیؐ کی سب سے بڑی صاحبزادی تھیں۔ ان سے حضرت امامہؓ پیدا ہوئیں جو حالتِ نماز میں آپ کی پیٹھ مبارک پر بیٹھ جاتی تھیں۔ آپ ﷺ کو ان سے بہت محبت تھی۔ انہوں نے 8 ہجری میں وفات پائی۔ ان سے نبی کریم کی محبت کا اندازہ ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ کی خدمت میں کسی نے کچھ چیزیں بھیجیں جن میں ایک سونے کا ہار بھی تھا۔ آپؐ نے فرمایا: میں اس کو اپنی محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ آپؐ نے امامہؓ کو بلایا اور وہ ہار ان کے گلے میں ڈال دیا۔

2۔ **حضرت رقیہؓ**: پہلی شادی عتبہ بن ابولہب سے ہوئی۔ نبوت کے بعد ابولہب نے ان کو بیٹے سے طلاق دلوا دی اور دوسری شادی حضرت عثمانؓ سے ہوئی اور وہ حبشہ میں حضرت عثمانؓ کے ساتھ تھیں۔ 2 ہجری میں وفات پائی۔ نبی کریمؐ کو آپ سے بہت محبت تھی۔ غزوۂ بدر کے موقع پر آپؓ نے وفات پائی۔ اس موقع پر وہ بیمار تھیں۔ آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو ان کی خدمت کے لیے چھوڑ دیا اور اس خدمت کی وجہ سے غزوۂ بدر میں شریک نہ ہونے کے باوجود ان کو مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا۔

3۔ **حضرت ام کلثومؓ**: ان کی پہلی شادی عتبہ بن ابولہب سے اور دوسری شادی حضرت عثمانؓ سے ہوئی۔ اس سے پہلے حضرت رقیہؓ ان کے نکاح میں تھیں، ان کی وفات کے بعد حضرت عثمانؓ نے سیّدہ ام کلثومؓ سے نکاح کیا۔ نبیؐ نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ 9 ہجری میں وفات پائی۔ ان کی وجہ سے حضرت عثمانؓ کو ذوالنورین کا خطاب ملا۔ آپؓ نہایت فرشتہ سیرت اور نیک خاتون تھیں۔

4۔ **سیّدہ فاطمۃ الزہراؓ**: 2ھ میں حضرت علیؓ سے نکاح ہوا۔ نبیؐ کے بعد صرف چھ ماہ زندہ رہیں اور 11 ہجری میں وفات پائی۔ ان سے حضرت حسنؓ اور حضرت حسینؓ، حضرت محسنؓ، ام کلثومؓ اور زینبؓ پیدا ہوئیں۔ سیّدنا محسنؓ بچپن میں فوت ہوگئے۔ آنحضرتؐ کو ان سے بے پناہ پیار تھا۔ نبی کریمؐ کی صاحبزادیوں میں سب سے زیادہ عمر انہی نے پائی، اس لیے نبی کریمؐ کی ان سے محبت کے واقعات مشہور ہیں۔ نبی کریمؐ نے فرمایا: فاطمہؓ (بنت محمدؐ) میرے جگر کا ٹکڑا ہے۔ (صحیح مسلم)

نبی کریمؐ کے ذریعے تزکیۂ نفس کے ثمرات کی ایک اجمالی جھلک: نبی کریمؐ نے تزکیۂ نفس کا جو نظام قائم کیا اس کے عملی نمونے عشرہ مبشرہ، امہات المومنین اور اولاد النبیؐ میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ مثلاً دس صحابہ جن میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ شامل تھے۔ انہوں نے حکمران ہوتے ہوئے بھی تقویٰ عظیم کی مثالیں قائم کیں حتیٰ کہ یہ عام آدمیوں کی طرح رہتے اور عدالتوں میں پیش ہوتے تھے۔ اس لیے ان کی مثالیں رہتی دنیا تک دی جاتی رہیں گی۔ امہات المومنینؓ نے معاشی لحاظ سے نہایت غربت و افلاس میں رہ کر بھی تزکیۂ نفس کا عملی نمونہ فراہم کیا۔ ان کی عبادات، معاملات، سخاوت، ایثار اور خدمات اسلام اس کی گواہ ہیں۔ اس کی نمایاں مثالیں حضرت خدیجہؓ کا اشاعت اسلام میں مال لٹا دینا، حضرت عائشہؓ کا علم عام کرنا اور سخاوت کرنا ہیں۔ اس کے علاوہ نبیؐ کی اولاد میں سے حضرت فاطمہؓ نے غربت افلاس میں تقویٰ اور حیا کی وہ مثالیں قائم کیں جن کی یاد رہتی دنیا تک باقی رہے گی۔

(4) اجتماعیت، تشکیل معاشرت اور اسوۂ حسنہ

اسلام دینِ فطرت ہے اور اس نے انسانی فطرت کے تقاضوں کا بدرجۂ اتم خیال رکھا ہے۔ فطرت انسانی کے کسی ایسے تقاضے یا حیات بشری کی کسی ایسی احتیاج کی نشاندہی نہیں کی جا سکتی جس کا رب کائنات کے انسانیت کے لیے پسند کردہ دینِ حق میں لحاظ نہ رکھا گیا ہو۔ چونکہ انسان طبعاً معاشرت پسند ہے اور شروع سے اجتماعی زندگی بسر کرنے کا عادی ہے اس لیے کوئی زمانہ ایسا نہیں گزرا کہ جب انسان اجتماعیت سے بے نیاز رہا ہو۔

معروف مفکر اجتماعیات ابن خلدون کی رائے: مشہور مؤرخ ابن خلدون اپنی معرکۃ الآرا کتاب ''المقدمہ'' میں اسے ان الفاظ میں بیان کرتے ہیں: ''افرادِ انسانی کا اکٹھے مل جل کر رہنا ایک ناگزیر امر ہے اور یہ وہ حقیقت ہے جسے اہل علم اس طرح بیان کرتے ہیں کہ انسان پیدائشی طور پہ مدنیت پسند واقع ہوا ہے''۔ (مقدمہ ابن خلدون ص:49)

اجتماعیت فطرت انسانی کا ناگزیر تقاضا: اجتماعی زندگی گزارنا انسان کا فطری جذبہ ہے۔ خود قرآن پاک نے اسے رحمت قرار دیا ہے۔ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً (روم 30:21) ''یہ بھی اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ اُس نے تم ہی میں سے تمھارے لیے بیویاں پیدا کیں۔ تاکہ تمھارے لیے راحت اور تسکین کا ساماں ہو اور تمھارے درمیان محبت و شفقت پیدا کی۔'' اس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معاشرت، معیشت، سیاست، تمدن اور اخلاقیات کے بارے میں تفصیلی ہدایات دی ہیں اور اسلام کے نظام عبادت سے لے کر نظام ریاست تک میں یہ اجتماعیت پائی جاتی ہے۔

اسوۂ حسنہ اور تشکیل معاشرت

(1) **معاشرت قبل از اسلام:** نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ایسے معاشرے میں آنکھ کھولی جسے ہم بجا طور پر جاہلی معاشرہ کہہ سکتے ہیں۔ اس معاشرے میں بنیادی انسانی اور اخلاقی اقدار دم توڑ چکی تھیں اور انسانی معاشرے میں حیوانیت اور بہیمیت کا عنصر غالب حیثیت رکھتا تھا۔ انبیائے سابقین کے ذریعے ملنے والی الہامی تعلیمات کا رنگ پھیکا پڑ چکا تھا اور انسان اپنے خالق و مالک کی معرفت سے بیگانہ اور عدم آشنا ہو کر ضلالت اور گمراہی کے اندھیروں میں ٹامک ٹوئیاں مار رہا تھا۔ جاہلیت اور بے راہ روی کا دور دورہ تھا۔ ظلمت کی شب تاریک ہر سو چھائی ہوئی تھی۔ ان گھمبیر اور گھٹاٹوپ اندھیروں میں رب قدیر نے اپنی مشیت بالغہ اور حکمت کاملہ کے تحت سید الاولین والآخرین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نورِ حق کے ساتھ سراجِ منیر بنا کر مبعوث فرمایا۔

بعثت نبویؐ سے قبل بدوی اور حضری طرز معاشرت: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے موقع پر عرب کی معاشرتی صورت حال دو طرح کی تھی۔ ایک بدوی اور دوسری حضری سوسائٹی تھی۔ دونوں کا نظام قریب قریب ایک جیسا تھا۔ چند ایک شہروں مثلاً مکہ، یثرب، طائف میں جو لوگ آباد تھے ان کے ہاں قبائلی سسٹم پوری طرح رائج تھا، جس میں عدل و انصاف اور حق کا معیار صرف اور صرف قبیلہ تھا۔ دوسرے الفاظ میں برادری اور قبیلہ کو الٰہ کا درجہ حاصل تھا اور ہر فرد کے لیے ضروری تھا کہ وہ جائز و ناجائز میں اپنے قبیلے کی حمایت کرے، خواہ اُس کا قبیلہ کتنا ہی غلط کیوں نہ ہو۔

جاہلی معاشرت میں عورت کی حیثیت: اس معاشرت میں عورت اور غلام کی حیثیت نہایت فروتر تھی۔ بالخصوص غلاموں کی زندگی حیوانی زندگی سے بھی بدتر تھی۔ لوگ شرم اور عار کی وجہ سے بیٹیوں کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔

رنگ، نسل اور زبان عزت وکرامت کا معیار تھے، البتہ ان کمزوریوں کے ساتھ ساتھ اُن کے اندر شجاعت، سخاوت وفیاضی، خودداری جیسی صفات بھی پائی جاتی تھیں۔ عرب کے علاوہ دیگر معاشرے بھی ٹوٹ پھوٹ اور شکست وریخت کا شکار تھے۔

اس دور کی متمدن ترین رومی اور ایرانی تھذیبوں کی صورتحال: اُس وقت رومی تہذیب کا بہت شہرہ تھا، لیکن وہاں بھی شرف وعزت کا معیار رومی ہوتا تھا۔ غیر رومی لوگ ذلت وحقارت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔

اسی طرح رومی معاشرے میں غلام اور آقا کی تقسیم بہت زیادہ تھی۔ عورت کی شخصی آزادی کو تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ اسی طرح ایرانی معاشرہ بھی طبقاتی تقسیم کا شکار تھا۔

مزدک اور مانی کے نظریات نے ایرانی معاشرے کو بہت بری طرح متاثر کیا تھا۔ ان حالات میں انسانیت کا نجات دہندہ عرب کے جاہلی معاشرے میں پیدا ہوا جس نے دیکھتے ہی دیکھتے حالات کو ایک نیا رخ دے دیا اور ایک ایسا مثالی معاشرہ قائم کیا جس کی نظیر انسانی تاریخ میں ملنا مشکل ہے۔

اسلامی معاشرے کی تشکیل کا باقاعدہ آغاز

اگرچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکی زندگی میں ہی اُن اعلیٰ اقدار کی تبلیغ واشاعت شروع کردی تھی جو اسلامی معاشرے کی تشکیل میں بنیادی کردار ادا کرتی ہیں اور اُن پر عمل کر کے بھی دکھایا دیا تھا، کہ آپؐ کے ہاں بلالؓ، صہیبؓ اور عمارؓ کا بھی وہی مقام ومرتبہ تھا، جو کہ ابوبکر، عمر اور عثمان رضی اللہ عنھم کو حاصل تھا، تاہم مکی زندگی میں اسلامی معاشرتی زندگی کے خدوخال واضح نہیں ہوئے تھے۔ اس کا باقاعدہ آغاز مدنی زندگی میں ہوا اور مؤاخات اور مسجد نبویؐ کی تعمیر اس کا نقطۂ آغاز تھا۔ اجتماعیت اور تشکیل معاشرت کے لیے آپؐ نے درج ذیل کام کیے:

1-مسجد نبویؐ کی تعمیر: ہجرت کے بعد مسلمانوں کی اجتماعی زندگی کا سب سے اہم واقعہ مسجد نبویؐ کی تعمیر ہے۔ مسجد کی تعمیر میں آپؐ نے بنفس نفیس حصہ لیا۔ اس طرح آپؐ نے اپنے اسوۂ حسنہ سے ثابت کیا کہ اسلامی معاشرت میں سربراہ حکومت بھی عام معاشرتی سرگرمیوں میں بھرپور حصہ لیتا ہے اور دنیا کے سامنے معاشرتی مساوات کا عملی نمونہ پیش کرتا ہے۔ صاحب الرحیق المختوم لکھتے ہیں: ''مسجد کی زمین کے مالک دو یتیم بچے تھے۔ آپؐ نے اُن سے یہ زمین قیمتاً خریدی اور بنفس نفیس مسجد کی تعمیر میں شریک ہو گئے۔ آپؐ اینٹ اور پتھر ڈھوتے تھے۔ اور فرماتے جاتے تھے:

اَللّٰھُمَّ لَا عَیْشَ اِلاَّ عیشُ الآخرہ

فَاغْفِرِ الْاَنْصَار وَالْمُھَاجِرَہ

ترجمہ: اے اللہ ہمارے لیے صرف آخرت کا عیش ہے اور انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔

آپؐ کے اسوۂ حسنہ سے ایک اور اہم بات سامنے آتی ہے کہ اسلامی معاشرے میں کسی کے مال پر خواہ وہ یتیم ہی کیوں نہ ہو غاصبانہ قبضہ نہیں کیا جا سکتا''۔

اسلامی معاشرے میں مسجد کی کثیر الجھتی حیثیت: مسجد صرف ادائے نماز کی جگہ ہی نہیں تھی بلکہ مسلمانوں کی اجتماعی سرگرمیوں کا محور ومرکز تھی۔ یہی جگہ تھی جہاں مسلمانوں کا معاشرتی ڈھانچہ تشکیل پا رہا تھا اور آپؐ اپنے اسوہ سے اس کی تشکیل فرما رہے تھے۔

مسجد نبویؐ، مسجد کے ساتھ ساتھ مدرسے اور مکتب کا کردار بھی ادا کر رہی تھی اور مسلمانوں کے لیے ایک ایسی جگہ تھی جس میں مدتوں جاہلی کشاکش و نفرت اور باہمی لڑائیوں سے دوچار رہنے والے قبائل کے افراد اب میل محبت سے مل رہے تھے۔ مسجد کے ذریعے سے آپؐ نے اجتماعیت و تشکیل معاشرت کا بہت کام لیا۔

2-مسلمانوں میں بھائی چارہ: مسلمانوں میں بھائی چارے کے بارے میں مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری لکھتے ہیں: ''مسجد کی صورت میں جو معاشرہ تشکیل پا رہا تھا اُسے رشتہ مؤاخات نے مزید مضبوط کر دیا۔ یہ تاریخ انسانی کا ایک نہایت ہی تابناک کارنامہ ہے۔ رسول اللہؐ نے حضرت انسؓ کے مکان میں مہاجرین و انصار کے درمیان بھائی چارہ کروایا۔ کل نوے (90) آدمی تھے۔ آدھے مہاجرین اور آدھے انصار۔ بھائی چارے کی بنیاد یہ تھی کہ یہ ایک دوسرے کے غمخوار ہوں گے اور موت کے بعد نسبی قرابت داروں کے بجائے یہی ایک دوسرے کے وارث ہوں گے۔'' (الرحیق المختوم ص:206)

معروف عالم دین محمد غزالی اپنی کتاب فِقْهُ السِّيرة میں لکھتے ہیں: ''اور قدروں کو لوگوں کے شعور اور ضمیر میں بٹھایا، ایک پودے کی طرح ان کے دلوں میں یہ نئی اخلاقیات اور قدریں کاشت کیں۔ پھر ان کی سخت نگہداشت کی گئی تا کہ ان کی جڑیں مضبوط ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی سوسائٹی پر صدیاں گزر گئیں لیکن یہ قدریں اپنی جگہ جمی ہوئی ہیں۔ حالانکہ ان صدیوں میں بادِ مخالف کے بڑے بڑے طوفان گزر گئے اور بے شمار عوامل ان قدروں کے خلاف کام کرتے رہے''۔

3- اسوۂ حسنہ کا کردار: اس نئے معاشرے کی تشکیل میں آپؐ کے اسوۂ حسنہ نے زبردست کردار ادا کیا۔ جس کی چند ایک مثالیں درج ذیل ہیں:

(1) نسلی مفاخرت اور ذات پات کے امتیازات کا خاتمہ: عربی معاشرے میں کسی کو رشتہ دینا، ایک بڑا احساس مسئلہ تھا۔ اس معاملے میں جہاں لڑکی دی جاتی تھی ان لوگوں کے لیے سخت عار تھا۔ آپؐ نے اپنی پھوپھی زاد زینبؓ بنت جحش اسدیہ کو اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہؓ کے نکاح میں دیا تا کہ جاہلی قدروں پر ضرب لگائی جا سکے۔

انہی زیدؓ بن حارثہ کو غزوہ موتہ میں لشکر کا امیر بنایا اور ان کے صاحبزادے اسامہؓ بن زید کو اکابر صحابہؓ کی موجودگی میں ایک لشکر کا امیر مقرر فرمایا اور حضرت سلمان فارسیؓ کو اہل بیت کا ایک فرد قرار دیا اور جب حضرت ابوذرؓ نے حضرت بلالؓ کو سیاہ فام عورت کا بیٹا ہونے کا طعنہ دیا تو حضور اکرمؐ شدید غصے میں آ گئے اور فرمایا: ''ابوذرؓ پیمانے کو درست رکھو۔ اسلام میں سفید عورت کے بیٹے کو سیاہ عورت کے بیٹے پر کوئی فضیلت نہیں ہے''۔ مولانا صفی الرحمٰن لکھتے ہیں: پھر ہمارے پیغمبر رہبر اعظمؐ خود بھی ایسی معنوی ظاہری خوبیوں، کمالات، خداداد صلاحیتوں، مجد و فضائل، مکارم اخلاق اور محاسن اعمال سے متصف تھے کہ دل خود بخود آپؐ کی جانب کھنچے چلے جاتے تھے اور جانیں قربان ہونا چاہتی تھیں۔ چنانچہ آپؐ کی زبان سے جونہی کوئی کلمہ صادر ہوتا صحابہ کرامؓ اس کی بجا آوری کے لیے دوڑ پڑتے۔ (الرحیق المختوم ص:262)

(2) مسلم طرز معاشرت کا نقطۂ عروج: رسولؐ نے ان خصوصیات کو اپنے طرز عمل سے مدنی معاشرے میں انتہائی کمال تک پہنچا دیا تھا۔ سید قطب شہیدؒ اس کی تصویر کشی کچھ یوں کرتے ہیں: ''انسانیت کے اس نئے جنم کے بعد اور اس عظیم انقلاب کے بعد دنیا کی فضا پر یہ قدریں حاوی رہیں۔ لیکن ایک عربی معاشرے میں ان کا حاوی ہونا اس قدر آسان نہ تھا۔ نہ مسلمانوں کے نفوس پر ان کا حاوی ہونا کوئی سہل الحصول ٹارگٹ تھا۔ رسولؐ نے تو اپنے ذاتی کمالات، پھر

ارادۂ الٰہی، پھر خدا کی طرف سے ہدایات وتصرفات اور پھر قرآن کریم کی ہدایات پر گرم جوشی سے عمل پیرا ہونے کے شوق کی وجہ سے ان عظیم اصولوں پر مبنی معاشرہ قائم کر دیا''۔

4-**حقوق و فرائض کا تعین:** نبیؐ نے تشکیل معاشرت میں ایک بڑا کام یہ کیا کہ معاشرے کے حقوق وفرائض متعین کر دیے کیونکہ حقوق وفرائض کے تعین کے بغیر کوئی معاشرہ اچھی طرح تشکیل نہیں پا سکتا۔ آپؐ نے آپس کے حقوق اور فرائض کے ادا کرنے پر زور دیا۔

میاں بیوی، والدین، استاد، شاگرد، ہمسائے، غیر مسلم وغیرہ کے حقوق مقرر کر دیئے۔ اس طرح ہر طبقہ اپنے اپنے حقوق اور اپنے اپنے فرائض سے آگاہ تھا۔ اس لیے ان کی خلاف ورزیوں پر ان کو ٹوکا جا سکتا تھا۔ آپؐ کے قائم کردہ معاشرے میں ہر فرد اپنے فرائض ادا کرنے کے لیے مستعد تھا اور دوسروں کو اپنے مفادات پر ترجیح دیتا تھا۔ نبیؐ نے فرمایا جس مرد کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان میں انصاف نہ کرے تو قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا نصف جسم مفلوج ہوگا۔ والدین کا حق ادا نہ کرنے والوں کے بارے میں فرمایا جنت کی خوشبو پانچ سو میل کی مسافت سے محسوس ہوگی لیکن والدین کی نافرمانی کرنے والے اس سے محروم رہیں گے۔

5-**مساوات اور تقویٰ:** نبیؐ نے اجتماعیت اور تشکیل معاشرت میں مساوات انسانی پر زور دیا۔ کیونکہ اسلام سے پہلے لوگ معاشرتی اونچ نیچ کا شکار تھے۔ اس میں کچھ لوگ خود ساختہ معزز تھے اور کچھ لوگ نیچ ذات سمجھے جاتے تھے۔ نبیؐ نے اس ناہمواری کو ختم کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے مساوات کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات 13:49) ''لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور عورت سے پیدا کیا پھر تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے تاکہ ایک دوسرے کی شناخت کر سکو، تم میں سب سے زیادہ باعزت اور فضیلت والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو تم میں سے زیادہ تقویٰ والا ہے''۔ نبیؐ نے حکم خداوندی کے مطابق معاشرے میں فضیلت کی بنیاد جاہلی معیار دولت، قبیلہ، علاقہ اور رنگ ونسل سے ہٹ کر صرف اور صرف تقویٰ پر رکھی۔

آپؐ نے نسلی تفاخر سے منع کرتے ہوئے فرمایا: نہ کسی عربی کو عجمی پر اور نہ عجمی کو عربی پر فوقیت حاصل ہے نہ کالا گورے سے افضل ہے اور نہ گورا کالے سے، ہاں بزرگی اور فضیلت کا کوئی معیار ہے تو وہ تقویٰ ہے۔ اس کے علاوہ تفریق آدم کی نفی کرتے ہوئے فرمایا: ''سارے انسان آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے بنائے گئے تھے۔'' آپؐ نے عملاً ایسا معاشرہ قائم کیا جہاں زیردست طبقے کو عزت دی گئی، سب سے بے وقار طبقہ غلاموں کا تھا، آپؐ نے ان کو مقام عزت عطا کیا اور ان کے حقوق مقرر کیے: اَرِقَّاكُمْ اَرِقَّاكُمْ اَطْعِمُوْهُمْ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ وَاكْسُوْهُمْ مِمَّا تَلْبَسُوْنَ ''اپنے غلاموں کا خیال رکھو ہاں غلاموں کا خیال رکھو، انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو ایسا ہی پہناؤ جیسا تم خود پہنتے ہو''۔

آپؐ نے اپنی پھوپھی زاد بہن زینبؓ کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ سے کر دیا۔ اس کے علاوہ حضرت بلالؓ حبشی جو آزاد کردہ غلام تھے ایک معزز خاندان میں بیاہے گئے۔ ان کو موذنِ رسولؐ ہونے کا اعزاز ملا اور ان کو سیدنا بلالؓ یعنی ہمارے سردار بلالؓ کہہ کر بلایا جاتا تھا۔ اسی طرح سیدنا زیدؓ کو بھی نبیؐ کی اولاد سمجھا جاتا تھا۔ اُن کے بیٹے اسامہ بن زیدؓ کو آخری لشکرِ نبوی ﷺ کا سپہ سالار بنایا گیا جس میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ جیسے لوگ بطور سپاہی کام کر رہے تھے۔

6-رشتۂ نکاح اور گھرداری کی حمایت: آپؐ نے اجتماعیت اور معاشرے کی تشکیل میں نکاح کو بہت اہمیت دی کیونکہ اس کے ذریعے سے مختلف افراد اور ان کے خاندان باہمی تعلق جوڑ لیتے ہیں جو کسی اور صورت میں ممکن نہیں۔ نکاح کی اہمیت بتاتے ہوئے رسولؐ نے فرمایا: اَلنِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِی مَنْ رَغِبَ عَنْ سُنَّتِی فَلَیْسَ مِنِّی ''نکاح میری سنت ہے جس نے میری سنت سے منہ موڑا وہ مجھ سے نہیں''۔ بے نکاح زندگی کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا: ''لَا رُھْبَانِیَۃَ فِی الاسلام'' اسلام میں رہبانیت نہیں اس سے درج ذیل اجتماعی فوائد حاصل ہوئے:

1۔ آپس میں تعلق مضبوط ہوا۔
2۔ مرد اور عورت کی ضروریات پوری ہوئیں۔
3۔ انسانی نسل آگے چلی۔
4۔ جنسی انارکی ختم ہوئی۔
5۔ پاکیزہ ماحول نے جنم لیا۔

7-امداد باھمی کا زرّیں اصول: نبیؐ نے امداد باہمی کو اجتماعیت اور تشکیل معاشرت کا اہم جز قرار دیا جس کے بغیر اجتماعیت اور تشکیل معاشرہ کا پروگرام سرانجام نہیں پا سکتا۔ آپؐ نے اس میں اللہ کے حکم کے مطابق زکوٰۃ کا نظام نافذ کیا۔ اللہ نے زکوٰۃ فرض قرار دے کر معاشرے کے کمزور طبقات کی باعزت گزر بسر کا سامان کیا۔ اس لیے نبیؐ نے فرمایا: ''اَلزَّکٰوۃُ قَنْطَرَۃُ الْاِسْلَامِ'' زکوٰۃ اسلام کا خزانہ ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اور موقع پر فرمایا: ''قَدِ افْتَرَضَ عَلَیْھِمْ صَدَقَۃً فِی اَمْوَالِھِمْ تُؤْخَذُ مِنْ اَغْنِیَاءِ ھِمْ وَ تُرَدُّ اِلٰی فُقَرَائِھِمْ'' (بخاری ومسلم) اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے امراء سے لی جائے گی اور غربا میں تقسیم کی جائے گی۔ امداد باہمی کے بارے حدیث مبارکہ ہے: ''قیامت کے دن اللہ پوچھے گا'' میں بھوکا تھا تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا'' میں پیاسا تھا تو نے مجھے پانی نہیں پلایا ''بندہ حیران ہوگا اللہ تعالیٰ بھوکا پیاسا کیسے رہ سکتا ہے، اس پر اللہ کہے گا۔ میرا فلاں بندہ بھوکا اور پیاسا تھا، اگر تو اس کی ضرورت پوری کر دیتا تو مجھے وہاں پاتا۔ ایک اور حدیث میں آپؐ نے فرمایا: ''مجھے رمضان کے روزے رکھنے اور اس مہینے مسجد حرام میں اعتکاف بیٹھنے سے زیادہ عزیز ہے کہ میں اپنے بھائی کی بوقت ضرورت مدد کروں''۔ ہمسائے کی مدد کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: وہ مومن نہیں ہو سکتا جس کا ہمسایہ بھوکا سوئے۔

8-منافی اخوت باتوں کی ممانعت: آپؐ نے اجتماعیت اور معاشرتی تشکیل کے عمل میں ایسے کاموں سے منع کیا جو اخوت کے منافی ہیں کیونکہ یہ چیزیں معاشرتی تعلقات کی خوشگواری میں بہت بڑی رکاوٹ ہو سکتی ہیں۔ یہ درج ذیل ہیں:

1۔غیبت 2۔تجسس 3۔بدگمانی 4۔عیب تلاش کرنا
5۔سودے پر سودا کرنا 6۔بغض وحسد 7۔قطع تعلقی 8۔کسی کو رسوا کرنے کی کوشش کرنا

آپؐ نے اجتماعیت اور معاشرت کے اصول وضع کر کے لوگوں پر واضح کر دیا کہ ان کی پیروی ضروری ہے پھر خلاف ورزی کرنے والوں کو روکا۔ آپؐ کا سب سے بڑا کارنامہ ان اصولوں پر خود عمل کرنا ہے اور درحقیقت یہی وہ فیکٹر ہے جس نے اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا۔

باب چہارم

1۔اسلامی تہذیب وثقافت کی تعریف

2۔اسلامی تہذیب وثقافت کے خصائص

3۔اسلامی تہذیب وثقافت کے عالمی اثرات

4۔مغربی تہذیب وثقافت اور اسلام

(الف)مغربی تہذیب کے خصائص واثرات

(ب)تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کا تنقیدی جائزہ

1۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کی تعریف

تہذیب کے لغوی معنی : تہذیب عربی لفظ ھذب سے مشتق ہے۔ یہ تفعیل کے وزن پر آتا ہے۔اس کے لغوی معانی درج ذیل ہیں:

شاخ تراشی کرنا، کانٹ چھانٹ کرنا، درست کرنا، اصلاح کرنا، خالص کرنا، نظر ثانی کرنا وغیرہ۔

اصطلاحی معنی : تہذیب کی تعریف پر اختلاف پایا جاتا ہے۔ شیخ محمد اقبال لکھتے ہیں: "ہر قوم و ملت کی زندگی کا وہ ظاہری نقشہ، ہیئت یا خدوخال جو اسے دیگر اقوام سے ممتاز کرتے ہیں"۔ میرے خیال میں تہذیب سے مراد کسی قوم کے وہ نظریات ہیں جن کے مطابق وہ زندگی گزارتی ہے۔ ہر قوم کی اپنی تہذیب ہے۔ جیسا کہ ارشادِ ربانی ہے: لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّ مِنْهَاجًا (مائدہ 48:5) "ہم نے تم میں سے تمام امتوں کے لیے دستور اور راہ عمل دیا"۔

اسلامی تہذیب سے مراد وہ تہذیب ہے جو آج سے چودہ سو سال پہلے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدائی احکامات کے مطابق تشکیل دی تھی۔ جو آج بھی چھپن سے زائد اسلامی ممالک میں قرآن و حدیث کے تہذیبی اصولوں کے مطابق موجود ہے۔اس تہذیب نے عرصہ تک دنیا پر حکومت کی اور دنیا پر بہت اچھے اثرات مرتب کیے۔

ثقافت کا مفہوم: ثقافت عربی زبان کا لفظ ہے جس کے معنی دانائی، زیرکی، کسی کام کرنے میں مہارت، تہذیب، عقلمند ہونا اور طرز تمدن کے ہیں۔ علامہ زمخشریؒ نے ثقافت کے معنی ادب سکھانے اور مہذب بنانے کے بھی بتائے ہیں۔

حدیث میں آتا ہے: وَهُوَ غُلَامٌ لَقِنٌ ثَقِفٌ وہ ایک زود فہم اور دانا لڑکا تھا۔ قرآن مجید میں آتا ہے: وَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ (بقرہ 191:2) اور ان (باغی مقاتلین) کو جہاں پاؤ قتل کرو۔ اسی طرح ثقافت کے معنی کسی چیز کو سنوارنے اور بنانے کے ہیں۔ گویا تہذیب اور ثقافت کے بنیادی معنی تقریباً ایک ہی ہیں۔

2- اسلامی تہذیب و ثقافت کے خصائص یا اسلامی تہذیب کی خصوصیات

اسلامی تہذیب و ثقافت بہت سی خصوصیات رکھتی ہے جو درج ہیں:

1-توحید: اسلامی تہذیب میں عقیدۂ توحید کو مرکزی اہمیت حاصل ہے۔ اس میں شرکت کی کوئی گنجائش نہیں۔ ایک خدا کو ماننا ذہنی یکسوئی کا باعث ہے۔ جبکہ عیسائیت اور ہندومت میں تین اور تین سے زیادہ خداؤں کو مان کر توحید کے منافی عقیدہ اختیار کیا گیا ہے۔ جس سے ذہنی یکسوئی ختم ہو جاتی ہے۔ اس کے علاوہ جب انسان ایک ہی خدا کو معبود اور نفع و نقصان کا مالک مانتا ہے تو انسانی زندگی میں اعتماد پیدا ہوتا ہے اور وہ بلا خوف و خطر زندگی گزار سکتا ہے۔ بقول شاعر مشرق

یہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

2-عظمتِ انسانی: اسلامی تہذیب میں انسان کو عظمت بخشی گئی ہے جبکہ ہندومت میں انسانوں کو بتوں کے آگے جھکایا جاتا ہے اور عیسائیت میں مریم کی مورتی کی پوجا کی جاتی ہے اور انسان کو پیدائشی گناہ گار قرار دیا گیا ہے۔ اس کے برعکس اسلامی تہذیب میں انسان کو تمام مخلوقات پر فضیلت دی گئی ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِي آدَمَ (بنی اسرائیل 70:17) "اور تحقیق ہم نے انسان کو بزرگی بخشی ہے" اس کے علاوہ ارشادِ ربانی ہے: وَهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى

الْعٰلَمِيْنَ (اعراف 140:7) ''اور اسی نے تمہیں تمام جہانوں پر فضیلت دی ہے''۔

3-**مساوات**: اسلامی تہذیب میں مساوات کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے اس کی تمام عبادات و معاملات میں تمام مسلمان برابر ہیں اور اس قسم کے امتیازات کا خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ ارشادِ ربانی ہے: يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّاُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ط اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ (حجرات 13:49)

''اے لوگو! بے شک ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور پھر تمہارے قبیلے اور برادریاں بنا دیں تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیز گار ہے''۔ اس سلسلے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کسی عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔ اس طرح اسلامی تہذیب میں مساوات کو سب کاموں پر ترجیح دی گئی ہے۔

4-**رواداری**: اسلامی تہذیب کا ایک اہم امتیاز مذہبی رواداری ہے۔ اس ضمن میں اس کی خوبیاں درج ذیل ہیں:

(i) تمام پیغمبروں کو مانا جائے۔ (ii) تمام کتب الہامی کو مانا جائے۔

(iii) کسی کے دینِ اسلام قبول کرنے میں جبر سے کام نہ لیا جائے: لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ (البقرہ 256:2) ''دین میں زبردستی نہیں'' جبری طور پر غیر مسلموں کو مسلمان بنانے سے منع کیا گیا ہے اور ان کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلامی حکومتوں، عہدِ خلفائے راشدین، عہدِ بنو امیہ، عہدِ بنو عباس میں ان کو بڑے بڑے عہدے دیے گئے اور ترکوں کے دور میں خلافتِ ترکیہ ان کی محفوظ پناہ گاہ تھی۔

(iv) غیر مسلموں کو مکمل مذہبی آزادی (v) مسلمانوں کو مذہبی مسالک کی آزادی

اس طرح اسلامی تہذیب کی نمایاں خصوصیت غیر مسلموں کے لیے رواداری ہے۔

5-**توازن و اعتدال**: اسلامی تہذیب کا اہم امتیازی پہلو زندگی کے تمام شعبوں میں توازن و اعتدال ہے۔ رہن سہن میں سادگی، لباس و مکان میں سادگی، کھانے پینے، میل جول اور بول چال میں توازن و اعتدال اسلامی تہذیب کا نمایاں وصف ہے۔ توازن و اعتدال وہ شاہ کلید ہے جس سے معاشی تنگی کی جڑ کٹتی اور فراخی رزق کے دروازے کھلتے ہیں۔ توازن و اعتدال کے درج ذیل معاشی اور اخلاقی فوائد ہیں:

(i) فضول رسموں سے نجات ملتی ہے۔ مثلاً شادی دموت کی رسومات مہندی وغیرہ۔

(ii) بچت میں اضافہ ہوتا ہے۔ انہی بچتوں پر قوم کی معاشی ترقی کا انحصار ہوتا ہے۔

(iii) دولت کی نمائش سے، جو آپس میں نفرت پیدا کرتی ہے، نجات ملتی ہے۔

(iv) انسان مقروض ہونے سے بچ جاتا ہے۔ قرض وہ لعنت ہے جس سے انسان بے شمار پریشانیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

(v) سادگی سے انسان کی عزت میں اضافہ ہوتا ہے اور وہ پیسہ جو اس کے نتیجے میں بچتا ہے معاشرے کے محروم افراد پر خرچ ہوتا ہے جس سے معاشرے میں محبت کے جذبات پیدا ہوتے ہیں اور معاشرہ معاشی طور پر ترقی کرتا ہے۔

6- **مسئولیت کا تصور**: اسلامی تہذیب میں مسئولیت کا تصور بہت شدت کے ساتھ موجود ہے۔ دنیا کے تمام اچھے برے اعمال کا حساب انسان کو برائیوں سے دور اور نیکیوں کے قریب لے جاتا ہے، اس لیے یومِ آخرت کو ایمان کا

حصہ قرار دیا گیا ہے۔ جہاں ہر اچھائی کا بدلہ اور برائی کی سزا دی جائے گی۔ مسئولیت کا یہی تصور انسان کو ایک ذمہ دار فرد معاشرہ بنا دیتا ہے۔ جس سے وہ اچھائی کی طرف تیزی سے لپکتا ہے اور برائی سے دامن بچا کر معاشرے کو امن وامان اور محبت کا گہوارہ بنا دیتا ہے۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے فرمایا: دریائے فرات کے کنارے اگر بکری کا بچہ بھی بھوکا مر گیا تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے۔

7- **عالمگیر اخوت**: اسلامی تہذیب وثقافت کی سب سے اہم صفت عالمگیر اخوت ہے۔ اسلامی تہذیب میں بھائی چارے پر بہت زور دیا گیا ہے۔ یہی وہ جذبہ ہے جس نے مسلمانوں کو آپس میں جوڑ رکھا ہے۔ آپس کی محبت کی بنیاد اخوت ہی ہے۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ (حجرات 10:49) ''بے شک تمام مسلمان بھائی بھائی ہیں''۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب مومن ایک جسم کی مانند ہیں، جسم کا کوئی ایک عضو تکلیف میں مبتلا ہو تو سارا جسم بے قرار ہو جاتا ہے''۔ یہی وہ جذبہ ہے جو مسلمانوں کو کشمیر، فلسطین، بوسنیا، چیچنیا اور فلپائن کے مسلمانوں کی مشکلات پر بے چین کر دیتا ہے۔

9- **روحانیت کی ترقی ونشوونما**: اسلامی تہذیب وثقافت انسانی روح کو مضبوط کرتی ہے جس کی وجہ سے انسانی دلوں میں روحانیت پروان چڑھتی ہے جس کے نتیجے میں انسان برائیوں سے دور اور اچھائیوں کے قریب ہوتا چلا جاتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ (مائدہ 2:5) اور نیکی اور پرہیز گاری کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون کرو اور گناہ اور بغاوت میں کسی سے تعاون نہ کرو۔

اس طرح اللہ تعالیٰ نے برائی کی مخالفت اور اچھائی کی حمایت کو ضروری قرار دیا۔ اسلامی تہذیب وثقافت میں یہی روحانیت کی بنیاد ہے۔

10- **انسانی حقوق**: اسلامی تہذیب وثقافت کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ تمام انسانوں کے حقوق ادا کیے جائیں، معاشرے کا ہر فرد دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے۔ حضورؐ نے خطبہ حجۃ الوداع میں تمام انسانوں کے حقوق کو مقرر کر دیا ہے۔ اس لیے اس کو انسانی حقوق کا پہلا چارٹر کہتے ہیں۔ اس میں عورتوں اور غلاموں جیسے کمزور طبقات کے حقوق کا اعلان کیا گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا باپ ایک ہے، عربی کو عجمی پر، گورے کو کالے پر اور کالے کو گورے پر کوئی فضیلت حاصل نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔ اس طرح اسلامی تہذیب وثقافت میں تمام انسانوں کے بنیادی حقوق کا تحفظ کر دیا گیا ہے۔

11- **اخلاقی اقدار**: اسلامی تہذیب وثقافت میں اخلاقی اقدار کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ مثلاً دیانت داری، ایفائے عہد، سچائی، عدل وانصاف، ایثار وقربانی، مہمان نوازی، خوش کلامی، حلم وبردباری، شرم وحیا، نرمی ورحم دلی، تواضع وانکساری، سادگی وقناعت، شجاعت واستقلال، سخاوت، اسلامی تہذیب وثقافت کے نمایاں خصائص ہیں۔

اس کے علاوہ بھی اسلام نے بہت سی اخلاقی اقدار کو جنم دیا جنہوں نے مل کر ایک بہترین اور عمدہ معاشرہ تشکیل دیا۔ عہد نبویؐ، عہد خلافت راشدہ تو ان اخلاقی اقدار کا مکمل نمونہ تھے۔ لیکن بعد میں بھی یہ اخلاقی اقدار اسلامی تہذیب وثقافت کا نمایاں وصف رہیں اور ان کی روشنی اور نمایاں جھلک آج بھی اسلامی معاشرے میں موجود ہے۔

14- **عدل اجتماعی**: اسلامی تہذیب وثقافت کا امتیازی پہلو عدل اجتماعی ہے۔ اس لیے خاص طور پر حقوق العباد میں تو عدل وانصاف پر بہت زور دیا گیا ہے۔ ارشادِ باری ہے: وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ

(النساء 58:4)''اور جب تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو تو عدل وانصاف سے کرو''۔ اس لیے انصاف اسلامی تہذیب کا لازمی جز ہے۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انصاف کی بنیاد رکھی اور فرمایا: اگر فاطمہؓ بنت محمدؐ بھی چوری کرتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹ دیتا۔ اس لیے آپؐ نے یہودی اور مسلمان کے مقدمہ میں فیصلہ یہودی کے حق میں کر دیا۔

3۔ اسلامی تہذیب و ثقافت کے عالمی اثرات

اسلامی تہذیب وثقافت دنیا پر چودہ سو سال تک غالب رہی۔ اس نے ہر لحاظ سے دنیا کی امامت کی۔ اس کی روشنی سے پوری دنیا منور ہوئی اور عالمی سطح پر مثبت اثرات مرتب ہوئے۔ ہم آفاقی اور عالمگیر طور پر اس کے اثرات کا مختلف عنوانات کے تحت جائزہ لیتے ہیں۔

1۔ علمی اثرات

اسلامی تہذیب وثقافت نے دنیا میں جو علمی اثرات مرتب کیے وہ درج ذیل ہیں:

1- **ترغیب علم**: اسلامی تہذیب وثقافت نے لوگوں کو جس شدت سے ترغیب علم دی ہے اس کی مثال اسلام سے قبل کے مذاہب میں نہیں ملتی۔ مثلاً ہندومت میں علم پر برہمنوں کی اور عیسائیت میں پادریوں کی اجارہ داری ہے حتیٰ کہ افلاطون جیسے روشن خیال سمجھے جانے والے فلسفی کے نظامِ فکر میں بھی معاشرے کے تمام طبقات کے لیے تعلیم کا حصول ضروری نہیں قرار دیا گیا، جبکہ اسلام ہر آدمی کے لیے علم کی ترغیب دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''کیا علم رکھنے والے اور علم نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں۔'' (زمر 9:39) اس طرح نبی ﷺ نے فرمایا: ''ہر مسلمان مرد اور مسلمان عورت پر علم حاصل کرنا فرض ہے۔'' ایک اور حدیث میں فرمایا: ''اگر طالب علم کو علم کی تلاش میں موت آ جائے تو وہ شہید ہے۔'' نیز فرمایا: ''جو آدمی تلاش علم کا راستہ اختیار کرے اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے۔'' گویا عالم انسانیت میں اس وقت علم و عرفان، حکمت و دانش، تحقیق و انکشاف اور سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی و عروج کی جو بہار ہم سب کی نظروں کے سامنے ہے یہ صرف اور صرف اسلام کے سراجِ منیرؐ کی علمی ضیاپاشیوں کا پرتو ہے۔

2- **اہل علم کی قدردانی**: اسلام میں اہل علم کی قدردانی کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عالم کی قدرافزائی کرتے ہوئے فرمایا: ''کیا علم رکھنے والے اور نہ رکھنے والے برابر ہو سکتے ہیں'' (زمر 9:39)۔ کئی احادیث عالم کی شان ظاہر کرتی ہیں۔ مثلاً

(1) علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

(2) ایک فقیہہ ہزار عابدوں پر بھاری ہے۔

(3) اللہ تعالیٰ اس آدمی کو خوش رکھے جس نے میری بات کو سنا اور آگے پہنچایا۔

نبیؐ کے بعد مسلمانوں نے مختلف ادوار میں اربابِ علم و دانش کی قدردانی کی۔ انہیں انعامات سے نوازا اور انہیں سہولتیں فراہم کیں۔ اس کے علاوہ ان کی توقیر اور عزت کا خیال رکھا۔ خود خلفاء اور ان کے بیٹے چل کر علماء کے درس میں شامل ہوتے بلکہ ہارون الرشید کے بیٹوں امین الرشید اور مامون الرشید میں استاد کی جوتیاں اٹھانے میں مقابلہ ہوتا۔ خلیفۂ وقت امام مالکؒ کے درس میں خود شریک ہوتا تھا۔

3- **تعلیم کا عام ہونا**: اسلام نے تعلیم عام کر دی۔ اسے چند لوگوں کی اجارہ داری سے نکال دیا۔ جیسے ہندومت

میں برہمن علم کا اجارہ دار ہے۔ اسلام میں مسلمان عالم کے متعلق ایسا تصور نہیں ہے، حتیٰ کہ مذہبی پیشوائیت کا جو تصور دیگر مذاہب میں موجود ہے وہ اسلام میں سرے سے مفقود ہے بلکہ دینی اور دوسرے علوم پر سب کا حق تسلیم کیا گیا حتیٰ کہ بنو امیہ کے دور میں ہندوستان اور بنو عباس کے دور میں اندلس کے غیر مسلموں پر بھی علم کے دروازے کھول دیئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ غیر مسلموں میں علم کا احیاء بھی اس دور سے ہوا۔ امیر اور غریب علم کی دوڑ میں شریک ہو سکتے تھے۔ یہاں تک کہ عبدالملک بن مروان کے دور میں سات بڑے علماء میں سے چھ غیر عرب تھے۔ محدثین میں سے اکثریت غیر عرب لوگوں پر مشتمل ہے۔

4- **مفت تعلیم**: اسلام نے ایک اور کام یہ کیا کہ تعلیم کو عام کرنے کے ساتھ مفت بھی کر دیا۔ حکومت نے مدارس قائم کر کے مفت تعلیم دینے کا کام کیا۔ ساتھ ساتھ علمائے وقت بھی مفت تعلیم دیتے بلکہ بعض طلبہ کے اخراجات بھی اساتذہ برداشت کرتے تھے۔ اس کے علاوہ مالدار طبقات بھی مفت تعلیم پر اپنا مال خرچ کرنا باعث فخر سمجھتے تھے۔ آج بھی بے شمار مدارس مفت تعلیم دے رہے ہیں۔ اس وقت صرف پاکستان میں دس لاکھ طالب علم مفت تعلیم حاصل کر رہے ہیں، یاد رہے یہ مدارس پورے عالم اسلام اور غیر مسلم دنیا میں موجود ہیں جن میں تقریباً ایک کروڑ کے لگ بھگ طلبہ و طالبات مفت تعلیم حاصل کر رہے ہوں گے۔

5- **مفید علوم کی ترویج**: مسلمانوں نے مفید علوم کی ترویج پر زور دیا اور غیر نافع علوم مثلاً جادو، موسیقی کی مذمت کی۔ اس لیے نبیؐ نے دعا سکھائی: ''اے اللہ! ہمیں علم نافع عطا فرما۔'' مفید انسانی علوم مثلاً دینی علوم، عمرانی علوم اور سائنسی علوم پر زور دیا اور ان کے مثبت استعمال پر زور دیا تاکہ انسانیت کو فائدہ پہنچے اور فلاح انسانی کے لیے استعمال ہو اور اس علم کے مضر اثرات سے انسانیت محفوظ ہو جائے۔ اس نے غیر مفید علوم مثلاً موسیقی، گانا بجانا، نجوم و رمل، شرکیہ علوم سے منع کیا ہے جو انسانوں کے لیے مفید نہیں ہیں۔

6- **تعلیمی اداروں کا قیام**: مسلمانوں نے علم کے لیے تعلیمی اداروں کو قائم کیا تاکہ طلبہ کو حصول علم میں پریشان نہ ہونا پڑے۔ عباسی دور میں باقاعدہ اداروں کا قیام عمل میں لایا گیا۔ نظام الملک طوسی نے مدرسہ نظامیہ 459ھ میں بغداد میں قائم کیا۔ اس کے علاوہ جامع ازہر 365ھ، مدرسہ مستنصریہ 432ھ، مدرسہ سعدیہ 395ھ اور مدرسہ نظامیہ نیشاپور قائم ہوئے۔ اس طرح عالم اسلام میں مدارس کا لامتناہی سلسلہ معرضِ وجود میں آیا۔ مدارس، مساجد اور علماء کے گھر تعلیمی اداروں کا روپ دھار گئے۔ صرف ہمارے ملک پاکستان میں لگ بھگ دس ہزار سے زائد مدارس کام کر رہے ہیں۔

7- **قبل از اسلام علوم سے استفادہ**: مسلمانوں نے اسلام سے پہلے علوم سے استفادہ کیا۔ فلسفہ جیسے علم کا جو گوشۂ گمنامی میں جا چکا تھا، احیاء کیا۔ اس کے علاوہ قبل از اسلام طب اور سائنس کے علوم سے بھی استفادہ کیا۔ اس طرح مختلف علوم کی ترویج و اشاعت کے ضمن میں کوئی تعصب نہیں برتا گیا۔ یوں سابقہ علوم ضائع ہونے سے بچ گئے اور ان کے مفید پہلوؤں سے انسانیت آج بھی مستفید ہو رہی ہے۔

8- **علمی تمدن کا قیام**: مسلمانوں نے حکومتی اور معاشرتی سطح پر علمی تمدن قائم کیا۔ تعلیمی اداروں، مساجد، گھروں، کتب خانوں، کتب بازاروں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ چل نکلا۔ جس نے ہر گھر کے تمدن کو علمی رنگ دے دیا۔ مسلمانوں کے گھروں میں زیادہ سے زیادہ کتابیں سجانے کا مقابلہ ہوتا تھا۔ جس سے تعلیمی تمدن عام ہوا اور ہر گھر علم و دانش کا مرکز بن گیا۔

9- **سائنسی تجربات**: مسلمانوں سے پہلے سائنس ایک نظریاتی علم تھا۔ مسلمانوں نے اس کو تجربات کا علم بنا دیا۔ اس کے لیے تجربہ گاہیں اور رصد گاہیں اور ہسپتال قائم کیے گئے۔ جس سے سائنسی آلات اور ایجادات معرضِ وجود میں آئیں۔ اس کے علاوہ سائنس دانوں کا ایک سلسلہ شروع ہو گیا جس سے سائنسی علوم میں بہت ترقی ہوئی۔

10- **ایجادات**: مسلمانوں نے اپنے دور میں بے شمار ایجادات کیں مثلاً ورنیئر، کیلکو لیٹر، حجرہ تاریک، کیمرہ، طبعی ترازو، عدسی شیشے، پن چکیاں، گھڑیاں، قطب نما، ریٹارٹ، تیز بات، اصطرلاب، کیلنڈر، آلاتِ جراحی اور عالمی نقشہ جات وغیرہ۔ اس سے یورپ نے فائدہ اٹھایا اور سائنس کی دنیا میں انقلاب پیدا کر دیا۔

11- **تعلیم کے ساتھ تربیت**: مسلمانوں نے علم کے ساتھ ساتھ انسانی تربیت پر بھی زور دیا کیونکہ صرف علمی معلومات سے اچھا انسان نہیں بنتا جب تک اس کی عملی تربیت نہ ہو۔ نبیؐ نے مسلمانوں کی اخلاقی تربیت کی۔ بعد میں خلفائے راشدین، صحابہ، علماء اور اولیاء نے یہ فریضہ سرانجام دیا۔ حدیث نبوی ہے: ''اولاد کے لیے حسنِ ادب سے اچھا کوئی تحفہ نہیں۔''

12- **صلاحیت کو ترجیح**: دین اسلام میں علم کو چند مخصوص گروہوں تک محدود نہیں رکھا گیا بلکہ صلاحیت کی بنا پر ہر شخص کو آگے بڑھنے کا حق دیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ بڑے بڑے علماء میں سے اکثر غلام زادے تھے۔

2- مذہبی و فکری اثرات

اسلامی تہذیب وثقافت نے دنیا کے فکری زاویے کو تبدیل کر دیا اور مختلف شعبوں میں مذہبی وفکری انقلاب برپا کیا۔ ہم ترتیب وار ان کا جائزہ لیتے ہیں:

1- **مذہبی اصلاحی تحریکیں**: اسلامی تہذیب وثقافت کے زیر اثر ہندومت اور عیسائیت میں اصلاحی تحریکوں نے جنم لیا۔ لوگ اسلام کے قریب ہو رہے تھے۔ اس لیے ان مذاہب کو اپنا وجود خطرے میں نظر آیا۔ ان کے درد دل رکھنے والے افراد نے اصلاحی تحریکیں شروع کیں۔ جیسے:

(الف) **عیسائی پروٹسٹنٹ تحریک**: یورپ میں اسلام کے زیر اثر آٹھویں صدی میں عیسائیت میں اصلاحی تحریک شروع ہوگئی۔ جن کا عقیدہ تھا کہ توبہ اور التجاء صرف خدا کے حضور کرنی چاہیے۔ پادریوں کے سامنے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اس کے علاوہ تصویروں اور مجسموں کی تعظیم کے خلاف تحریک چلی۔ نویں صدی کا ایک اسقف کلوڈیوس تصویروں اور صلیبوں کو جلاتا تھا اور ان کی عبادت سے روکتا تھا۔ مزید برآں عیسائی فرقہ پروٹسٹنٹ کے ایک رہنما لوتھر نے ایک اصلاحی تحریک شروع کی جو اسلام کے زیر اثر تھی۔ آج یہ فرقہ کروڑوں کی تعداد میں ہے اور انگلستان میں اس کی اکثریت ہے۔

(ب) **ہندوستان میں بھگتی تحریک**: اسلام کے زیر اثر ہندوستان میں بھگتی تحریک شروع ہوئی۔ رامانج اور رامانند نے اس تحریک کو پروان چڑھایا۔ یہ توحید اور مساوات کے قائل تھے۔ اس کے علاوہ اس تحریک کے لیے بھگت کبیر نے بھی بہت کام کیا۔ وہ بت پرستی، شراب اور ذات پات کا سخت مخالف تھا۔ ان کے علاوہ چےتنیہ بھی انسانی تکریم کا قائل اور ذات پات سے نفرت کرتا تھا۔ ان سلسلے میں آخری نام سکھ مذہب کے بانی بابا گرونانک کا ہے جس نے مسلمان صوفیاء سے علم حاصل کیا اور مکہ اور مدینہ شریف بھی گیا اور اس کی کتاب گرنتھ صاحب میں توحید اور مساوات کا نمایاں اثر ملتا ہے جو اسلام کا فیضان ہے۔ سکھ مذہب اس کا ایجاد کردہ ہے۔ جس نے آہستہ آہستہ ہندو سے الگ مذہبی گروہ کی حیثیت

اختیار کرلی۔ ہندوؤں میں ایک اور تحریک لنگایت کی تھی جس نے ستی کی مخالفت کی اور عورتوں کو دوسرے نکاح کی اجازت دی۔

2-**حریت فکر**: اسلام نے دنیا میں حریتِ فکر کا بیج بویا۔ اسپین کی اسلامی سلطنت کے زیر اثر یورپ میں عیسائیت کے جبر کے خلاف تحریکیں شروع ہوئیں۔ اس کی بنیاد ممتاز مسلمان فلسفی ابن رشد کی تعلیمات تھیں۔ مشہور مغربی مفکرین دیدرو، ہابز، روسو اور لاک اس کی فکر کے خوشہ چیں تھے۔

اسلام نے انسانیت کے پاؤں کی بیڑیاں اور گلے کے طوق کاٹ پھینکے۔ ان نظریات کا خاتمہ کیا جنھوں نے لوگوں کے پاؤں کی زنجیر اور گردنوں کا طوق بن کر حریت فکر کا جذبہ دبا رکھا تھا۔ حق تقریر و تحریر اور فکر و نظر کی آزادی اسلام کی عطا کردہ ہے۔ اس کے زیر اثر ہندوستان میں برہمیت اور یورپ میں کلیسا اور پوپ کی باطل قوت پر ضرب لگائی گئی۔

3-**شعور حیات کا اجاگر کرنا**: اسلام سے پہلے لوگوں کو ان کی زندگی کا شعور ہی حاصل نہ تھا۔ اسلام نے انسان کی قدر و قیمت بتائی اور اس کو زندگی کا صحیح شعور دیا۔ جس میں خدائے واحد کی رضا اور خدمت انسانیت کا وصف نمایاں تھا۔ تمام دنیا کے لوگوں کی خدمت کا اجر انسان کے بجائے خدا سے وصول کرنے کے جذبہ سے متاثر ہو کر اہلِ دنیا نے زندگی کا صحیح تصور اسلام سے مستعار لیا۔

4-**کائنات میں تفکر کی دعوت**: اسلام نے کائنات میں تفکر، تدبر، مشاہدہ اور تجربہ کی دعوت دی۔ یہ اسلام کا سب سے بڑا فکری احسان ہے جو انسان پر کیا گیا۔ یہیں سے دینی، سائنسی اور سماجی علوم کے سرچشمے پھوٹے جنھوں نے انسانوں کو ترقی کی راہ پر گامزن کر دیا۔ مشاہدہ، تدبر اور غور و فکر نے انسان کے لیے مختلف میدانوں میں اصلاح کا دروازہ کھول دیا۔ جس نے آگے چل کر دنیا میں انقلاب برپا کر دیا۔

5-**اندازِ حکمرانی میں تبدیلی**: اسلام سے پہلے بادشاہتوں کا دور تھا اور آمرانہ طرزِ حکومت کا رواج تھا۔ اسلام نے خلافت کا نظام دیا اور اسی خلافت کے ادارے کے ذریعے عوام سے مشاورت کے ذریعے حکومت کا نظام چلنا شروع ہوا اور عوام کو حکومتی سرگرمیوں میں شریک کر لیا گیا۔ اسی نے آگے چل کر جمہوریت کی شکل اختیار کر لی اور پھر عدل اجتماعی اور فلاحی ریاست کا تصور مقبول و مضبوط ہوا۔ آج کا مقبول جمہوری نظام دراصل اسلامی فکر کا نتیجہ ہے۔

3- معاشرتی و سماجی اثرات

اسلامی تہذیب کے معاشرتی و سماجی اثرات درج ذیل ہیں:

1-**وقارِ انسانی کا شعور**: اسلامی تہذیب و ثقافت نے معاشرے میں انسانی وقار پیدا کیا۔ اس نے انسان کے مقام و مرتبے کا شعور معاشرے میں اجاگر کیا۔ ارشاد ربانی ہے: وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ (بنی اسرائیل 17:70) اور ہم نے بنی آدم کو عزت دی ایک اور جگہ فرمایا: لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ (التین:4) بے شک ہم نے انسان کو احسن انداز میں بنایا۔

اسلام سے پہلے انسان کو عیسائیوں اور ہندوؤں نے پیدائشی گنہگار قرار دیا تھا۔ اس لیے ان کے ہاں جسمانی سزائیں قبول کرنے پر زور دیا جاتا تھا۔ اس کے برعکس اسلام نے انسان کے اشرف المخلوقات ہونے پر زور دیا۔

2-**مساوات**: اسلام نے سماجی اثرات کے ضمن میں مساوات انسانی کا تصور دیا: اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ

مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى (آلِ عمران 195:3) ''بے شک میں تم میں سے کسی مرد یا عورت کے نیک عمل کو ضائع نہیں کرتا'' اور اس کو عملی طور پر نافذ کر کے دکھایا۔ اسلام سے پہلے دولت، جاگیر، خاندان اور علاقے کی بنیاد پر لوگوں کا استحصال ہوتا تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی عربی کو عجمی پر، کسی عجمی کو عربی پر، کالے کو گورے پر اور گورے کو کالے پر کوئی برتری حاصل نہیں مگر تقویٰ کے سبب۔ تم سب آدم کی اولاد ہو اور آدم مٹی سے بنے تھے۔ عبادت ہو یا معاملات کسی انسان کو اسلام نے کسی شعبے میں برتری نہیں دی بلکہ تمام انسانوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر دیا۔ حتیٰ کہ غلام زادے اس وقت کے سب سے بڑے عالم اور حکمران ٹھہرے۔

3-**حقوق نسواں**: اسلام کے معاشرتی اثرات میں سے عورتوں کو حقوق دینا بھی ہے۔ یہ طبقہ غلاموں کے بعد سب سے محروم گروہ تھا۔ اس کو شیطان کا آلۂ کار سمجھا جاتا تھا اور روحانی ترقی میں رکاوٹ سمجھا جاتا تھا۔ اسلام نے اس ضمن میں درج ذیل اقدامات کیے:

(**الف**) **بلند مقام دینا**: اسلام نے عورت کو ماں کی حیثیت سے جنت کے حصول کا ذریعہ قرار دیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔ بیٹی کی حیثیت بلند کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص دو لڑکیوں کی پرورش کرے گا یہاں تک کہ وہ جوان ہو جائیں تو قیامت کے دن میرا اور اس کا ساتھ (دو انگلیوں کو ملا کر فرمایا) اس طرح ہو گا۔

(**ب**) ان کو نکاح اور طلاق کے ضمن میں اختیار دیے مثلاً ان کی مرضی کے بغیر نکاح کو حرام قرار دیا اور اگر مرد کے ساتھ گزارہ نہ ہو تو خلع کے ذریعے سے طلاق کا حق دیا۔ اس کے علاوہ ہر عورت کا حق مہر مقرر کیا گیا اور مرد کو حق مہر ادا کرنے کا حکم دیا گیا۔ اللہ نے فرمایا: اٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً (نساء 24:4) ''تم ان کے مہر بطور فرض ادا کرو''۔

(**ج**) اس کو خاوند ماں باپ اور اولاد کی جائیداد میں سے حصے دار بنایا۔ ارشاد باری ہے: وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ (نساء 7:4) ''اور عورتوں کے لیے والدین اور قریبی رشتے داروں کے ترکے میں سے حصہ ہے''۔

(**د**) **حق تعلیم و ملازمت**: اسلام نے خواتین کی تعلیم پر بہت زور دیا۔ ارشاد نبویؐ ہے: ''علم حاصل کرنا ہر مرد اور عورت پر فرض ہے''۔ پھر ان کے حسب حال مختلف شعبوں میں ملازمت کا حق دیا اور ان کو تقریر و تحریر کی اجازت اور بنیادی حقوق عطا کیے۔ ان اقدامات سے دوسرے مذاہب میں بھی عورت کا مقام بلند ہو گیا۔

4-**محنت کی عظمت**: اسلام نے محنت کش کی عزت کو بحال کیا، معاشرے میں پہلے دولت ہی کو معیار عزت و شرافت سمجھا جاتا تھا اور محنت کار کو کمی کمین کہہ کر مطعون کیا جاتا تھا۔ اسلام نے محنت کرنے والے کی عظمت پر زور دیا۔ اس سے اس پسے ہوئے طبقے کی عزت بحال ہوئی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''سب سے بہتر کھانا انسان کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔'' اس کے علاوہ مزدوروں کی مزدوری ادا کرنے کا حکم دیا۔ ارشاد نبویؐ ہے کہ: ''مزدور کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کرو''۔ یوں اسلام نے معاشرے میں دولت، عہدہ، جاگیر اور خاندانی امتیازات کو ختم کر کے محنت کی عظمت بحال کر دی۔

5-**بنیادی حقوق کا شعور**: اسلام نے معاشرتی اثرات میں بنیادی حقوق کا شعور پیدا کیا۔ انسانوں کو ملکیت، تحریر، تقریر اور انجمن سازی کا حق دیا۔ اس کے علاوہ حکومتی معاملات میں ان کی مداخلت کا دروازہ کھولا۔ اسلام سے پہلے لوگ ان حقوق سے محروم چلے آ رہے تھے۔

6-**خاندانی نظام**: اسلام نے خاندانی نظام کی مضبوطی پر زور دیا۔ نکاح کو اہمیت دی اور خاندان کو عزت۔ نکاح سے معاشرے کو حسب ذیل فوائد ثمرات حاصل ہوئے:

(الف) نکاح نگاہ کو نیچا کر دیتا ہے اور شرمگاہ کی حفاظت کرتا ہے۔

(ب) جس نے نکاح کیا اس نے اپنا آدھا دین محفوظ کر لیا، اُسے چاہیے کہ دوسرے آدھے میں اللہ سے ڈرتا رہے۔

اسلام سے پہلے عورت کو روحانی ترقی میں رکاوٹ سمجھا جاتا تھا جبکہ اسلام نے نکاح کو روحانیت کا سب سے بڑا محافظ قرار دیا۔ اس طرح خاندانی نظام قائم کر دیا۔ اس طرح لوگ ایک دوسرے کے دکھ سکھ میں شریک ہوتے تھے۔ اس سے دوسرے مذاہب پر بھی مثبت اثر پڑا۔

7-**آدابِ معاشرت**: اسلام نے جو معاشرتی نقوش چھوڑے ان میں سے آدابِ معاشرت بہت اہم ہیں۔ مثلاً سفر کے آداب، کھانے پینے کے آداب، ملنے جلنے کے آداب، سونے جاگنے کے آداب، مجلس کے آداب، اس سے معاشرتی زندگی میں حسن اور رعنائی پیدا ہوئی جس نے معاشرے کو محبت کی حلاوت و شیرینی سے بھر دیا۔ سورہ حجرات معاشرتی احکام پر مبنی ہے جس پر انسانیت کی کامیابی کا انحصار ہے۔

8-**نظافت و پاکیزگی**: پاکیزگی کے بارے میں اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا: وَ ثِيَابَكَ فَطَهِّرْ (مدثر 4:74) ''اور اپنے کپڑوں کو پاک رکھ''۔ اسلام نے انسان کی جسمانی پاکیزگی پر زور دیا۔ مثلاً عبادت کے لیے غسل، اور وضو کو لازمی قرار دیا، کپڑوں کی صفائی پر زور دیا۔ حتیٰ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اَلطَّهَارَةُ نِصْفُ الْاِيْمَانِ فرما کر صفائی کو نصف ایمان قرار دیا۔ اس سے اسلامی دنیا میں ذوق جمالیات پروان چڑھا۔ کھلی اور خوبصورت رہائش گاہیں، اچھے لباس اور کھانے رواج پا گئے۔ اس کے علاوہ درخت لگانا باعث ثواب قرار دیا گیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت لگانے کو صدقہ جاریہ قرار دیا تاکہ اس کے سائے اور پھل سے انسان یا پرندے فائدہ اٹھائیں۔ اس طرح ہر درخت لگانے والے کو اجر کی بشارت دی۔

9-**غلامی کا خاتمہ**: اسلام نے آہستہ آہستہ غلامی کا خاتمہ کر دیا۔ اسلامی تعلیمات کے سرچشمۂ صافی کی بدولت بہت سے غلام وقت کے سب سے بڑے عالم بنے۔ مزید برآں لونڈیوں کی اولاد (مثلاً مامون الرشید) منصب خلافت پر فائز ہوئی۔ آپؐ نے فرمایا: ''جیسا تم خود کھاؤ ویسا غلاموں کو کھلاؤ۔ جیسا خود پہنو ویسا غلاموں کو پہناؤ''۔ آج بھی اسلام لوگوں کی ذہنی اور جسمانی غلامی کے سخت مخالف ہے۔ اسلام سے زیادہ فکری آزادی کہیں نہیں ہے۔

10- **برداشت اور صبر و تحمل**: اسلام کے تحت مل جل کر رہنے کا جذبہ پیدا ہوا، کیونکہ معاشرے میں مسلمان اور غیر مسلم مل کر رہتے تھے اور ہیں۔ دنیا کا بڑا مذہب تو اسلام ہی ہے، عددی کثرت عیسائیت کا الگ پہلو ہے۔ اسلامی تہذیب نے ایک دوسرے کو برداشت کرنے کا جذبہ پیدا کیا اور ایک دوسرے کے ساتھ معاشرتی میل جول رکھنا ثواب قرار دیا۔ اس کے علاوہ دوسرے مذاہب کے پیروکاروں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا۔

4- مغربی تہذیب و ثقافت اور اسلام

مغربی تہذیب و ثقافت اور اسلام اس وقت دو مقابل قوتیں ہیں۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ اس لیے مغربی تہذیب و ثقافت اور اسلام کا جائزہ لینا ضروری ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں سب سے پہلے مغربی تہذیب کی خصوصیات

کا جائزہ لینا ناگزیر ہے۔

دورِ حاضر میں دو تہذیبیں موجود ہیں (1) مغربی تہذیب (2) اسلامی تہذیب۔ روس کی شکست کے بعد اب مغربی تہذیب نے اسلامی تہذیب پر یک طرفہ حملہ کیا ہوا ہے۔ اب ہم تہذیبوں کے تصادم کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں:

مغربی تہذیب: یہ تہذیب دراصل یہودیت اور عیسائیت کے نظریات کی حامل ہے۔ اس تہذیب کو اختیار کرنے والے ممالک میں یورپ اور امریکہ شامل ہیں جبکہ آسٹریلیا، کینیڈا اور سکینڈے نیویا کے دوسرے ممالک بھی اسی تہذیب کا حصہ ہیں۔

مغربی تہذیب کے خصائص و اثرات: اس تہذیب کے خصائص درج ذیل ہیں:

1-**عیسائیت:** اس تہذیب کی بنیاد عیسائیت ہے جو دنیا کا ایک اہم مذہب ہے۔ گو مغربی باشندوں کا مذہب کے ساتھ تعلق معمولی ہے۔ اس کا تعلق عبادات تک محدود ہے بلکہ بعض اوقات یہ تعلق صرف نظریات تک رہتا ہے۔ عملی زندگی اس مذہب سے آزاد ہے۔ لیکن اس ساری صورتحال کے باوجود ان کے اندر عیسائی تعصب پوری طرح موجود ہے۔

2-**بے دینی** : مذہب کے ساتھ ان کے معمولی تعلق کے بعد عملی زندگی میں ان کے ہاں لادینیت ہے اور سیاست، معیشت اور معاشرت پر اس کے اثرات نمایاں ہیں۔ اس پر فخر بھی کیا جاتا ہے۔ کیونکہ عیسائیت عملی زندگی میں رہنمائی سے قاصر ہے۔

3-**مادیت** : مغربی تہذیب کا بڑا انحصار صرف اور صرف مادیت پر ہے۔ مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں: بہر حال جس کا خطرہ تھا وہ پیش آیا اور یورپ کا رخ ایک مکمل اور وسیع مادیت کی طرف ہو گیا۔ خیالات، نقطۂ نظر، نفسیات و ذہنیت، اخلاق و اجتماع، علم و مادیت، حکومت و سیاست غرض زندگی کے تمام شعبوں مین مادیت غالب آ گئی۔ (انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج و زوال کے اثرات 245) اس طرح ہر چیز کو مادی نقطۂ نظر سے دیکھا جاتا ہے۔

4-**شخصی آزادی** : مغربی ممالک میں ان کے ہم مذہب باشندوں کو بڑی حد تک شخصی آزادی حاصل ہے۔ کسی پر کوئی پابندی نہیں جب تک کہ وہ دوسروں کے حقوق میں دخل اندازی نہ کرے اور یہ آزادی دوسرے مذاہب مثلاً مسلمانوں کو بھی ایک حد تک حاصل ہے، اگرچہ وہ آزادیوں سے پوری طرح فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اس معاملے میں مغربی تہذیب کا دہرا معیار ہے۔ جیسے مسلم خواتین کو پردہ کرنے یا سکارف پہننے کی اجازت نہیں۔

5-**خاندانی نظام کا خاتمہ** : مغربی تہذیب میں خاندان کا ادارہ تباہ ہو کر رہ گیا ہے۔ لڑکیاں اور لڑکے بلوغت کے بعد آزاد ہو کر نئی زندگی کا آغاز کرتے ہیں۔ ماں باپ اپنی راہ لیتے ہیں جبکہ بوڑھے افراد کو Old Houses کی زینت بنا کر قید تنہائی میں دھکیل دیا جاتا ہے۔ چھوٹے بچوں کو سنبھالنے والے ادارے (Day Care Center) بھی موجود ہیں۔ لیکن خاندانی نظام ٹوٹنے سے ایک بحران اور زبردست خلا پیدا ہو گیا ہے۔

6-**جنسی بے راہ روی** : آزادی کے نتیجے میں جنسی بے راہ روی نے بہت فروغ پایا ہے اور بغیر نکاح کے مرد عورت اکٹھے رہ سکتے ہیں جس سے یہاں میاں بیوی کا تعلق کھیل بن گیا ہے اور طلاق کے مقدمات اس کثرت سے پیش آتے ہیں کہ عدالتیں ان کو نمٹانے سے قاصر رہ جاتی ہیں۔ طلبہ دور طالب علمی میں جنسی تجربات سے گزر جاتے ہیں اور دوسرے افراد انہی تجربات میں زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس طرح شادی کا مقدس ادارہ ختم ہو گیا ہے۔ نتیجتاً نئی نسل تربیت سے محروم ہو گئی ہے۔

7-**جمهوریت**: مغربی تہذیب کا ایک اہم حصہ وہاں کے نظام حکومت کا جمہوری نظام ہوتا ہے۔اس کی وجہ سے مغربی ممالک نے بہت ترقی کی ہے۔جس نے وقتی طور پر اس تہذیب کو غلبہ عطا کر دیا ہے اور یہ دوسری تہذیبوں پر غلبہ حاصل کر رہی ہے۔ لیکن مغربی ممالک مسلمان ملکوں میں جمہوریت کے مخالف ہیں مثلاً ایران، سوڈان اور فلسطین میں ان جمہوریت پسند نہیں ہے۔

8-**علوم و فنون میں ترقی** : مغربی تہذیب کے نظریات میں علوم و فنون میں ترقی بھی شامل ہے۔آج اس تہذیب کے حامل دنیا میں علوم وفنون کے امام ہیں۔یہاں اس میدان میں لوگوں کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے اور دنیا کے بہترین دماغ جمع کیے جاتے ہیں۔اسی غلبۂ علوم نے ان کو دنیا میں اجارہ دار بنا دیا ہے، یہی وجہ ہے وہ دوسروں کو علم سے محروم کرنے کی منصوبہ بندی کر رہے ہیں۔

9-**اسلام دشمنی** : اس تہذیب کے اساسی نظریات میں اسلام دشمنی کا عنصر نمایاں ہے۔انسانی اقدار اور اخلاقی اصولوں کی پروا کیے بغیر مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتے۔اس کی وجہ مسلمانوں کے ساتھ ان کی پرانی مخاصمت ہے۔نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں اور مابعد مسلمانوں نے زیادہ عیسائی ممالک فتح کر لیے اور آج وہاں اسلام غالب مذہب بن گیا مثلاً شام، اردن، فلسطین، مصر، لیبیا، لبنان، ترکی وغیرہ، الغرض اس زمانے کی عیسائی سلطنت میں جس کو رومی یا بازنطینی کہتے تھے اور جس کا دارالحکومت یورپ میں قسطنطنیہ تھا مسلمانوں نے فتح کر کے اس میں اسلام کا جھنڈا گاڑ دیا پھر صلیبی جنگوں نے جو ایک صدی سے زائد عرصے سے جاری رہیں اس دشمنی کو زندہ کر دیا۔اس کے علاوہ ترکوں اور اسپین کے اسلامی حکمرانوں نے براعظم یورپ میں کافی عرصہ حکومت کی۔اس لیے مغربی تہذیب آج تک اسلام دشمن ہے۔

یہ تھے مغربی تہذیب کے خصائص۔جن پر اس تہذیب کی عمارت استوار ہے۔اب ہم ان وجوہات پر نظر ڈالتے ہیں جن کی وجہ سے دونوں تہذیبوں کا تصادم وجود میں آیا۔

تہذیبی کشمکش کی وجوہات/تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کا تنقیدی جائزہ

ہماری نظر میں یہ تہذیبی کشمکش بلاوجہ نہیں بلکہ یہ فطری ہے۔اب ہم تہذیبوں کے تصادم کے نظریے کا تنقیدی جائزہ لیتے ہیں جس کی وجوہات درج ذیل ہیں:

1-**نظریاتی اختلاف**: اسلامی اور مغربی تہذیب کے ٹکراؤ کی وجہ ان دونوں کے درمیان نظریاتی اختلاف ہے۔دونوں کے درمیان تصادم دو نکات پر ہے۔امر ثابت صاحب جامعہ ہالگری البرٹا کینیڈا لکھتے ہیں: ''اسلامی فکر کی بنیادیں جو مغربی فکر کی انسانی بنیاد کے برعکس الہامی دانسانی ہیں اسلام کے احیا کا ایک مفروضہ پیش کرتی ہیں جو خارجی اور معاشی حقائق سے آزاد ہو............. اسلام کو اس کی الہامی فطرت سے الگ کرنے کی کوششیں اس کی حیثیت کم کرنے والی بلکہ بالکل غلط ہیں''۔(ہفت روزہ ایشیا، 15 اگست، 2001ء، ص 82) اسلام ایک الہامی دین اور مغرب صرف اور صرف مادیت پر یقین رکھتا ہے۔

(الف) **تصور مذہب** : اسلام کے مذہبی تصور میں یہ بات عیاں ہے کہ یہ پوری زندگی کا ضابطۂ حیات ہے جبکہ مغربی تہذیب مذہبی تصور کو صرف ذاتی زندگی تک محدود سمجھتی ہے اور اجتماعی زندگی کو اس کے تابع نہیں سمجھتی۔

(ب)**تصور مفادات کا اختلاف:** اس کے علاوہ ان دونوں میں ایک بڑی وجہ نزاع یہ بھی ہے کہ دونوں کا تصور مفادات مختلف ہے۔ اسلام اپنے مفادات کے ساتھ ساتھ دوسروں حتیٰ کہ غیر مسلموں کے مفادات کی حفاظت کا قائل ہے کیونکہ ذاتی مفاد کوئی مقصد زندگی نہیں جبکہ مغربی تہذیب میں اصل مقصود اپنے مفادات ہیں، اس کے لیے وہ ہر اوچھا ہتھکنڈا استعمال کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ جبکہ اسلام ناجائز طریقہ سے حصولِ مال کو باعث تباہی سمجھتا ہے۔ ارشاد باری ہے: وَلَا تَأْكُلُوٓا أَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ (بقرہ188:2) ''لوگو! آپس میں ایک دوسرے کا مال غلط طریقے سے نہ کھاؤ۔''

2-**مغرب کا مشرق سے قومی تعصب:** مغربی لوگ مشرقی اقوام کو گھٹیا سمجھتے ہیں۔ مشرقی اقوام میں مسلمان چونکہ اکثریت میں ہیں۔ اس لیے ان سے نفرت ان کے تعصب کا حصہ ہے علاوہ ازیں وہ مشرقی اقوام حتیٰ کہ اپنے ہم مذہب عیسائیوں کو بھی دوسرے درجے کا انسان سمجھتے ہیں۔ ان میں سے کوئی پاپائے روم نہیں ہوسکتا۔ ان سے شادی بیاہ کے معاملات نہ ہونے کے برابر ہیں۔ مشرقی عیسائی مملکتیں مثلاً ایتھوپیا، فلپائن اور آرمینیا وغیرہ غریب ہیں۔ انہیں صرف سیاسی اغراض کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ آج تک کوئی مشرقی عیسائی پوپ نہ بن سکا۔

3-**عیسائیت کی ادھوری اور ناقص تعلیمات:** عیسائیت ایک مذہب ہے دین نہیں یعنی یہ زندگی کی مکمل رہنمائی نہیں کرتا۔ اس لیے مغربی تہذیب کو مذہبی سہارے نے نیم حکیم بنا دیا۔ وہ عیسائیت سے صرف عبادات تک تعلق رکھتے ہیں۔ اپنے معاملات میں مذہب کو دخل نہیں دینے دیتے کیونکہ ماضی میں عیسائی مذہبی رہنماؤں نے بہت ظلم کیے۔ اس طرح ناقص تعلیمات اور پاسداران مذہب کے تشدد نے مغربی اقوام کو مذہب کا دشمن بنا دیا۔ اور وہ اسی فکر کو اسلام پر مسلط کرنا چاہتے ہیں جس سے تصادم ہوتا ہے۔

4-**خدا فراموشی:** خدا کی یاد اور اس کی ہدایات انسانیت کی جان ہوتی ہیں لیکن مغربی تہذیب نے خدا کو فراموش کر دیا ہے۔ اس طرح ان میں خدا خوفی کے جذبات ختم ہو گئے ہیں۔ اب تو وہ مشکل سے مشکل وقت میں بھی خدا کو یاد نہیں کرتے۔ جنگ عظیم دوم کے زمانے میں لندن میں بسنے والا ایک ہندوستانی لکھتا ہے: ''کھا پی کر ہم لوگ ناچ رہے تھے کہ یکا یک خطرے کا سائرن بجا، پہلے تو ایک دم خاموش ہو گئے مگر ناچ بند کئے بغیر ایک بولا کیا صلاح ہے؟ ایک لڑکی نے جواب دیا ناچتے رہیں گے، چنانچہ ہم سب ناچتے رہے اور گانوں اور قہقہوں سے سارا مکان تو کیا سارا محلّہ گونجنے لگا''۔ (ہوائی حملہ 71، آغا اشرف دہلوی)۔ اس طرح خدا اور مذہب کو عملاً دیس سے نکال دینے کی کوشش کی گئی۔

5-**آلات و وسائل کا غلط استعمال**: مغربی تہذیب کی ساری ترقی میں آلات و وسائل کا غلط استعمال معمولی بات ہے۔ ان چیزوں کو صرف ذاتی مفاد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ جیسے ایٹم بم 14 جولائی 1945ء میں ہیروشیما پر پھینکا گیا ہیروشیما کی میونسپلٹی کے صدر نے 20 اگست 1949ء کو اعلان کیا کہ ہلاک ہونے والوں کی تعداد دو لاکھ دس ہزار سے دو لاکھ چالیس ہزار تھی۔ اس طرح اب افغانستان اور عراق میں لاکھوں مسلمانوں کو مارا جارہا ہے۔

اب ان وسائل اور آلات کو صرف اور صرف اپنے ذاتی مقاصد میں رکاوٹ بننے والے عناصر خاص طور پر مسلمانوں کی تباہی کے لیے استعمال کیا جارہا ہے۔ کیونکہ وہ مغربی تہذیب کے مفروضہ حریف ہیں۔

6- **اسلام سے تعصب**: یہ بات یقین کی حد تک درست ہے کہ مغربی تہذیب اسلام سے تعصب اور تنگ نظری رکھتی ہے اور اس کا مظاہرہ مختلف شکلوں میں ہوتا رہتا ہے۔ ان مظاہر کا مختصر خاکہ حسب ذیل ہے:

(ا) مسلمان ممالک پر قبضہ کیا گیا اور ان کے وسائل کو لوٹا گیا۔

(ب) یہاں اپنے مفادات والے لوگوں پر بے جا عنایات کی گئیں اور اس کے برعکس مخالفین کا گھیرا تنگ کیا گیا۔

(ج) مسلمانوں کے درمیان اتحاد کی کوششوں کو سبوتاژ کیا گیا۔ جیسے اسلامی کانفرنس کو مؤثر نہیں بننے دیا گیا اور اسلامی اتحاد کے داعی شاہ فیصل کو قتل کروا دیا گیا۔ اسلام پسند قیادت کو جبراً ختم کروایا گیا۔ جیسے نائیجریا میں حاجی طفیل دبیلو، ترکی میں عدنان میندریس، اربکان، مصر میں اخوان المسلمین، پاکستان میں جماعت اسلامی، سوڈان میں حسن ترابی، افغانستان میں طالبان اور اب ایران کی حکومت کے خاتمہ کی کوششیں۔

(د) اسلامی قیادت یا اچھے عناصر کے خاتمہ کے لیے مختلف حربے استعمال کیے گئے۔ مثلاً فوجی انقلاب، بیرونی حملے، معاشرتی واقتصادی حربے، تومیتوں کا استعمال الغرض کوئی حربہ نہیں جو آزمایا نہ گیا ہو۔

(ر) مسلمانوں کے بارے میں ہر معاملے میں دہرا معیار برقرار رکھا گیا جیسے عراق، کشمیر، بوسنیا، فلسطین، اور چیچنیا میں چونکہ مسلمان مر رہے ہیں۔ اس لیے وہاں انسانی حقوق متاثر نہیں ہوتے جبکہ مشرقی تیمور میں عیسائیت کی وجہ سے جلد مسئلہ حل کروایا گیا۔

(ز) ذرائع ابلاغ کے ذریعے سے غلط تہذیبی عناصر خوشنما بنا کر پیش کیے جا رہے ہیں۔ جیسے بے حیائی، عریانی، موسیقی اور ناچ کو روشن خیالی اور اعتدال پسندی کے نام سے قابل قبول بنایا جا رہا ہے اور ایسی رپورٹس جو مسلمانوں کے مخالف ہوں پیش کر کے انہیں عالمی سطح پر دہشت گرد اور بنیاد پرست کے طور پر بدنام کیا جا رہا ہے۔

(ہ) نظام تعلیم کے ذریعے سے اسلامی نظریات وعقائد کو کمزور کیا جا رہا ہے لادینی ماحول بنایا جا رہا ہے۔ جیسا کہ اب پاکستان میں آغا خان تعلیمی بورڈ کے قیام کی کوششیں ہو رہی ہیں۔

(ی) اسلامی شعائر پر پابندی لگائی جا رہی ہے۔ مثلاً جرمنی میں ایک مصری مسلمان عورت کو باپردہ ہونے کی وجہ سے قتل کر دیا گیا ہے اور فرانس میں پردے پر پابندی لگا دی گئی ہے۔ امریکی پادری قرآن جلانے کی بات کر رہا ہے۔

7- **اسلام کا خوف**: گو اس وقت مسلمان عالمی سطح پر مادی لحاظ سے کوئی بڑی قوت نہیں لیکن اسلامی نظریات میں بہت قوت ہے اس سے مغربی تہذیب خوفزدہ ہے کیونکہ وہ نظریاتی طور پر اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ماضی میں اسلام کی برتری کا منظر وہ دیکھ چکے ہیں کیونکہ اسلام نے مشرق کی رومی سلطنت کو سیاسی اور مذہبی طور پر اپنا ہمنوا بنا لیا تھا۔ پھر اسلامی تحریکیں ہر ملک میں موجود ہیں، بعض جگہ پر تو وہ الیکشن جیت گئی تھیں مثلاً الجزائر، ترکی، نائیجیریا اور فلسطین وغیرہ میں اس لیے وہ دنیا میں کوئی اسلامی مملکت نہیں بننے دیتے۔ جہاں اسلام پسند جمہوریت کے ذریعے آگے آئے ان کی حکومتیں ختم کر دی گئیں مثلاً ترکی اور فلسطین میں۔

8- **مغربی جمہوریت**: یہ اسلام کے مشاورتی نظام سے متصادم ہے۔ یہ بھی مغربی غلبے کا ایک ذریعہ ہے۔ معروف مستشرق اور غیر متعصب مغربی مفکر دانشور ایڈورڈ سعید لکھتے ہیں "خونخوار مغربی فکر کے سیاسی ترجمان جمہوری رویے نے صرف آزادی کا نقاب اوڑھ رکھا ہے حالانکہ اس کے دماغ میں تسلط واستیلاء کا منصوبہ ہی غالب اور پوشیدہ ہے"۔ (ہفت

روزہ ایشیا، 15 اگست، 2001ء ص 30)

9- **توہین رسالت**: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین مغرب کا اہم مشغلہ ہے۔ ابھی حال ہی میں ہالینڈ کے ایک اخبار نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کارٹون شائع کیے جس سے مسلمانوں میں شدید ردعمل ہوا۔ پورا مغرب ہالینڈ کی پشت پر کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد دوسرے مغربی ممالک میں بھی کارٹون شائع کرنے کا یہ سلسلہ چل نکلا۔ اس طرح وہ اسلام کے بنیادی عقائد رسالت اور قرآن پر حملہ آور ہوتے رہتے ہیں جس کے نتیجے میں اختلافات بڑھ رہے ہیں۔

اسلامی اور مغربی تہذیب کا موازنہ /تنقیدی جائزہ

	اسلامی تہذیب	مغربی تہذیب
-1	اسلامی تہذیب ایک نظریاتی تہذیب ہے جس میں زندگی کے واضح اصول بیان کیے گئے ہیں۔	مغربی تہذیب کا کوئی نظریہ نہیں، حالات اور مفادات کے مطابق تبدیل ہوتی رہتی ہے۔
-2	اسلامی تہذیب میں دین کا واضح تصور موجود ہے جس میں زندگی کی حدود و قیود متعین کر دی گئی ہیں جس کے مطابق زندگی گزارنا آسان ہے۔	مغربی تہذیب میں دین کا واضح تصور موجود نہیں۔ عیسائیت اور یہودیت جو مذاہب اس تہذیب کے روحانی رہنما ہیں تعلیمات کے اعتبار سے ناقص ہیں۔ ان کی رہنمائی صرف عبادات تک محدود ہے۔
-3	اسلامی تہذیب مادیت اور روحانیت کا حسین امتزاج ہے۔ اس میں دونوں کا حیرت انگیز توازن رکھا گیا ہے۔ نہ روحانیت کا غلبہ ہے کہ مادیت نظرانداز کر دی جائے نہ مادیت کا غلبہ کہ وہ روحانیت کو کچل دے۔	مغربی تہذیب روحانیت سے بالکل خالی ہے۔ اس میں مقصدِ حیات صرف اور صرف دولت کا جائز اور ناجائز طریقے سے حصول ہے۔ اس کے لیے ہر شیطانی حربہ استعمال کیا جاتا ہے۔
-4	اسلامی تہذیب نے خاندانی نظام کو مستحکم کیا ہے۔ نکاح کو ضروری قرار دیا اور ازدواجی تعلقات کی اہمیت بیان کی ہے۔ طلاق کو ناپسندیدہ قرار دیا ہے۔	مغربی تہذیب میں خاندانی نظام ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔ طلاقوں کا سلسلہ عام ہے جس کی وجہ سے ازدواجی تعلقات دن بدن کشیدہ ہو رہے ہیں اور زنا عام ہے۔
-5	اسلامی تہذیب میں عصمت انسانی پر زور دیا گیا۔ مرد کو ایک سے زائد بیویاں رکھنے کی اجازت ہے لیکن جنسی تسکین صرف بیویوں تک محدود ہے۔ بے پردگی، بے حیائی اور زنا سخت جرم ہیں۔	مغربی تہذیب میں عصمت کا تصور دھندلا چکا ہے زنا، بے حیائی اور بے پردگی عام ہے جس نے نظام عفت و عصمت کو ختم کر کے رکھ دیا ہے
-6	اسلامی تہذیب میں مساوات کا مضبوط تصور موجود ہے جس میں تمام مسلمانوں بلکہ انسانوں کو برابر اہمیت دی جاتی ہے۔ جس سے انسانیت باوقار مقام حاصل کر لیتی ہے۔	مغربی تہذیب میں مساوات کا تصور بہت کمزور ہے اگر ہے بھی تو صرف اپنے ملکوں تک محدود ہے جبکہ دوسرے مذاہب اور مفادات میں مزاحم لوگوں میں مساوات قائم نہیں کی جاتی بلکہ انہیں ذلیل کرنے کے لیے ہر حربہ برتا جاتا ہے۔

7-	اخوت کا تصور اسلامی تہذیب کا اہم رکن ہے جس میں تمام مسلمان بندھے ہوئے ہیں۔ جس سے مسلمانوں میں باہمی ہمدردی پیدا ہوتی ہے۔	مغربی تہذیب میں مساوات کا تصور کمزور ہے۔ اس لیے آپس میں ہمدردی خاص مفادات تک محدود ہے۔ جنگِ عظیم اول اور دوم میں اس کی دھجیاں بکھیر دی گئیں۔
8-	اسلامی تہذیب میں پاکیزگی کا تصور بہت مضبوط ہے اور جسمانی اور روحانی طہارت پر زور دیا گیا ہے۔ مزید برآں اس کو نصف ایمان قرار دیا گیا ہے۔	مغربی تہذیب میں روحانی اور جسمانی پاکیزگی کا تصور بہت کمزور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جسم، لباس اور روح ناپاک رہتے ہیں، اس کی سزا انسانیت بھگت رہی ہے۔
9-	اسلامی تہذیب عالمگیر تہذیب ہے جو تمام انسانوں کے لیے قابلِ قبول ہے۔ اس لیے اس کا تصور زندگی آفاقی ہے۔	مغربی تہذیب محدود سوچ رکھتی ہے۔ یہ انسانوں کی تباہی کا باعث ہے اس لیے اس کا تصور تنگ نظری اور تعصب پر مبنی ہے۔
10-	اسلامی تہذیب امنِ عالم کی علمبردار ہے۔ بوقت ضرورت لڑائی کی جاتی ہے۔ اس کے جھنڈے تلے مسلمان و غیر مسلم امن سے زندگی گزارتے رہے ہیں اور گزار رہے ہیں۔	اسرائیل مسلمانوں کو ختم کر رہا ہے۔ امریکہ اور مغربی ممالک نے افغانستان اور عراق میں مسلمانوں کا قتلِ عام کیا ہے۔ اس کے علاوہ جنگ عظیم اول و دوم میں ڈیڑھ کروڑ انسان ہلاک کر دیے۔

تہذیبی کشمکش یا تہذیبی تصادم کے نتائج

اب ہم عصری تہذیبوں کے کشمکش سے پیدا ہونے والی صورتحال کا جائزہ لیتے ہیں۔

مسلمانوں پر اثرات: مغربی تہذیب کے نتیجے میں مسلمانوں پر درج ذیل منفی اثرات مرتب ہوئے ہیں:

1-**ذہنی اضطراب:** مسلمانوں کو مغربی تہذیب نے ذہنی اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔ مثلاً وہ ایک چیز کو اسلامی طور پر غلط سمجھتے ہیں لیکن متبادل ماحول نہ ہونے کی وجہ سے اسے اختیار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ اس کی ایک مثال سود ہے۔ مسلمان اس کو حرام سمجھتے ہیں لیکن مجبوراً اس کو اختیار کرتے ہیں۔ اس اضطراب نے مسلم معاشرے کو نا قابل تلافی نقصان پہنچایا ہے اور معاشرہ دورنگی اور منافقت میں مبتلا ہو گیا ہے اور مسلمان چکی کے دو پاٹوں میں پس رہا ہے۔ ذہنی طور پر وہ اسلام سے انحراف بھی نہیں کر سکتے اور نہ مغربی تہذیب کو مکمل طور پر اپنا سکتے ہیں۔ اس طرح معاشرہ تضادات کا شکار ہو کر بے سکون اور بے منزل ہو گیا ہے لیکن لوگوں کی اسلام سے محبت بہرحال قائم ہے جس کے ہوتے ہوئے معاشرہ نا قابل اصلاح نہیں رہتا۔

2-**لادینی نظریات:** مسلمانوں میں مغربی تہذیب کے ذریعے سے لادینی نظریات پھیل رہے ہیں، خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ طبقہ اس سے متاثر ہو رہا ہے۔ پھر یہی متاثرہ طبقہ مغربی سرپرستی کی وجہ سے برسر اقتدار بھی ہے۔ اس لیے ان نظریات کی ترقی فطری امر ہے لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی ہے۔ اس طرح عام معاشرہ لادینی نظریات سے محفوظ ہے اور لادینیت سے نفرت بڑھ رہی ہے۔

3-**مفادات کا تقدم:** مغربی تہذیب کے زیر اثر اب مسلمان بھی ہر بات میں اپنے مفادات کو مقدم رکھنے لگے ہیں۔

یہ طبقہ بھی آہستہ آہستہ اپنی عملی افادیت ثابت نہ کر سکنے کے باعث نفرت کا نشانہ بن رہا ہے۔اس لیے مغربی نظریات سے متاثر طبقہ مسلمانوں میں غیر مقبول ہو رہا ہے۔میڈیا کے آزاد ہونے کی وجہ سے اب یہ طبقہ بے نقاب ہو رہا ہے اور اس کی اصلیت کھل کر سامنے آرہی ہے اور لوگوں میں سے اس سے نجات کا جذبہ بھڑک رہا ہے جو کسی وقت بھی شعلہ جوالا بن سکتا ہے۔اس کی تازہ مثال مصر میں حسنی مبارک کے خلاف عوام کی بغاوت اور اس کا فرار ہے۔پاکستان میں بھی یہ طبقہ واضح طور پر سامنے آگیا ہے۔

4- مثبت نتائج: مغربی تہذیب کے مسلمانوں پر کچھ مثبت نتائج بھی مرتب ہوئے ہیں جو کہ حسب ذیل ہیں:

(الف)تحریکات احیائے اسلام: مسلمان اب احیائے اسلام کی تحریکیں چلا رہے ہیں اور ہر مسلمان مذہبی گروہ اس پر مجبور ہو رہا ہے کیونکہ فرقہ واریت سے نفرت بڑھ رہی ہے۔جیسے عرب ممالک میں اخوان المسلمین، پاکستان میں جماعت اسلامی، ترکی میں فضیلت پارٹی وغیرہ۔ان کی تعداد مزید بڑھ رہی ہے مثلاً فلسطین میں حماس تیزی سے مقبول رہی ہے۔اس کے علاوہ افغانستان میں طالبان مضبوط ہو رہے ہیں۔ملائیشیا میں بھی یہ لوگ کافی مضبوط ہیں۔

(ب)مزاحمتی تحریکیں: مغربی ممالک کی ناانصافیوں کی بدولت مسلمانوں میں مزاحمتی تحریکیں پیدا ہو رہی ہیں۔جو ہر لحاظ سے اس تہذیب کے اثرات بد سے مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کر رہی ہیں۔جیسے جماعت اسلامی، تبلیغی جماعت، دعوت اسلامی اور طالبان وغیرہ اور دیگر مذہبی جماعتیں۔یہ مزاحمتی تحریکیں، طالبان اور حماس پارٹی مضبوط ہو رہے ہیں۔اسی طرح لبنان میں حزب اللہ نے اسرائیل کو شکست دے کر اس کا ناقابل تسخیر ہونا غلط ثابت کر دیا ہے۔افغانستان میں سے طالبان کی مضبوط مزاحمت نے امریکہ کو نکلنے پر مجبور کر دیا ہے۔عالم عرب میں مصر اور تیونس کے حکمران عوامی مزاحمت پر اقتدار سے ہٹا دیئے گئے ہیں مزید آمر مثلاً یمن، لیبیا، بحرین اور شام میں مزاحمتی تحریکیں ابھر رہی ہیں اور یہاں جلد مسلم دشمن حکمران رخصت ہو جائیں گے۔

(ج)علوم جدید سے استفادہ: اب مسلمان بھی یہ سمجھ رہے ہیں کہ وہ اسلامی علوم کے ساتھ علوم جدید اختیار کیے بغیر مغربی تہذیب کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔اس لیے وہ علوم جدید حاصل کر رہے ہیں اور ان علوم کی تشکیل جدید کی کوشش بھی کر رہے ہیں۔اس کی مثال پاکستان کا ایٹمی پروگرام ہے۔اب ایران بھی تیزی سے ایٹمی ملک بننے جا رہا ہے۔اس کے علاوہ ملائیشیا اور ترکی بھی جدید علوم میں کافی آگے جا چکے ہیں۔اس طرح مسلمانوں میں علوم جدیدہ سے استفادہ کی اہمیت بڑھ رہی ہے۔

(د)تنظیم سازی: مسلمان اب مغربی نیٹ ورک کا مقابلہ کرنے کے لیے تنظیم سازی کر رہے ہیں۔جیسے عالمی سطح پر اسلامی کانفرنس، ڈی ایٹ، او-آئی-سی، عالمی کونسل برائے مساجد، اسلامی بنکاری، باہمی تجارت کے فروغ کے لیے باقاعدہ تنظیمیں بن گئی ہیں۔اس کے علاوہ پاکستان میں مجلس فکر ونظر، اسلامی نظریاتی کونسل، شریعت کورٹ، متحدہ مجلس عمل، ہندوستان مسلم مجلس مشاورت، عرب ممالک میں اخوان المسلمین کام کر رہی ہیں۔پھر احیائے اسلام کی کوششوں کو عالمی تنظیمی ڈھانچہ بھی فراہم کیا جا رہا ہے۔

مغربی تہذیب پر اسلامی تہذیب کے اثرات

اسلامی تہذیب نے بھی مغربی تہذیب پر اثرات مرتب کیے ہیں اور ان اثرات کا دائرہ کار آئے روز ترقی پذیر ہے۔ گذشتہ دو تین سالوں میں امریکا و یورپ میں چھ لاکھ لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اسی طرح سپین میں دو لاکھ لوگ اسلام لا چکے ہیں۔ اس طرح اسلام امریکا میں دوسرا اور آسٹریا میں تیسرا مذہب بن چکا ہے۔ اس کی وجہ سے غیر مسلم اور مسلمان ایک دوسرے کے قریب آتے ہیں اور ایک دوسرے کو سمجھنے کا موقع ملتا ہے۔ 2010ء میں چار ہزار لوگوں نے برطانیہ میں اسلام قبول کیا جن میں سابق برطانوی وزیر اعظم ٹونی بلیئر کی سالی لارین بوتھ بھی شامل ہیں۔ مغربی مصنفین کے مطابق 2025ء تک مسلمان دنیا میں اکثریت میں ہوں گے۔

1- تعصب و تنگ نظری کا خاتمہ: مغربی تہذیب نے اسلامی تہذیب سے تعصب کی فضا کو اپنے علاقے میں خوب پھیلایا ہے۔ یہ کام اس تہذیب کے علمبرداروں نے جان بوجھ کر کیا ہے جبکہ اسلامی تہذیب نے اِس تعصب و تنگ نظری کا خاتمہ کیا ہے۔ اس سے پہلے سے عیسائی اسلام کے قریب آئے ہیں اور انہوں نے اسلامی تہذیب کو سمجھا ہے اور اس کی عظمت کے قائل ہوئے ہیں اور ان میں سے کچھ مغربی تہذیب کے ناقد بن گئے ہیں۔

2-اشاعت اسلام: دوسرا اثر مغربی تہذیب پر یہ ہوا ہے کہ وہاں کے لوگ تیزی سے اسلام قبول کر رہے ہیں جیسے امریکہ میں مسلمان یہودیوں کے برابر تعداد میں ہیں اور آگے بڑھ رہے ہیں۔ اس کے علاوہ یورپ میں بھی اسلام تیزی سے پھیلنے والا مذہب بن گیا ہے۔ ہندوستان میں بھی بھاری تعداد میں لوگ مسلمان ہو رہے ہیں اور ان میں نامور اور معزز لوگ بھی شامل ہیں جیسے مشہور مصنفہ و ادیبہ کملا داس نے بھی اسلام قبول کر لیا ہے۔ 11 ستمبر کے بعد امریکہ میں 34 ہزار امریکی مسلمان ہوئے۔ اس کے علاوہ برطانیہ میں بھی دو لاکھ لوگ مسلمان ہوئے۔ جن میں اعلیٰ طبقات کے لوگ بڑی تعداد میں شامل ہیں۔

اس کے علاوہ اسلامی تعلیمات کی اثر پذیری رنگ لا رہی ہے۔ امریکہ میں پینتیس (35) افراد روزانہ مسلمان ہو رہے ہیں۔

3۔ ظاہری رکھ رکھاؤ: اسلامی تہذیب کے رویے کی وجہ سے مغربی تہذیب والے لوگ ظاہری رکھ رکھاؤ پر مجبور ہیں جس کی وجہ سے کسی حد تک اسلامی شعائر کا احترام کرنا پڑتا ہے۔ اس سے ان میں سے اچھے لوگوں کو اسلام کے قریب آنے کا موقع ملتا ہے۔ اس ظاہر رکھ رکھاؤ سے قریب آنے کا موقعہ ملتا ہے اور مذہبی تنگ نظری کا خاتمہ ہوتا ہے اور اشاعت اسلام میں تیزی آتی ہے اور اسلام سے نفرت کمزور ہوتی ہے اور لوگ ایک دوسرے سے مثبت چیزیں اخذ کرتے ہیں۔

عالم اسلام کا مستقبل

اس تہذیبی کشمکش میں عالم اسلام کا مستقبل داؤ پر لگا ہوا ہے، اس کے بارے میں مسلمانوں کی ایک قلیل تعداد تو اس سے مایوس ہے لیکن ایک بہت بڑی اکثریت روشن مستقبل کی امید رکھتی ہے۔ اس کے دلائل درج ذیل ہیں:

1-وسائل کی فراوانی: مسلمانوں کے پاس سب سے زیادہ وسائل ہیں۔ ان وسائل کے مناسب استعمال سے مسلمان ایک مضبوط قوت بن سکتے ہیں۔ اس طرح مسلمان وسائل سے فائدہ اٹھا کر مستقبل میں ایک عظیم قوت بن سکیں گے۔ ان کو وسائل کا مسئلہ نہیں ہوگا کیونکہ اتنے عظیم وسائل کسی اور مذہب کے پاس نہیں ہیں۔

2-**آبادی کا فیکٹر:** دنیا کی آبادی میں ان کا تناسب 35 فیصد ہے، اس طرح یہ دنیا کا بڑا گروہ ہے۔ اوران کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے اس لیے ان کو کوئی بھی نظر انداز نہیں کر سکتا۔ ان کی آبادی پیدائش اور اشاعت اسلام دونوں طرح سے بڑھ رہی ہے اور 2025 تک یہ اکثریت میں ہوں گے۔

3-**ذہنی اور دماغی صلاحیتیں:** مسلمانوں کے پاس بہترین دماغ ہیں۔ پاکستان، ترکی، ایران اور ملائیشیا میں لوگوں کی صلاحیتوں سے بھرپور فائدہ اٹھایا جارہا ہے اور اس سے یہ ممالک ترقی کر رہے ہیں۔

4-**مغربی تہذیب کی تباہی کا یقین:** مغربی تہذیب کی ناانصافیاں اس کو بالآخر تباہ کردیں گی۔ مولانا مودودیؒ لکھتے ہیں: ''حتیٰ کہ ایک وقت وہ آئے گا جب کمیونزم خود ماسکو میں اپنے بچاؤ کے لیے پریشان ہوگا۔ سرمایہ دارانہ ڈیموکریسی خود واشنگٹن اور نیویارک میں اپنے تحفظ کے لیے لرزہ براندام ہوگی۔ مادہ پرستانہ الحاد خود لندن اور پیرس کی یونیورسٹیوں میں جگہ پانے سے عاجز ہوگا، نسل پرستی اور قوم پرستی برہموں اور جرمنوں میں اپنے معتقد نہ پاسکے گی اور آج کا دور صرف تاریخ میں ایک داستان عبرت کی حیثیت سے باقی رہے گا، جو طاقتیں آج ان کے کیمپ میں نظر آرہی ہیں ٹوٹ ٹوٹ کر اسلام کے کیمپ میں آتی چلی جائیں گی''۔ (اسلامی نظام زندگی اور اس کے بنیادی تصورات۔ ص 282) مغربی تہذیب کی تباہی کے یقین نے مسلمانوں کی اکثریت کو مطمئن کردیا ہے۔

5-**فرقہ واریت سے نفرت:** مسلمانوں میں نوجوان طبقہ میں فرقہ واریت کے نقصانات کو شدت سے محسوس کیا جارہا ہے اور اتحاد کی فضا پیدا ہورہی ہے مثلاً پاکستان میں متحدہ مجلس عمل کا قیام۔ عوام کی ایک معقول تعداد فرقہ پرستی کی مخالف ہے کیونکہ اس کے نقصانات نمایاں ہوگئے ہیں۔ عام مسلمان بھی فرقہ پرستی سے متنفر ہورہے ہیں۔

6-**مغربی تہذیب کے ثمرات:** مغربی تہذیب کے عروج کا ثمرہ مسلمانوں کو یہ ملا ہے کہ وہ سیاسی، معاشی، سماجی اور تعلیمی سطح پر پیچھے چلے گئے ہیں لیکن اب اس کے نقصانات بھی مسلمانوں کو متحد کر رہے ہیں۔ اس طرح دینی اور دنیاوی طور پر نقصانات نے مسلمانوں کو مجموعی طور پر مغرب سے دور کردیا ہے۔ اور اب وہ اسلام کی طرف لوٹ رہے ہیں۔

7-**اسلامی تحریکیں:** مغربی تہذیب کے مقابلے کے لیے ہر اسلامی ملک میں احیائے اسلام کی تحریکیں مضبوط ہو رہی ہیں جیسے پاکستان میں جماعت اسلامی، عرب ممالک میں اخوان المسلمین، ترکی میں جسٹس اینڈ ڈویلپمنٹ پارٹی وغیرہ۔

8-**اسلامی تہذیب کی سیاسی کامیابیاں:** مسلمانوں نے اس صدی میں غلامی سے چھٹکارا پا کر سیاسی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ جیسے افغانستان اور ایران میں اسلامی حکومتوں کے قیام اور بوسنیا میں کامیابی نے مسلمانوں کے حوصلے بلند کردیے ہیں۔ پاکستان نے ایٹمی دھماکا کر کے مسلمانوں کا حوصلہ بلند کردیا۔ اگرچہ افغانستان کی اسلامی حکومت کو امریکی سازش کے تحت ختم کردیا گیا ہے لیکن اس سے مسلمانوں کے حوصلے پست نہیں ہوئے۔ وہاں امریکہ کے خلاف مسلسل جہاد جاری ہے۔

9-**جہاد:** مسلمانوں کے اندر فلسطین، چیچنیا اور کشمیر میں آزادی کے حصول کے لیے جہاد کیا جارہا ہے جس سے مسلمانوں کے اندر جذبہ جہاد کو تقویت مل رہی ہے۔ عراق میں مزاحمت نے مسلمانوں کے جذبہ جہاد کو مزید حوصلہ بخشا ہے۔ یہ روشن مستقبل کی دلیل ہے۔ اسی جہاد نے عراق اور افغانستان میں امریکہ کو ناکامی سے دوچار کردیا ہے اور وہ بالآخر ان علاقوں سے نکل رہے ہیں۔

10-**عوام کی اسلام سے محبت** : گو ملکی سطح پر مغربی تہذیب نے ایک حد تک کامیابی حاصل کی ہے جو اس کی معاشی برتری کی بدولت ہے لیکن عوام کی غالب اکثریت اب بھی اسلام سے شدید محبت رکھتی ہے۔ اس لیے بے دینی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ جیسے مرزائی اور سوشلسٹ ناکام ہو گئے ہیں اور اب پاکستان میں میراتھن ریس شروع کروانے کی تمام کوششیں بھی ناکام ہو گئیں۔

11- **مؤثر قیادت کا فقدان**: مسلمانوں میں مجموعی طور پر اچھی قیادت کا فقدان ہے اور اکثر ممالک پر مغرب کی پروردہ اور مغربی آقاؤں کی کاسہ لیس قیادت قابض ہے جس کی وجہ سے مسلمان پسماندگی کا شکار ہو رہے ہیں۔ اس لیے مسلمانوں میں یہ احساس تیزی سے بڑھ رہا ہے کہ اچھی قیادت فراہم کی جائے جو مسلمانوں کی ہمدرد ہو۔ اس سلسلے میں ملائیشیا کے سابق وزیر اعظم مہاتیر محمد، ایران کے صدر احمدی نژاد، سوڈان کے صدر احمد بشیر اور ترکی کے وزیر اعظم طیب اردگان حوصلہ افزا اسلامی قیادت بن کر ابھر رہے ہیں۔ اس ضمن میں خاص طور پر ترک وزیر اعظم سب سے آگے ہیں۔

اسلامی تحریکوں کی کامیابیاں : اسلامی تحریکوں کو چند کامیابیاں حاصل ہوئی ہیں:

1-**نظریاتی طور پر مغربی تہذیب کی شکست** : مغربی تہذیب کو نظریاتی طور پر شکست دینے میں علامہ اقبال، مولانا مودودی، سید قطب اور ابوالحسن علی ندوی نے اہم کردار ادا کیا۔ اب لوگ بڑی حد تک مرعوبیت سے نکل آئے ہیں۔ یہ مغربی تہذیب کی ذہنی غلامی سے آزادی کی طرف بڑا قدم ہے۔ اب مغربی تہذیب مسلمان ممالک میں دلائل کے اعتبار سے کمزور پڑ گئی ہے اور اس کے علمبرداروں کے خلاف مصر، لیبیا، شام، یمن، بحرین اور تیونس میں مزاحمت جاری ہے جس کی وجہ سے مصر اور تیونس کے حکمران رخصت ہو چکے ہیں۔

2-**اسلامی تحریکوں کی کامیابی**: مختلف ممالک کے انتخابات میں کامیابی افغانستان اور ایران میں اسلامی حکومتوں کے قیام کے علاوہ تاجکستان میں مضبوطی، ترکی میں اربکان اور طیب اردگان کا وزیر اعظم بننا۔ ملائشیا میں صوبہ کلنتان میں وزارت اعلیٰ کا حصول، نائیجیریا کی چھ ریاستوں میں نفاذ اسلام، سعودی عرب میں اسلامی فضا، مصر اور یمن میں الیکشن میں دھاندلی کے باوجود قابل قدر کامیابیاں مسلمانوں کی کامیابی کی دلیل ہیں حتیٰ کہ اب تو مصر، تیونس میں انقلاب برپا ہو چکا ہے جبکہ لیبیا کی طویل آمریت کا قصر بھی پابوس ہونے کو ہے۔ ہمارے وطن پاکستان میں بلدیاتی الیکشن میں جماعت اسلامی کو نمایاں کامیابی حاصل ہوئی تھی۔ پاکستان کے سب سے بڑے شہر کراچی کے ناظم اعلیٰ اسی جماعت سے رہے ہیں۔ علاوہ ازیں متحدہ مجلس عمل نے 2002ء کے الیکشن میں بڑی کامیابی حاصل کی ہے اور صوبہ سرحد میں اپنی حکومت بنائی ہے۔ مزید برآں سعودی عرب میں ریاض کے بلدیاتی انتخابات میں اسلام پسندوں کو کامیابی ہوئی ہے اور فلسطین کی اسلامی تحریک حماس نے بلدیاتی الیکشن میں شاندار کامیابی حاصل کی ہے۔ اب حماس نے فلسطین میں حکومت بنا لی ہے جبکہ صومالیہ میں اسلام پسند کافی مضبوط ہیں۔ اس کے علاوہ مصر میں اخوان المسلمین نے الیکشن میں کامیابی حاصل کی ہے۔

3-**اثرات مغرب سے تحفظ**: مسلمانوں کو مغربی تہذیب کے اثراتِ بد سے محفوظ رکھنے میں اسلامی تحریکوں نے اہم کردار ادا کیا ہے۔ یوں اسلامی معاشرے بڑی حد تک مغرب کے برے اثرات سے محفوظ رہے ہیں اور خاص طور پر جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو ان تحریکوں نے مغربی تہذیب کے برے اثرات سے محفوظ رکھا۔

4-**اشاعت اسلام میں سرعت و وسعت**: عالمی سطح پر تمام مسلمان ممالک اشاعت اسلام میں بڑی حد تک

کامیاب جا رہے ہیں اور اسلام سیاسی کمزوری کے باوجود تیزی سے پھیل رہا ہے۔ پوری دنیا کے لوگ مسلمان ہو رہے ہیں۔ امریکہ اور یورپ میں روزانہ کچھ نہ کچھ افراد مسلمان ہو رہے ہیں اور شاید یہی مغربی تہذیب کی اسلامی تہذیب سے رنجش کی بنیادی وجہ ہے۔ اب مغربی ممالک اسلام کے تیزی سے پھیلاؤ پر پریشان ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اسلام تیزی کے ساتھ (مسلمان آبادی کی) پیدائش اور (غیر مسلموں کی) قبولیت کی وجہ سے آگے بڑھ رہا ہے، ارباب نظر کا خیال ہے کہ 2025ء تک مسلمان دنیا میں اکثریت میں ہوں گے۔ گذشتہ تین سالوں میں امریکہ و یورپ میں چھ لاکھ، سپین میں دو لاکھ، سوئٹزرلینڈ میں 34 ہزار لوگ اسلام قبول کر چکے ہیں۔ اس طرح دنیا میں روزانہ نوسو افراد مسلمان ہو رہے ہیں۔ فورم آن ایلجن اینڈ پبلک لائف کے مطابق دنیا کا ہر چوتھا شخص مسلمان ہے اور چند سال بعد اسلام (مسلمانوں کی عددی کثرت کے اعتبار سے) دنیا کا پہلا بڑا مذہب بن جائے گا۔ (روزنامہ جنگ کالم انوار پاشا 2010-1-12)

5-مغربی تہذیب کا کڑوا پھل: مغربی تہذیب کے دینی اور دنیاوی نقصانات سے مسلمانوں کو آگاہ کر دیا گیا ہے جس سے بڑا طبقہ مغربی تہذیبی نظریات سے محفوظ ہو گیا ہے۔ اب اسلامی معاشروں میں مغربی تہذیب کی حمایت تیزی سے کم ہو رہی ہے اور اسلام سے قربت اور محبت بڑھ رہی ہے۔

6-غیر سودی بنکوں کا قیام: مسلمانوں نے اپنی معیشت کو اسلامی خطوط پر استوار کرنے کے لیے غیر سودی بنک قائم کیے ہیں۔ جن میں البرکہ اسلامی بنک، اسلامی بنک آف بنگلہ دیش نمایاں ہیں۔ جس سے مسلمانوں کی معیشت بہت ترقی کرے گی۔ اس کے علاوہ ملائشیا کے وزیر اعظم مہاتیر محمد نے مشترکہ اسلامی کرنسی کی تجویز بھی پیش کی ہے۔ جو یقیناً مسلم امہ کی معاشی آسودگی اور اقتصادی استحکام کے لیے ایک نیک فال اور حوصلہ افزا شگون ہے۔

باب پنجم

معروضی
سوالات

باب اوّل

(الف) عربی قواعد

س: فعل کی تعریف کریں۔

ج: وہ کلمہ جو کسی زمانے میں کام ہونے یا کرنے کو ظاہر کرے، فعل کہلاتا ہے۔

س: فعل ماضی کی تعریف کریں۔

ج: کسی کام کا کرنا یا ہونا گزرے ہوئے زمانے میں پایا جائے تو اسے فعل ماضی کہتے ہیں۔ مثلاً ضَرَبَ اس نے مارا، خَرَجَ وہ نکلا۔

س: فعل ماضی کی اقسام بیان کریں۔

ج: فعل ماضی کی دو اقسام ہیں: (1) فعل ماضی معروف، (2) فعل ماضی مجہول۔

س: فعل ماضی کی مزید مشہور قسمیں کون کون سی ہیں؟

ج: فعل ماضی کی مشہور اقسام ہیں: فعل ماضی قریب، فعل ماضی بعید، فعل ماضی استمراری، فعل ماضی شکیہ، فعل ماضی شرطیہ یا تمنائی۔

س: فعل مضارع کی تعریف کریں۔

ج: وہ فعل جس میں حال اور مستقبل کے معنی پائے جائیں فعل مضارع کہلاتا ہے مثلاً یَذْهَبُ وہ جاتا ہے، یَضْرِبُ وہ مارتا ہے۔

س: فعل مضارع کی کتنی اقسام ہیں؟

ج: فعل مضارع کی دو اقسام ہیں: (1) فعل مضارع معروف، (2) فعل مضارع مجہول۔

س: فعل امر کی تعریف کریں۔

ج: فعل امر سے مراد وہ فعل ہے جس میں کسی مخاطب کو کوئی کام کرنے کا حکم دیا جائے۔ مثلاً اِضْرِبْ تو مار، اِجْلِسْ تو بیٹھ۔

س: فعل امر کی اقسام بیان کریں۔

ج: فعل امر کی دو اقسام ہیں: (1) امر معروف، (2) امر غائب مجہول۔

س: امر معروف کی اقسام بیان کریں۔

ج: امر معروف کی دو اقسام ہیں: (1) امر حاضر، (2) امر غائب۔

س: فعل نہی کی تعریف کریں۔

ج: وہ فعل جس میں کسی کام سے روکا جائے یا منع کیا جائے فعل نہی کہلاتا ہے۔ مثلاً لَا تَضْرِبْ تو نہ مار، لَا تَفْعَلْ تو نہ کر۔

س: فعل نہی کی اقسام بیان کریں۔

ج: فعل نہی کی دو اقسام ہیں: (1) فعل نہی معروف، (2) فعل نہی مجہول۔

س: جملہ اسمیہ سے کیا مراد ہے؟

ج: وہ جملہ جو اسم سے شروع ہو جملہ اسمیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً اَلرَّجُلُ ظَالِمٌ آدمی ظالم ہے، اَلْحَقُّ مُرٌّ حق کڑوا ہے۔

س: جملہ فعلیہ کی تعریف کریں۔

ج: وہ جملہ جو فعل سے شروع ہو جملہ فعلیہ کہلاتا ہے۔ مثلاً نَزَلَ الْمَطَرُ بارش آئی، لَمَعَ الْبَرْقُ بجلی چمکی۔

س: مرکب اضافی کی تعریف کریں۔

ج: دو اسموں کے ایسے مرکب کو مرکب اضافی کہتے ہیں جس میں پہلے اسم کی نسبت دوسرے اسم کی طرف کی گئی ہو۔ مثلاً خَاتَمُ فِضَّةٍ چاندی کی انگوٹھی، مَاءُ النَّهرِ دریا کا پانی۔

س: مرکب توصیفی کی تعریف کریں۔

ج: ایسا مرکب جس کے دو اسم ہوں اور اس میں ایک اسم دوسرے کی صفت یا حالت بیان کر رہا ہو مثلاً اَلْوَرْدَةُ الْجَمِيلَةُ گلاب کا خوبصورت پھول، اَلثَّمْرَةُ النَّاضِجَةُ پکا ہوا پھل

س: ضمیر کی تعریف کریں۔

ج: وہ اسم معرفہ جو اسم کا قائم مقام ہو اور غائب، حاضر یا متکلم پر دلالت کرے جیسے هُوَ وہ، أَنْتَ تو، نَحْنُ ہم۔

س: ضمیر کی اقسام بیان کریں۔

ج: ضمیر کی مشہور دو اقسام ہیں: (1) ضمیر متصل، (2) ضمیر منفصل

س: حروف جار سے کیا مراد ہے؟

ج: حروف جار سے مراد وہ حروف ہیں جو اسم کو جر (زیر) دیتے ہیں۔ مثلاً بِاللّٰهِ اللہ کی قسم میں با، اَلْمَالُ لِزَيْدٍ مال زید کے لیے ہے میں ل۔

س: حروف جار کون کون سے ہیں؟

ج: حروف جار سترہ ہیں۔ ان کے بارے میں مشہور شعر ہے:

بَاؤ، تَاؤ، کَافُه لَامُ، وَاوُ، مُنْذُ، مُذْ، خَلَا
رُبَّه حَاشَا مِنْ، عَدَا، فِيْ، عَنْ، عَلٰى، حَتّٰى، اِلٰى

باب اوّل

(ب) مطالعہ قرآن

1-ایمانیات

س: وہ کون سی کتاب ہے جس میں شک نہیں اور متقین کے لیے ہدایت ہے؟

ج: جس میں نہ شک ہے اور جو متقین کے لیے ہدایت ہے وہ کتاب قرآن مجید ہے۔

س: متقین کی کیا نشانیاں بیان کی گئی ہیں؟

ج: متقین کی حسب ذیل نشانیاں بیان کی گئی ہیں:

(1) وہ غیب پر (اللہ تعالیٰ، جنت، دوزخ، فرشتوں) پر ایمان رکھتے ہیں۔

(2) وہ نماز قائم کرتے ہیں۔

(3) وہ اللہ کے دیے ہوئے رزق میں سے خرچ کرتے ہیں۔

(4) وہ اس پر ایمان لاتے ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نازل کیا گیا اور جو اس سے پہلے نازل کیا گیا۔

(5) وہ آخرت پر ایمان لاتے ہیں۔

س: متقین کے بارے میں کیا فرمایا گیا؟

ج: متقین کے بارے میں فرمایا یہی لوگ اپنے رب کی ہدایت پر ہیں اور یہی لوگ فلاح پانے والے ہیں۔

س: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کا ہے؟

ج: آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب کا سب اللہ تعالیٰ کا ہے۔

س: جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اسے ظاہر کر دیا چھپاؤ اس کا محاسبہ کون کرے گا؟

ج: دل کی ظاہر اور چھپی ہوئی چیزوں کا محاسبہ اللہ کرے گا۔

س: مغفرت اور عذاب کون دے گا؟

ج: مغفرت اور عذاب دینا اللہ کی ذات کا کام ہے۔ یہ اسی ذاتِ قدیر کی مرضی پر منحصر ہے۔

س: ہر چیز پر قدرت کس کو حاصل ہے؟

ج: ہر چیز پر قدرت صرف اللہ کو حاصل ہے۔

س: کیا مومن کے لیے اللہ کی طرف سے رسولؐ پر نازل ہونے والی ہر چیز پر ایمان لانا ضروری ہے؟

ج: جی ہاں۔ مومن کے لیے رسول پر نازل ہونے والی ہر چیز پر ایمان لانا ضروری ہے۔

س: مومن کتنی چیزوں پر ایمان لاتا ہے؟

ج: مومن اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر ایمان لاتا ہے۔

س: کیا رسولوں کے درمیان فرق کیا جاسکتا ہے؟

ج: جی نہیں مومن کا بحیثیت نبی و رسول تمام رسولوں پر ایمان لانا ضروری ہے۔ ان میں فرق نہیں کیا جاسکتا۔

س: مومن ایمان کی دعوت سننے کے بعد کیا کرتے ہیں؟

ج: مومن ایمان کی دعوت سننے کے بعد کہتے ہیں ہم نے سنا اور اس کی اطاعت کی۔

س: مومن کیا دعا کرتے ہیں؟

ج: مومن دعا کرتے ہیں: اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے، ہم نے تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

س: رب کا ذمہ داری ڈالنے کا اصول کیا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ کسی کو اس کی گنجائش سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اور جو کچھ انسان کرتا ہے اس کو اسی کا ذمہ دار ٹھہرتا ہے۔

س: محاسبے کے بارے میں مومن کی کیا دعا ہے؟

ج: مومن اللہ سے دعا کرتا ہے کہ اے رب ہمیں خطاؤں، بھول چوک پر نہ پکڑ اور ہم سے ہماری طاقت سے زیادہ بوجھ نہ اٹھوا اور ہمیں معاف کر دے اور ہماری بخشش کر دے اور ہم پر رحم فرما تو ہمارا مولا ہے اور قوم کافرین کے مقابلے میں ہماری مدد فرما۔

س: کون سے مومن فلاح پاتے ہیں؟

ج: وہ مومن فلاح پائیں گے جو: (1) نماز خشوع وخضوع سے ادا کرتے ہیں۔ (2) زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔ (3) لغو باتوں سے منہ موڑتے ہیں۔ (4) اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ (5) اپنی امانتوں اور وعدوں کا خیال رکھتے ہیں۔ (6) اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔

س: مومن کے لیے کون سی عورتیں جائز ہیں؟

ج: مومن کے لیے صرف اس کی بیویاں اور لونڈیاں جائز ہیں۔

س: بیویوں اور لونڈیوں کے علاوہ جو دوسری عورتوں سے تعلق رکھتے ہیں وہ کون ہیں اور ان کی سزا کیسی ہے؟

ج: وہ حد سے گزرنے والے ہیں ان کی سزا بہت سخت ہے۔

س: مومن جب تمام مطالبات خداوندی پورے کریں گے تو کیا انعام ملے گا؟

ج: یہ لوگ جنت کے وارث قرار پائیں گے اور ہمیشہ اس میں رہیں گے۔

2۔ تخصصاتِ نبویؐ

س: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چند تخصصات بیان کریں۔

ج: وہ مسلمانوں پر سب سے (دنیا ومافیہا کی ہر چیز سے) زیادہ حق رکھتے ہیں اور آپؐ کی بیویاں امت کی مائیں ہیں۔

س: قرابت داروں کا حق کیا ہے؟

ج: عام مومنین اور مہاجرین کی نسبت قرابت دار زیادہ مستحق ہیں لیکن اپنے دوستوں کے ساتھ بھلائی کی جا سکتی ہے۔ یہ کتاب میں لکھا ہوا ہے۔

س: کس کا اُسوہ مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے؟

ج: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ مسلمانوں کے لیے اسوۂ حسنہ ہے، یہ ان لوگوں کے لیے ہے جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتے ہیں اور اللہ کا بکثرت ذکر کرتے ہیں۔

س: امہات المومنینؓ کو کیا ہدایت کی گئی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے امہات المومنینؓ کو ہدایت کی کہ تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، اگر تم تقویٰ اختیار کرو اور غیر مردوں سے بات کرنے میں نرمی اختیار نہ کرو تا کہ لوگ (اخلاقی مریض) لالچ میں مبتلا نہ ہوں اور معروف طریقے کے مطابق بات کرو۔

س: اللہ تعالیٰ نے امہات المومنینؓ کو پردے کا کیوں حکم دیا؟

ج: اللہ تعالیٰ نے امہات المومنینؓ کو پردے کا حکم دیا تا کہ وہ آزاد عورتوں کے طور پر پہچانی جائیں اور ان کو تنگ نہ کیا جائے اور اللہ معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے۔

س: اللہ تعالیٰ نے ازواج مطہراتؓ کو مزید کیا ہدایات دیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم گھروں میں رہو اور جاہلیت کے دکھاوا کی طرح دکھاوا نہ کرو۔ نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کرو۔ بے شک اللہ تعالیٰ تم سے گندی باتیں دور کر کے پاک باز بنانا چاہتا ہے۔

س: کیا محمد صلی اللہ علیہ وسلم تم مردوں میں سے کسی کے باپ ہیں؟

ج: نہیں۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسولؐ اور آخری نبی ہیں اور اللہ ہر ایک چیز کا علم رکھتا ہے۔

س: خاتم النبیینؐ کون ہیں؟

ج: انبیاء کے سلسلے کا خاتمہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوا اس لیے وہ خاتم النبیینؐ ہیں اور ان کی نبوت ختم نبوت ہے۔

س: کیا اللہ تعالیٰ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر درود وسلام بھیجتا ہے؟

ج: جی ہاں وہ درود بھیجتا ہے بلکہ اس کے فرشتے بھی درود بھیجتے ہیں۔

س: مسلمانوں کو درود وسلام کے معاملے میں کیا کرنا چاہیے؟

ج: مسلمانوں کو لازماً نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا چاہیے کیونکہ یہ اللہ کا حکم ہے۔

س: اللہ اور رسولؐ کو تنگ کرنے والوں کو کیا سزا ملے گی؟

ج: ان پر اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں لعنت کرے گا اور ان کے لیے رسوا کرنے والا عذاب ہے۔

س: جو مومنوں مومنات کو بلا وجہ تنگ کرتے ہیں وہ کیا کرتے ہیں؟

ج: جو مومنین اور مومنات کو تکلیف دیتے ہیں وہ صریحاً بہتان باندھتے اور گناہ کماتے ہیں۔

3- رسالت محمدیہؐ اور خصائصِ اصحابِؓ رسولؐ

س: اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کی کیا صفات بیان کی ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں کی درج ذیل صفات بیان کی ہیں:

(1) یہ آپس میں نرم جبکہ کفار کے معاملے میں سخت ہیں۔

(2) وہ اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے رکوع وسجود کرتے ہیں۔

(3) ان کے چہروں پر سجدوں کا اثر نظر آتا ہے۔

(4) ان کی مثالیں تورات اور انجیل میں موجود ہیں۔

س: اللہ تعالیٰ نے اسلام کو کھیتی سے کیسے تشبیہ دی ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے اسلام کو کھیتی سے اس طرح تشبیہ دی کہ وہ کھیتی کی طرح ہے جیسے پہلے وہ کونپل نکالتی ہے۔ پھر طاقت پکڑتی ہے۔ پھر سخت ہو کر اپنے تنے پر کھڑی ہو جاتی ہے۔ یہ کسان کو اچھی لگتی ہے جبکہ کفار کو بری لگتی ہے۔

س: اللہ تعالیٰ نے ایمان اور اعمالِ صالحہ کا کیا اجر دینا فرمایا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے ایمان اور عمل صالح کرنے والے کو مغفرت اور اجر عظیم کا مستحق قرار دیا ہے۔

4- بشارت بعثت ختم المرسلینؐ

س: کیا آسمانوں اور زمین کی ہر چیز اللہ کی پاکی بیان کرتی ہے اور کیوں؟

ج: جی ہاں کیونکہ وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

س: قرآن متضاد انسانی قول وفعل کے بارے میں کیا فرماتا ہے؟

ج: قرآن نے کہا ہے کہ وہ بات تم کیوں کہتے ہو جو تم نہیں کرتے اور یہ اللہ کے نزدیک بہت بڑی ناپسندیدہ بات ہے۔

س: اللہ کن لوگوں کو پسند فرماتا ہے؟

ج: جو سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح صفیں باندھ کر اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں۔

س: موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم سے کیا شکوہ کیا؟

ج: کہ تم مجھے یہ جانتے ہوئے تکلیف دیتے ہو کہ میں اللہ کا رسولؑ ہوں۔

س: اللہ تعالیٰ کا کج روی اختیار کرنے والوں کے بارے میں کیا اصول ہے؟

ج: اللہ ان کے دلوں کو کج کر دیتا ہے اور اللہ فاسق لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا۔

س: عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو کیا کہا؟

ج: انہوں نے بنی اسرائیل سے یہ باتیں کیں: (1) میں اس تورات کی تصدیق کرنے والا ہوں جو تمہارے ہاتھوں میں ہے۔ (2) میں تمہیں اپنے بعد آنے والے پیغمبر کی خوشخبری دیتا ہوں جس کا نام احمدؐ ہوگا اور یہ پیغمبر کھلی نشانیوں کے ساتھ آئے گا۔

س: بنی اسرائیل کا عیسیٰ علیہ السلام کی باتوں پر ردعمل کیا تھا؟

ج: انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے۔

س: اپنے اوپر کون ظلم کرتا ہے؟

ج: جو اللہ پر بہتان باندھتا ہے۔

س: اللہ پر جھوٹ کیوں نہیں باندھنا چاہیے؟

ج: کیونکہ اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی طرف بلاتا ہے۔

س: اللہ تعالیٰ کن لوگوں کو ہدایت نہیں دیتا؟

ج: جو ظالم ہوں اللہ تعالیٰ ان کو ہدایت نہیں دیتا۔

س: کفار کیا چاہتے ہیں اور اللہ کیا چاہتا ہے؟

ج: وہ چاہتے ہیں کہ اللہ کے نور کو پھونکوں سے بجھا دیا جائے اور اللہ اپنا نور پورا کرنے والا ہے۔ اور پیغمبر کو ہدایت کے ساتھ بھیجتا ہے تاکہ اپنے دین کو غالب کرے خواہ کفار اور مشرکین کو ناگوار گزرے۔

س: اللہ نے ایسی کون سی تجارت بتائی ہے جو عذاب عظیم سے بچا سکتی ہے؟

ج: اللہ اس تجارت کے بارے میں بتاتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ اور اللہ کی راہ میں مالوں اور جانوں سے جہاد کرو، یہ تمہارے لیے بہتر ہے اگر تم جانتے ہو۔

س: اللہ تعالیٰ مومنوں کو کیا کیا انعامات دے گا؟

ج: (1) وہ ان کے گناہوں کو معاف کر دے گا۔ (2) انہیں ایسی جنت میں داخل کرے گا جن میں نہریں بہتی ہوں گی اور جس میں پاکیزہ مکانات اور باغات ہوں گے اور وہ ہمیشہ اس میں رہیں گے اور یہ بڑی کامیابی ہے۔ (3) اور اللہ انہیں مدد دے گا اور فتح قریب ہو جائے گی اس کی خوشخبری مومنوں کو دے دیجیے۔

س: اللہ کے ساتھی بننے کے بارے میں کیا فرمایا؟

ج: اللہ کے ساتھی بن جاؤ جیسا کہ عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں سے کہا اللہ کے لیے کون میرا ساتھی بنتا ہے۔

س عیسیٰ علیہ السلام کی پیشکش کا انہوں نے کیا جواب دیا؟

ج: عیسیٰ علیہ السلام کی پیشکش کے جواب میں ایک گروہ نے ان کا ساتھ دیا اور دوسرے گروہ نے انکار کر دیا۔

س: اللہ نے ان میں سے نیک لوگوں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟

ج: اللہ نے نیک بندوں کی مدد کی اور ان کو ان کے دشمنوں یعنی کفار پر غالب کر دیا اور وہ کامیاب ہو گئے۔

5۔ آداب نبویؐ اور معاشرتی احکام

س: اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے کیا آداب بیان فرمائے؟

ج: (1) ان سے آگے نہ چلا جائے۔ (2) ان کی آواز سے اونچی آواز سے نہ بولو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے سے بات کرتے ہو کیونکہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے۔

س: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی کی کیا سزا بیان ہوئی ہے؟

ج: اس سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور تمہیں اس کا احساس بھی نہیں ہوتا۔

س: جو لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ادب سے نیچی آواز میں بات کرتے ہیں انہیں کیا اجر ملے گا؟

ج: اللہ ان کے دلوں کو تقویٰ کے لیے چن لے گا اور انہیں مغفرت اور اجر عظیم سے نوازے گا۔

س: حجرے کے باہر سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنے والوں کے بارے میں اللہ نے کیا فرمایا؟

ج: (1) وہ بے وقوف ہیں۔ (2) انہیں آپؐ کے نکلنے تک صبر کرنا چاہیے تھا۔

س: فاسق آدمی کوئی خبر لے کر آئے تو اسلام نے کیا حکم دیا ہے؟

ج: اس کی خوب تحقیق کر لیا کرو ورنہ جہالت کی وجہ سے کوئی قدم اٹھا لو گے تو پھر تمہیں ندامت کا سامنا ہوگا۔

س: اگر رسول لوگوں کی باتیں مانیں تو کیا ہوگا؟
ج: اس سے لوگ مشکل میں پڑ جائیں گے۔
س: اللہ نے مسلمانوں پر کیا نعمت کی ہے؟
ج: اللہ نے ان کے لیے ایمان کو محبوب بنا دیا ہے اور ان کے دلوں کو ایمان سے منور کر دیا ہے اور کفر، فسق اور گناہ سے نفرت پیدا کر دی ہے۔
س: سیدھے راستے پر کون لوگ ہیں؟
ج: سیدھے راستے پر وہ لوگ ہیں جو ایمان سے محبت اور کفر سے نفرت رکھتے ہیں اور ہدایت اللہ کے فضل اور نعمت سے ملتی ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے۔
س: اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو کیا کرنا چاہیے؟
ج: (1) ان کے درمیان صلح کروائی جائے۔ (2) اگر ایک گروہ بغاوت کرے تو پہلے گروہ کے ساتھ مل کر ان سے لڑا جائے یہاں تک کہ وہ صلح کی طرف آجائے تو ان کے درمیان انصاف سے صلح کروا دینی چاہیے۔
س: اللہ کن لوگوں کو پسند کرتا ہے؟
ج: اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو پسند کرتا ہے جو انصاف کرتے ہیں۔
س: مسلمانوں کے درمیان صلح کیوں کروانی چاہیے اور اس کا کیا فائدہ ہے؟
ج: کیوں کہ مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں اور یہ تقویٰ کا تقاضا ہے۔ ایسا کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ رحم کرتا ہے۔
س: کس کو کس کا مذاق نہیں اڑانا چاہیے؟
ج: مرد کسی مرد کا اور عورت کسی عورت کا مذاق نہ اڑائے، ہو سکتا ہے وہ ان سے بہتر ہوں۔
س: اللہ نے کون سی منافی اخوت چیزوں سے منع کیا ہے؟
ج: (1) کسی پر عیب لگانا۔ (2) بُرے القاب سے پکارنا۔
س: جو گناہ کے بعد توبہ نہیں کرتے ان کی سزا کیا ہے؟
ج: جو گناہ کے بعد توبہ نہیں کرتے وہ ظالموں میں سے ہوں گے۔
س: مزید منافی اخوت باتیں جن سے اللہ نے منع کیا ہے؟
ج: منافی اخوت باتیں یہ ہیں: (1) بدگمانی کرنا کیونکہ بہت سی بدگمانیاں گناہ ہوتی ہیں۔ (2) تجسس کرنا۔ (3) غیبت کرنا۔
س: غیبت کی مثال کیا ہے؟
ج: غیبت کی مثال ایسے ہے جیسے مردہ بھائی کا گوشت کھایا جائے۔
س: اللہ نے انسان کو کس سے پیدا کیا؟
ج: اللہ نے انسان کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا۔

س: قبائل اور گروہ بنانے کا کیا مقصد تھا؟

ج: قبائل اور گروہ صرف انسانوں کے مابین باہمی شناخت اور پہچان کے لیے ہیں۔ اس سے زیادہ ان کا کوئی مقصد نہیں۔

س: اسلام میں عزت کا معیار کیا ہے؟

ج: اسلام میں عزت کا معیار تقویٰ ہے۔

س: کیا اللہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے؟

ج: بے شک اللہ تعالیٰ ہر ایک چیز سے باخبر ہے۔

س: اعراب کے ایمان پر اللہ نے کیا تبصرہ کیا ہے؟

ج: اعراب کے ایمان کے بارے میں فرمایا تم دل سے ایمان نہیں لائے بلکہ صرف ظاہری طور پر مسلمان ہوئے ہو۔

س: اللہ اور اس کے رسولؐ کی اطاعت کا صلہ کیا ملے گا؟

ج: اللہ اطاعت گزاروں کے اعمال میں سے کچھ کم نہیں کرے گا۔

س: قرآن نے سچے لوگوں کی کیا صفات بیان کی ہیں؟

ج: وہ اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور شک میں نہیں پڑتے اور اللہ کی راہ میں جان اور مال سے جہاد کرتے ہیں۔ یہی لوگ سچے ہیں۔

س: کیا اسلام کو بطور دین اختیار کرنے کے بعد احسان جتلانا چاہیے؟

ج: نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ آسمانوں اور زمین میں ہر چیز کو جانتا ہے بلکہ اللہ نے تم پر احسان کیا ہے کہ اس نے تمہیں اسلام لانے کی توفیق دی ہے۔

س: ظالموں کی کیا سزا ہے؟

ج: ان کا انجام آگ ہے اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے۔

س: کیا اللہ آسمان و زمین کے غیب کو جانتا ہے اور ہمارے اعمال پر نظر رکھتا ہے؟

ج: جی ہاں اللہ آسمانوں اور زمین کے غیبوں کو جانتا ہے اور انسانی اعمال پر نظر رکھتا ہے۔

6- حقوق العباد

س: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں؟

ج: اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر درج ذیل پابندیاں عائد کی ہیں:

(1) اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کیا جائے۔

(2) والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔

(3) اپنی اولاد کو بھوک کے خوف سے قتل نہ کرنا کیونکہ اللہ انہیں بھی اور تمہیں بھی رزق دیتا ہے۔

(4) بے شرمی کی باتوں سے پرہیز کرنا خواہ وہ چھپی ہوں یا ظاہر ہوں۔

(5) کسی انسان کو بغیر حق کے قتل نہ کرنا۔

س: یہ وصیتیں اللہ نے مسلمانوں کو کیوں کی ہیں؟
ج: یہ وصیتیں اللہ نے اس لیے کی ہیں کہ وہ عقل سے کام لیں۔
س: یتیم کا مال کھانے سے کیوں منع کیا گیا ہے؟
ج: کیونکہ اس کا ناجائز طور پر کھانا حرام ہے حتیٰ کہ یتیم جوانی تک پہنچ جائے۔
س: کیا مال یتیم لینے کی کچھ جائز شکلیں بھی ہیں؟
ج: جی ہاں۔ جس کی قرآن نے اجازت دی ہے۔
س: کیا سورۃ الانعام کی آیت میں ماپ تول پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے؟
ج: جی ہاں۔ سورہ انعام میں ماپ اور تول پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔
س: کیا اللہ انسان کی وسعت کے مطابق اس کو تکلیف دیتا ہے؟
ج: جی ہاں۔ کیونکہ انسان اسی کا مکلف ہے۔
س: کیا رشتے دار ہونے کی صورت میں بھی انصاف کا حکم ہے؟
ج: جی ہاں۔ انصاف کرنے کا حکم دیا گیا ہے چاہے معاملہ کسی قریبی عزیز کا ہو۔
س: کیا اللہ نے عہد پورا کرنے کا حکم دیا ہے؟
ج: جی ہاں اللہ نے عہد پورا کرنے کا حکم دیا ہے۔
س: کیا اللہ نے صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیا اور کیوں؟
ج: اللہ نے صراط مستقیم پر چلنے کا حکم دیا ہے اور ایسے راستے پر چلنے سے منع کیا ہے جو لوگوں کو صراط مستقیم سے ہٹا دے اور یہ وصیت اللہ نے اس لیے کی ہے کہ لوگ نصیحت پکڑیں۔

7- آداب معاشرت

س: سورۃ الفرقان میں مومنوں کی کون کون سی صفات بیان کی گئی ہیں؟
ج: (1) وہ زمین پر نرمی سے چلتے ہیں۔ (2) جب وہ جاہلوں سے مخاطب ہوتے ہیں تو سلام کہہ کر گزر جاتے ہیں۔ (3) ان کی راتیں قیام وسجود میں گزرتی ہیں۔ (4) وہ جہنم کے عذاب سے پناہ مانگتے ہیں کیونکہ لازمی عذاب اور دوزخ برا ٹھکانہ ہے۔ (5) وہ خرچ کرنے میں نہ فضول خرچ ہوتے ہیں اور نہ کنجوسی کرتے ہیں بلکہ میانہ روی اختیار کرتے ہیں۔
س: مومنوں کی مزید صفات بیان کریں۔
ج: (1) وہ اللہ کے ساتھ کسی کو نہیں پکارتے۔ (2) اور کسی کو جان بوجھ کر بغیر حق کے قتل نہیں کرتے کیونکہ اللہ نے اس کو حرام کیا ہے۔ (3) وہ زنا نہیں کرتے۔
س: جو اوپر بیان کردہ گناہ کرے گا اس کو کیا سزا ملے گی؟
ج: اس کو سخت سزا ملے گی اور وہ دوزخ میں ہمیشہ رہے گا، اس کا عذاب دوگنا کر دیا جائے گا۔

س: جو گناہوں سے توبہ کرے گا اور اچھے اعمال کرے گا اس کو کیا جزا ملے گی؟

ج: اس کی برائیاں نیکیوں میں بدل جائیں گی اور اللہ اس کی بخشش اور رحم کرے گا اور وہ اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے یہی رجوع کرنے کا مقام ہے۔

س: مومن کے مزید اوصاف بیان کریں۔

ج: (1) وہ جھوٹ نہیں بولتے۔ (2) بیہودہ چیزوں کے پاس سے باوقار طریقے سے گزر جاتے ہیں۔ (3) جب انہیں نصیحت کی جاتی ہے تو اندھے بہرے ہو کر نہیں کرتے بلکہ غور و فکر کر کے راہ عمل متعین کرتے ہیں۔

س: مومن کی اللہ سے چند دعائیں بیان کریں۔

ج: مومن اللہ سے مزید دو دعائیں کرتے ہیں۔ (1) ہماری بیویوں اور اولاد کو ہماری آنکھوں کی ٹھنڈک بنا دے۔ (2) ہمیں متقیوں کا امام بنا دے۔

س: اللہ ایسی دعائیں کرنے والوں کو کیا انعام دے گا؟

ج: ان کو جنت میں بالا خانے ملیں گے اور ان کا دعائے خیر اور سلام سے خیر مقدم کیا جائے گا اور ہمیشہ جنت میں رہیں گے جو اچھا مقام ہے۔

س: جو اللہ کو نہیں پکارتے ان کے متعلق اللہ کا رویہ اور سزا کیا ہو گی؟

ج: جو اللہ کو نہیں پکارتے اللہ ان کی پروا نہیں کرتا اور نہ اس کو جھٹلانے والوں کی اور پھر انہیں عنقریب لازمی سزا دیتا ہے۔

8- تفکر و تدبر

س: اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے کائنات کی کن کن چیزوں کو مسخر کر دیا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ نے رات، دن، سورج، چاند اور ستاروں کو انسانوں کے لیے مسخر کر دیا ہے۔

س: انسان کے لیے تسخیر کائنات میں کن لوگوں کے لیے نشانیاں ہیں؟

ج: اس میں عقل مندوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

س: اللہ نے زمین میں کون کون سی چیزیں انسانوں کے لیے پیدا کیں اور ان کا مقصد کیا تھا؟

ج: اللہ نے زمین میں انسانوں کے لیے مختلف رنگ کی چیزیں پیدا کیں ہیں جو سوچنے سمجھنے والوں کے لیے نشانیاں ہیں۔

س: اللہ نے کون کون سی سمندری چیزیں انسانوں کی خدمت کے لیے پیدا کی ہیں اور ان کا مقصد کیا تھا؟

ج: اللہ نے سمندر کی مچھلی کو پیدا کیا تاکہ اس کا تازہ گوشت انسان کھا سکیں اور سمندر میں سے ایسی چیزیں نکالیں (موتی وغیرہ) جو زیور میں استعمال ہوتے ہیں اور اس میں کشتی چلائی جو انسانوں کے لیے آمد و رفت میں سہولت پیدا کرتی ہے تاکہ لوگ اس کا شکر ادا کریں۔

باب دوم

حدیث نمبر1

س: اعمال کا دارومدار کس چیز پر ہے؟

ج: اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے اور انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی انسان نے نیت کی۔

س: اللہ کے لیے ہجرت اور دنیا کے لیے ہجرت میں کیا فرق ہے؟

ج: اللہ کے لیے ہجرت اور دنیا کے لیے ہجرت میں فرق یہ ہے کہ جو انسان اللہ کے لیے اور اس کے رسولؐ کے لیے ہجرت یعنی اسلام کے لیے کرتا ہے جیسے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسلمانوں نے مکہ سے مدینہ ہجرت کی تھی لیکن جو لوگ کسی دنیاوی غرض مثلاً کاروبار، ملازمت یا تعلیم وغیرہ کے لیے ہجرت کرتے ہیں، ان کی ہجرت دنیا کے لیے ہے۔

حدیث نمبر2

س: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بہتر کس کو قرار دیا؟

ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے بہتر اس کو قرار دیا جو تم میں سے قرآن سیکھتا اور سکھاتا ہے۔

حدیث نمبر3

س: کون سی دو چیزیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گمراہی سے بچنے کے لیے چھوڑی ہیں؟

ج: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو چیزیں چھوڑی ہیں جن کو اختیار کرنے سے انسان کبھی گمراہ نہیں ہوگا اور وہ حسب ذیل ہیں: (1) کتاب اللہ یعنی قرآن، (2) سنت رسول اللہ ﷺ یعنی حدیث

حدیث نمبر4

س: اسلام کے پانچ ارکان کون سے ہیں؟

ج: اللہ کے معبود ہونے اور حضرت محمدؐ کے رسول ہونے پر ایمان، نماز قائم کرنا، زکوۃ دینا، حج ادا کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔

حدیث نمبر5

س: کیسا آدمی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کس طرح آپ کے پاس بیٹھا؟

ج: حضرت عمرؓ فرماتے ہیں ایک آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا جس کو میں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اس کے کپڑے بہت سفید تھے اور اس پر سفر کا کوئی اثر نہیں نظر آتا تھا۔ اور اس نے اپنے گھٹنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھٹنے سے ملائے اور اپنی رانوں پر اپنے ہاتھ رکھ کر بیٹھ گیا۔

س: یہ آدمی کون تھا؟

ج: یہ آدمی حضرت جبرائیل علیہ السلام تھے۔

س: جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے کیا جواب دیا؟

ج: اس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے متعلق سوال کیا تو آپؐ نے جواب دیا اسلام یہ کہ تو گواہی دے

کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے رسول ہیں، نماز قائم کرنا اور زکوۃ دینا، رمضان کے روزے رکھنا اور استطاعت رکھنے کی صورت میں حج کرنا۔ جبرائیل علیہ السلام نے کہا آپؐ سچ کہتے ہیں۔

س: ایمان کے متعلق اس کے سوال کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا جواب دیا؟

ج: آپؐ نے اس کا جواب دیا کہ تو ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور یوم آخرت پر اور تقدیر اور اس کی اچھائیوں اور برائیوں پر۔ اس نے کہا آپؐ نے سچ کہا۔

س: احسان کے متعلق سوال پر آپؐ نے کیا جواب دیا؟

ج: آپؐ نے جواب دیا کہ تو اس طرح عبادت کر کہ تو اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ اگر یہ نہیں تو تو یہ سمجھ کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

س: قیامت کے متعلق سوال پر آپؐ نے کیا جواب دیا؟

ج: آپؐ نے جبرائیل علیہ السلام کو جواب دیا کہ میں آپ سے زیادہ نہیں جانتا۔ البتہ اس کی کچھ نشانیاں ہیں:
(1) لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی۔ (2) بھوکے ننگے بڑی بڑی عمارات تعمیر کریں گے۔

س: ان سوالات کے بعد جبرائیل علیہ السلام نے کیا کیا اور آپؐ نے حضرت عمرؓ سے کیا سوال کیا؟

ج: ان سوالات کے بعد جبرائیل علیہ السلام واپس چلے گئے تو حضرت عمرؓ سے آپؐ نے سوال کیا کہ اے عمرؓ! تم سوال کرنے والے کو جانتے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اس کے رسولؐ بہتر جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: بے شک یہ جبرائیل علیہ السلام تھے جو تمہیں تمہارا دین سکھانے کے لیے آئے تھے۔

حدیث نمبر6

س: بچے کو نماز سکھانے کے بارے میں کیا حکم ہے؟

ج: بچہ جب سات سال کا ہو جائے تو اس کو نماز کا حکم دو اور جب دس سال کا ہو جائے تو ترک نماز پر اس کو مارو۔

حدیث نمبر7

س: اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو کیا عطا کرتا ہے؟

ج: اللہ تعالیٰ جب کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کو دین کی سوجھ بوجھ عطا کرتا ہے۔

حدیث نمبر8

س: علم کا راستہ اختیار کرنے والے کو کیا انعامات ملتے ہیں؟

ج: (1) اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیا جاتا ہے (2) جو لوگ مساجد میں جمع ہو کر تلاوت کرتے ہیں اور آپس میں قرآن پڑھتے پڑھاتے ہیں ان پر سکینت نازل ہوتی ہے۔ رحمت ان کو ڈھانپ لیتی ہے اور فرشتے ان کو گھیر لیتے ہیں۔ (3) اللہ اپنے قریبی فرشتوں میں اس کا ذکر کرتے ہیں۔

حدیث نمبر9

س: نبیؐ نے کون سی چار دعائیں کیں اور کن چیزوں سے پناہ مانگی؟

ج: (1) نفع نہ دینے والا علم (2) جو دل نرم نہ ہو (3) ایسا نفس جو سیر نہ ہو (4) ایسی دعا جو سنی نہ جائے۔

حدیث نمبر10

س: روز قیامت ابن آدم سے کون کون سے پانچ سوال کیے جائیں گے؟

ج: روز قیامت سوال کیے جائیں گے کہ: (1) عمر کہاں صرف کی۔ (2) جوانی کہاں پرانی کی۔ (3) مال کہاں سے کمایا۔ (4) مال کہاں خرچ کیا۔ (5) اپنے علم کے مطابق کہاں تک عمل کیا۔

حدیث نمبر11

س: نبیؐ نے کسب حلال کو کیا درجہ دیا ہے؟

ج: نبیؐ نے کسب حلال کو فرض قرار دیا ہے۔

حدیث نمبر12

س: نیک تاجر کا حشر قیامت کے دن کس کے ساتھ ہوگا؟

ج: نیک تاجر کا حشر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

حدیث نمبر13

س: قیامت کے دن حقیقی مفلس کون ہوگا؟

ج: جو نماز، روزہ اور حج کے علاوہ کثیر نیکیوں کے ساتھ ہوگا لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو اس کی نیکیاں ان کو دے دی جائیں گی اور ان کی برائیاں اس کے پلڑے میں ڈال دی جائیں گی۔ اس طرح وہ دوزخ میں جائے گا۔

حدیث نمبر14

س: قیامت کے دن کون سی چیزیں اعمال کے لحاظ سے پلڑے میں بھاری ہوں گی؟

ج: حسن اخلاق کی وجہ سے پلڑا بھاری ہو جائے گا۔

س: اللہ تعالیٰ کس کو پسند نہیں کرتا؟

ج: جو بے حیا اور بدگو ہو۔

حدیث نمبر15

س: حدیث میں بیان کردہ چار بھلائیاں بیان کریں:

ج: یہ درج ذیل ہیں: (1) شکر کرنے والا دل (2) ذکر کرنے والی زبان (3) مصیبتوں پر صبر کرنے والا جسم (4) ایسی عورت کہ جو شوہر کے مال میں زیادتی نہیں کرتی۔

حدیث نمبر16

س: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کن سات ہلاک کرنے والی چیزوں کے متعلق بتایا؟

ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سات مہلکات کے متعلق فرمایا، وہ یہ ہیں (1) اللہ کے ساتھ شرک کرنا۔ (2) جادو۔ (3) ناحق قتلِ انسانی۔ (4) سود کھانا۔ (5) یتیم کا مال کھانا۔ (6) میدان جنگ میں بزدلی دکھانا۔ (7) نیک اور سیدھی سادھی عورتوں پر الزام لگانا۔

حدیث نمبر17

س: حدیث میں برائی روکنے کے کون کون سے تین طریقے بیان کیے گئے ہیں؟

ج: (1) برائی کو ہاتھ سے روکنا(2) برائی کوزبان سے روکنا(3) برائی کودل سے براجاننا، یہ ایمان کا کمزور ترین درجہ ہے۔

حدیث نمبر18

س: قیامت کے دن اس شخص کو کیا سزا ملے گی جو دوسروں کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا تھا لیکن خود عمل نہیں کرتا تھا؟

ج: اس کو دوزخ میں ڈالا جائے گا، اس کی آنتیں نکل پڑیں گی اور ان پر ایسے چکر لگائے گا جیسے گدھا چکی کے گرد لگاتا ہے۔

حدیث نمبر19

س: حدیث میں مومن کی کیا تعریف بیان کی گئی ہے؟

ج: مومن وہ ہے جو اپنے لیے وہی کچھ پسند کرتا ہے جو دوسروں کے لیے پسند کرتا ہے۔

حدیث نمبر20

س: اخوت میں مسلمانوں کی مثال کیسی ہے؟

ج: وہ رحم اور باہمی محبت میں ایک جسم کی مانند ہیں جب ایک عضو بیمار ہوتا ہے تو سارا جسم اس کی بے خوابی اور بخار میں شریک ہوتا ہے۔

حدیث نمبر21

س: حدیث میں جواب دہی کا تصور بیان کریں:

ج: ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے بارے میں سوال کیا جائے گا، آدمی اپنے گھر والوں پر نگران ہے اور عورت بھی اپنے گھر والوں پر نگران ہے۔ وہ اپنے خاوند کے گھر اور اس کے بچوں کی نگران ہے۔ غلام اپنے آقا کے مال پر نگران ہے۔ اور ہر آدمی اپنے دائرے میں نگران ہوتا ہے اور اپنی رعایا کے بارے میں جوابدہ ہے۔

حدیث نمبر22

س: حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور دوسرے انبیا کی کیا مثال دی؟

ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی اور دوسرے انبیا کی یہ مثال دی کہ جیسے کوئی خوبصورت محل ہو۔ اس میں ایک اینٹ کی جگہ چھوڑ دی گئی ہو، دیکھنے والے خوبصورت میں اینٹ کی جگہ چھوڑنے پر تعجب کریں۔ پھر فرمایا اس جگہ پر آنے والا میں ہوں اور عمارت کو مکمل کرنے والا میں ہوں اور میں سلسلۂ رسالت بھی ختم کرنے والا ہوں۔ دوسری روایت میں ہے کہ میں وہ اینٹ ہوں اور میں آخری نبی ہوں۔

حدیث نمبر23

س: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف صحابہؓ کے کیا کیا فضائل بیان فرمائے ہیں؟

ج: آپؐ نے فرمایا: میری امت میں سب سے رحم دل حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ دین میں سب سے زیادہ سخت حضرت عمرؓ ہیں۔ حیا میں سب سے سچے حضرت عثمانؓ ہیں۔ سب سے بڑے قاضی حضرت علیؓ ہیں۔ علم وراثت کے ماہر حضرت زیدؓ بن ثابت ہیں۔ سب سے بڑے قاری حضرت ابیؓ بن کعب ہیں۔ حلال وحرام کے عالم حضرت معاذؓ

بن جبل ہیں اور سب سے بڑے امانت دار حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح ہیں۔

حدیث نمبر 24

س: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حسنؓ کی تعریف میں کیا فرمایا؟

ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میرا یہ بیٹا سردار ہے اور شاید یہ امت کے دو گروہوں میں صلح کروائے گا۔

س: اس وقت حضرت حسنؓ کہاں بیٹھے تھے اور آپؐ کس طرح ان کو دیکھ رہے تھے؟

ج: اس وقت حضرت حسنؓ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ منبر پر بیٹھے تھے اور آپؐ کبھی لوگوں کی طرف دیکھتے تھے اور کبھی حضرت حسنؓ کی طرف۔

حدیث نمبر 25

س: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف زمانوں کے بارے میں کیا فرمایا؟

ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانوں کی فضیلت کے متعلق فرمایا:

سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر اس کے بعد کا (صحابہؓ کا دور) زمانہ اور پھر اس کے بعد کا زمانہ (تابعینؒ کا زمانہ)

حدیث نمبر 26

س: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبہ حجۃ الوداع میں جو فرمایا اس کا خلاصہ کیا ہے؟

ج: آپؐ نے فرمایا: اے لوگو! تمہارا خدا ایک ہے اور تمہارے بزرگ ایک ہیں۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر کوئی فضیلت حاصل نہیں اور نہ سرخ کو سیاہ پر اور نہ سیاہ کو سرخ پر کوئی برتری حاصل ہے مگر تقویٰ کے سبب اور اللہ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ قابل عزت وہ جو تم سے سب سے زیادہ متقی ہے۔ پھر آپؐ نے سوال کیا کہ میں نے اللہ کا پیغام تم لوگوں تک پہنچا دیا ہے۔ تو لوگوں نے کہا ہاں یا رسولؐ اللہ! تو آپؐ نے فرمایا یہ پیغام موجود لوگ غیر موجود لوگوں تک پہنچا دیں۔

باب سوم

سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم

س: مطالعۂ سیرت النبیؐ سے کیا مراد ہے؟

ج: مطالعۂ سیرت النبیؐ سے مراد یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور سیرت مقدسہ کے مختلف پہلوؤں کا بغور مطالعہ کر کے اپنے لیے دنیا کی فوز و فلاح اور آخرت کی نجات کا سامان کیا جائے۔

س: سیرت النبیؐ کا مطالعہ کیوں ضروری ہے؟

ج: سیرت النبیؐ کا مطالعہ اس لیے ضروری ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔لہٰذا سیرت کے مطالعہ کے علاوہ ہمارے پاس کوئی اور راستہ نہیں اور یہ پیروی کے لیے بہت ضروری ہے۔

س: مطالعۂ سیرت النبیؐ کی اہمیت کے اہم نکات بیان کریں۔

ج: مطالعۂ سیرت کے اہم نکات یہ ہیں:

1۔ واحد اسوہ کامل
2۔ سرچشمۂ ہدایت
3۔ تعمیر سیرت
4۔ مسلمانوں کی کثرت
5۔ اثر انگیزی
6۔ ہر دور کے مسائل کا حل
7۔ اصلاحِ اخلاق
8۔ صراط مستقیم
9۔ پیروی کے لیے
10۔ وقار انسانیت
11۔ مستند سیرت
12۔ روحانی غذا
13۔ قرآن کی عملی تشریح
14۔ سیرت پر اعتراضات کا جواب

س: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حکمتِ انقلاب سے کیا مراد ہے؟

ج: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اسلامی انقلاب برپا کیا اس کے برپا کرنے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہایت حکمت و دانائی کا راستہ اختیار کیا۔اگر یہ راستہ اختیار نہ کیا جاتا تو اسلامی انقلاب نہیں آ سکتا تھا۔

س: انقلاب سے کیا مراد ہے؟

ج: انقلاب کا مطلب تبدیلی ہے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم حکمت سے یہ تبدیلی لائے اور ایک جاہلی معاشرے کو مسلم معاشرے میں تبدیل کر دیا۔

س: حکمتِ انقلاب کے چند اہم نکات بیان کریں۔

ج: حکمت کے انقلاب کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔ ہجرت 2۔ مواخات 3۔ میثاقِ مدینہ 4۔ صلح حدیبیہ 5۔ خطبہ حجۃ الوداع

س: دورِ حاضر میں اسلامی انقلاب کے لیے نمونہ حکمت کون ہیں؟

ج: دورِ حاضر میں اسلامی انقلاب کے لیے حکمت نبویؐ کے نمونہ کو ہی سامنے رکھنا ہوگا۔

س: تزکیۂ نفس سے کیا مراد ہے؟

ج: تزکیہ سے مرادِ ذہن کو پاک صاف کرنا، ابھارنا اور نشو ونما دینا کے ہیں۔ اس سے مراد ذہنوں میں سے برے خیالات ختم کرنا، نکالنا اور کم کرنا کے ہیں اور اچھے خیالات سے ذہن کو مضبوط بنانے کے ہیں تا کہ انسان ایک اچھا مسلمان بنا سکے۔

س: تزکیۂ نفس کی تعمیر سیرت میں اہمیت بیان کریں۔

ج: تعمیر سیرت میں تزکیۂ نفس بہت ضروری ہے کیونکہ انسان اسی وقت نیک سیرت بن سکتا ہے جب اس کے خیالات پاکیزہ اور نیک ہوں۔ لہٰذا تزکیۂ نفس کے بغیر نہ انسان نیک ہو سکتا ہے اور نہ نیکی پر قائم رہ سکتا ہے۔ اس لیے تمام پیغمبروں نے تزکیۂ نفس کا فریضہ سرانجام دیا۔

س: تعمیر سیرت سے کیا مراد ہے؟

ج: تعمیر سیرت سے مراد سیرت کی مضبوطی اور ترقی ہے۔ کیونکہ اس کے بغیر انسان اچھا مسلمان نہیں بن سکتا ہے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیۂ نفس کو تعمیر سیرت کا ذریعہ بنایا۔

س: تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت و شخصیت کا نبوی منہاج بیان کریں۔

ج: اس سلسلے میں درج ذیل نکات اہم ہیں:

1۔ اللہ سے تعلق 2۔ دنیا پرستی کی مذمت 3۔ فکر آخرت 4۔ اسوۂ حسنہ

5۔ شوقِ عبادت 6۔ صحبتِ صالح 7۔ ذکر و فکر

س: تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت نبویؐ کے عملی نمونے بیان کریں۔

ج: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تزکیۂ نفس کے ذریعے جو تعمیر سیرت کا سلسلہ شروع کیا اس کے عملی نمونے عشرہ مبشرہ ہیں۔ یہ دہ دس صحابی ہیں جن کو اللہ نے جنت کی بشارت دی۔ ان میں حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت سعدؓ بن وقاص، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح اور سعیدؓ بن زید شامل ہیں، یہ ایسے خوش نصیب لوگ تھے جنھیں دنیا میں جنتی ہونے کی خوشخبری دے دی گئی۔ اس لیے آپ ﷺ کے صحابہؓ تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت کے عملی نمونے تھے۔ اس کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج بھی تزکیہ نفس کے ذریعے تعمیرت سیرت کا بہترین نمونے کی حیثیت رکھتی تھیں۔ ان کے کردار کی مثالیں رہتی دنیا تک دی جائیں گی۔ آخری نمونے اولاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو آپؐ کی چار بیٹیوں پر مشتمل ہیں۔ یہ چاروں عملی نمونے کی عمدہ تصویریں تھیں۔

س: تشکیل اجتماعیت و معاشرت سے کیا مراد ہے؟

ج: تشکیل اجتماعیت و معاشرت سے مراد ایک اجتماعی و معاشرتی زندگی کا قیام ہے کیونکہ اس کے بغیر نہ کوئی تبدیلی لائی جا سکتی ہے اور نہ قائم رکھی جا سکتی ہے۔

س: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشکیل اجتماعیت و معاشرت کیوں کی؟

ج: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تشکیل اجتماعیت و معاشرت اس لیے کی تا کہ اسلامی انقلاب ایک مستحکم شکل اختیار کر

سکے اور پھر وہ اسلامی نظریات پر قائم رہ سکے۔

س: تشکیل اجتماعیت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا طریق کار اختیار کیا، اس کے اہم نکات بیان کریں۔

ج: اس کے اہم نکات درج ذیل ہیں:

1۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر
2۔ مسلمانوں میں بھائی چارے کا قیام
3۔ حقوق و فرائض کا تعین
4۔ مساوات
5۔ رشتۂ نکاح
6۔ امداد باہمی
7۔ منافی اخوت باتوں کی ممانعت
8۔ اخوت واتحاد امت

باب چہارم

اسلامی تہذیب و ثقافت

س: تہذیب کے لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کریں۔

ج: تہذیب کے لغوی معنی شاخ تراشی کرنا، کانٹ چھانٹ کرنا، اصلاح کرنا کے ہیں۔ اس کے اصطلاحی معنی کسی قوم کے وہ خیالات ونظریات ہیں جن کے مطابق وہ زندگی گزارتی ہے یا کسی قوم کی زندگی کا وہ ظاہری نقشہ، ہیئت یا خدوخال ہیں جو اُسے دیگر اقوام سے ممتاز کرتے ہیں۔

س: اسلامی تہذیب کا آغاز کب ہوا؟

ج: اسلامی تہذیب کا آغاز نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آج سے چودہ سو سال پہلے عرب میں عملاً قائم کر کے کیا اور یہ آج بھی ایک زندہ تہذیب کے طور پر دنیا کے نقشے پر موجود ہے۔

س: ثقافت کے لغوی معنی کیا ہیں؟

ج: ثقافت کے لغوی معنی دانائی، زیرکی، مہارت اور تہذیب، عقلمند ہونا اور طرز تمدن کے ہیں۔

س: ثقافت کے اصطلاحی معنی بیان کریں۔

ج: ثقافت کے اصطلاحی معنی کسی چیز کو سنوارنے اور بنانے کے ہیں۔

س: تہذیب وثقافت کا آپس میں کیا تعلق ہے؟

ج: تہذیب وثقافت کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

س: اسلامی تہذیب وثقافت کی خصوصیات مختصراً بیان کریں۔

ج: اسلامی تہذیب وثقافت کی اہم خصوصیات میں توحید، عظمت انسانی، مساوات، اخلاقی اقدار، رواداری، توازن و اعتدال، اخوت، مسئولیت، انسانی حقوق اور امن عام شامل ہیں۔ نیز یہ متحرک اور عالمگیر تہذیب ہے۔ اس کے علاوہ اس میں سب کے لیے طلب علم اور عدل وانصاف کا مضبوط تصور موجود ہے۔

س: اسلامی تہذیب وثقافت کے عالمگیر اثرات بتائیں۔

ج: اسلامی تہذیب وثقافت نے علم کو فروغ دیا۔ سائنسی علوم کو آگے بڑھایا، مذہبی اصلاحی تحریکیں شروع ہوئیں، حریتِ فکر، شعور زندگی، مساوات، حقوق نسواں، محنت کی عظمت، خاندانی نظام کی مضبوطی نظافت و پاکیزگی، آداب معاشرت کو بحال کیا اور غلامی کا خاتمہ کیا۔

س: اسلام کے عالمی علمی اثرات بیان کریں۔

ج: اسلام میں حصولِ علم فرض ہے، اس لیے تعلیم عام کرنے کے لیے تعلیمی ادارے قائم کیے گئے جہاں مفت تعلیم دی جاتی تھی حتیٰ کہ غیر مسلم بھی اس نعمت سے محروم نہ رہے۔ اس کے علاوہ کتب خانے قائم کیے گئے اور علماء کی قدر دانی ہوئی۔ مزید یہ کہ سائنسی علوم کے لیے تجربہ گاہیں بنائی گئیں اور دوسری زبانوں کی بلند پایہ علمی کتب کے عربی تراجم ہوئے۔

س: عالمی سطح پر اسلامی تہذیب وثقافت کے مذہبی وفکری اثرات تحریر کریں۔

ج: مسلمانوں کے اثر سے عیسائیوں اور ہندوؤں میں اصلاح مذہب کی تحریکیں شروع ہوئیں۔اس کے علاوہ ان میں حریت فکر، زندگی کا شعور اور کائنات میں تفکر کا جذبہ پیدا ہوا جس سے ان میں ترقی کا عمل شروع ہوا اور ان کے علاوہ دوسرے مذاہب کے لوگوں نے بھی اسلام قبول کیا۔

س: اسلامی تہذیب وثقافت کے عالمی سطح پر معاشرتی وسماجی اثرات تحریر کریں۔

ج: مسلمانوں کے اثر سے انسانی وقار، مساوات، حقوق نسواں، حق تعلیم و ملازمت، محنت کی عظمت، بنیادی حقوق کا شعور، آداب معاشرت، خاندانی نظام، نظافت و پاکیزگی اور غلامی کا خاتمہ جیسے اوصاف پیدا ہوئے۔

س: مغربی تہذیب سے اسلامی تہذیب کا ٹکراؤ کیوں ہوا؟

ج: اس کی وجہ مغربی اور اسلامی تہذیب کے نظریاتی اختلاف ہیں نیز مغربی تہذیب اسلامی تہذیب کو اپنی راہ میں رکاوٹ سمجھتی ہے،اس کے علاوہ تصور مذہب، تصور مفاد، مغربی تعصب، عیسائیت کی ناقصانہ تعلیمات، دینِ اسلام کا خوف اور خدا فراموشی اہم ہیں۔

س: مغربی تہذیب وثقافت کے خصائص واثرات کیا ہیں؟

ج: مغربی تہذیب کے خصائص میں عیسائیت، بے دینی، مادیت پرستی، بے قید شخصی آزادی، خاندانی نظام کا خاتمہ، جنسی بے راہ روی، جمہوریت، علوم وفنون کی ترقی اور اسلام دشمنی شامل ہیں۔

س: تہذیبی وثقافتی تصادم کے چند منفی اثرات جو مسلمانوں پر مرتب ہوئے بیان کریں۔

ج: منفی اثرات میں ذہنی اضطراب، لادینی نظریات اور مفاد پرستی شامل ہیں۔

س: تہذیبی وثقافتی تصادم کے مسلمانوں پر مثبت اثرات بیان کریں۔

ج: مثبت اثرات میں احیائے اسلام کی تحریکات، علوم جدیدہ سے استفادہ، تنظیم سازی اور مغربی اقوام کی ناانصافیوں کا احساس نمایاں ہیں۔

س: مغربی تہذیب پر اسلامی تہذیب کے اثرات بیان کریں۔

ج: ان میں تعصب وتنگ نظری کا خاتمہ اور اشاعتِ اسلام نمایاں ہیں۔

س: مسلمانوں کے بہتر مستقبل کے کیا دلائل ہیں؟

ج: مسلمانوں کے پاس معقول آبادی، وسائل اور بہترین دماغ موجود ہیں، اس کے علاوہ مسلمانوں میں فرقہ واریت سے نفرت پیدا ہو رہی ہے اور انہیں مغربی تہذیب کے برے انجام کا یقین ہے۔

س: مغربی تہذیب سے تصادم کے نتائج بیان کریں۔

ج: اس میں احیائے اسلام کی تحریکات اور ان کی سیاسی کامیابیاں، عوام کی اسلام سے محبت، نظریاتی طور پر مغرب کی شکست، مغربی تہذیب کا کڑوا پھل غیر سودی بنکوں کا قیام، اشاعتِ اسلام اور اثراتِ مغرب سے تحفظ کا رجحان شامل ہیں۔

امتحانی پرچہ جات

ماڈل پیپر　　　　پرچہ بی اے (لازمی)　　　　کل نمبر 60

وقت 2 گھنٹے

سوال 1۔ یہ سوال معروضی ہے۔ کوئی سے 5 اجزا کے جواب لکھیں۔ 10

1۔ قرآن کریم کے محفوظ کتاب ہونے پر ایک آیت یا اس کا ترجمہ لکھیں۔

2۔ توحید کی تعریف کیجیے۔

3۔ قیامت کا آنا عقلی اعتبار سے بھی ضروری ہے۔ اس کی ایک دلیل دو سطروں میں لکھیں۔

4۔ ختم نبوت کے بارے میں ایک حدیث مختصراً لکھیں۔

5۔ نبی کریمؐ کے احترام کے بارے میں ایک نکتہ تحریر کریں۔

6۔ درود شریف پڑھنے کا کیا اجر ہے؟ ایک نکتہ پیش کیجیے۔

7۔ جہاد کی تعریف کیجیے۔

8۔ زکوٰۃ کا اصطلاحی معنی لکھیں۔

سوال 2۔ مندرجہ ذیل میں سے دو آیات کا ترجمہ اور مختصر تشریح کریں۔ 20

الف　وان طآئِفتٰنِ مِن المؤمنین اقتتلوا فاصلحوا بینهما

ب۔　قد افلح المومنون الذین هم فی صلاتهم خشعون

ج۔　هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله

د۔　ان الذین یؤذون الله و رسوله لعنهم الله فی الدنیا والاخرة

سوال 3۔ مندرجہ ذیل احادیث میں سے ایک حدیث کا ترجمہ اور مختصر تشریح کریں۔ 10

الف۔　التاجر الصدوق الامین مع النبیّن والصدیقین والشهدآء

ب۔　اربع من اعطیهن فقد اعطی خیر الدنیا والاخرة قلبا شاکرا ولسانا ذاکرا و بدنا علی البلآء صابرا وزوجة لا تبغی حوبا فی نفسها وماله

سوال 4۔ سیر النبیؐ کی سیرت طیبہ کے مطالعے کی اہمیت واضح کیجیے۔ 10

یا　تعمیر و کردار و شخصیت کے بارے میں نبی کریمؐ کے طریق کار پر مضمون تحریر کیجیے۔

سوال 5۔ عصری تہذیبی کشمکش کا مفہوم واضح کریں کہ مسلمانوں پر اس کے کیا اثرات مرتب ہو رہے ہیں۔ 10

یا　اسلامی تہذیب کی خصوصیات پر نوٹ لکھیں۔

جامعہ پنجاب لاہور 2009ء

Islamic Studies/Ethics (New Course) M. Marks: 60

Paper: Compulsory Time: 1H 40M

سوال نمبر 1: درج ذیل میں سے پانچ کے مختصر جوابات تحریر کیجیے۔ 10

1۔ توحید کی اہمیت چار نکات میں بیان کیجیے۔

2۔ کس نبی پر کون کون سی کتاب اتری؟

3۔ شفاعت کے بارے میں اسلامی نظریہ چار جملوں میں بیان کریں۔

4۔ آسمانی کتب پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

5۔ جہاد سے کون کون مستثنیٰ ہیں؟

6۔ حج کے مناسک کن تین میدانوں میں ادا کیے جاتے ہیں؟

7۔ حضرت خدیجہؓ نے آپؐ کی خدمت خلق کے بارے میں کیا الفاظ کہے؟

سوال نمبر 2: درج ذیل آیاتِ قرآنیہ میں سے دو کا ترجمہ اور تشریح کیجیے۔ 8+12

(الف) وسخر لکم الیل والنهار والشمس والقمر والنجوم مسخرات بامره ان فی ذلك لایت لقوم یعقلون o وما ذرألکم فی الارض مختلفا الوانه ان فی ذلك لاية لقوم یذ کرون o وهو الذی سخر البحر لتاکلوا منه لحما طریا و تستخر جوا منه حلية تلبسونها وتری الفلك مواخر فيه ولتبتغوا من فضله و لعلکم تشکرون o

(ب) والذین لا یشهدون الزور واذا مروا باللغو مروا کراما o والذین اذا ذکروا بایت ربهم لم یخروا علیها صما و عمیانا o والذین یقولون ربنا هب لنا من ازواجنا وذریتنا قرة اعین واجعلنا للمتقین اماما o أولٓئِكَ یجزون الغرفة بما صبروا ویلقون فیها تحية وسلما o خلدین فیها حسنت مستقرا ومقاما o قل ما یعبوبکم ربی لو لا دعاؤکم فقد کذبتم فسوف یکون لزاما o

(ج) واذ قال عیسی ابن مریم یبنی اسرائیل انی رسول الله الیکم مصدقا لما بین یدی من التوراة و مبشرا برسول یاتی من بعدی اسمه احمد فلما جاء هم بالبینت قالوا هذا سحر مبین o ومن اظلم ممن افتری علی الله الکذب وهو یدعی الی الاسلام والله لا یهدی القوم الظلمین o

(د) ان الذین ینادونك من ورا الحجرات اکثرهم لا یعقلون o ولو انهم صبروا حتی

تخرج الیھم لکان خیرا لھم واللّٰه غفور رحیم o یایھا الذین امنوا ان جاء کم فاسق بنبا فتبینوا ان تصیبوا قوما م بجھالۃ فتصبحوا علی ما فعلتم ندمین o واعلموا ان فیکم رسول اللّٰه لو یطیعکم فی کثیر من الامر لعنتم ولکن الله حبب الیکم الایمان و زینه فی قلوبکم و کرہ الیکم الکفر والفسوق والعصیان اُولٰٓئِکَ ھم الرشدون o فضلا من الله و نعمة والله علیم حکیم o

سوال نمبر 3: حسب ذیل احادیث میں سے کسی ایک کا ترجمہ اور تشریح کیجیے۔ 4+6

(الف) عن ابی ھریرۃ رضی الله عنه ان رسول الله قال: اتدرون ما المفلس؟ قالوا المفلس فینا من لا درھم له ولا متاع فقال: ان المفلس من امتی من یاتی یوم القیمة بصلٰوۃ وصیام زکوۃ ویاتی قد شتم ھذا وقذف ھذا واکل مال ھذا سفك دم ھذا و ضرب ھذا فیعطی ھذا من حسناته وھذا من حسناته فان فنیت حسناته قبل ان یقضی ما علیه اخذ من خطایاھم فطرحت علیه ثم طرح فی النار۔

(ب) عن عمر بن الخطاب قال: قال رسول الله حین سئل عن الایمان ان تؤمن باللّٰه وَمَلٰٓئِکَتِهٖ و کتبه ورسوله والیوم الآخر و تؤمن بالقدر خیرہ وشرہ

سوال نمبر 4: رسول اکرمؐ کی تعلیمات اور عملی اقدامات سیرت و شخصیت کی تعمیر پر جامع نوٹ لکھیں یا 10
رسول اکرمؐ نے منظم و مستحکم معاشرے کی تشکیل کے لیے کیا اقدامات کیے؟

سوال نمبر 5: اسلامی تہذیب کی بنیادوں اور عناصر ترکیبی پر جامع نوٹ لکھیں۔ یا 10
عصری تہذیبی کشمکش کے سلسلے میں مسلمانوں کا کیا ردِ عمل ہونا چاہیے؟

جامعہ پنجاب لاہور 2010ء

Islamic Studies/Ethics (New Course) M. Marks: 60

Paper: Compulsory Time: 2Hrs.

سوال نمبر 1: درج ذیل میں سے پانچ کے مختصر جوابات تحریر کیجیے۔ 10

1۔ کلمہ شہادت اعراب اور ترجمے کے ساتھ لکھیں۔

2۔ ختم نبوت کے چار دلائل دیجیے۔

3۔ علم کی اہمیت پر ایک قرآنی آیت اور ایک حدیث لکھیں۔

4۔ اجتہاد کی تعریف کیجیے۔

5۔ ماہ رمضان کے تین عشروں کے بارے میں حدیث بیان کیجیے۔

6۔ حج کے فرض ہونے کی کیا شرائط ہیں؟

7۔ فروغِ تعلیم کے لیے رسول اکرمؐ کے چار اقدامات کی نشاندہی کیجیے۔

سوال نمبر 2: درج ذیل آیاتِ قرآنیہ میں سے دو کا ترجمہ اور تشریح کیجیے۔ 8+12

(الف) لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَ عَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا اِنْ نَّسِيْنَاۤ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَيْنَاۤ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَ لَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَ اغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ

(ب) وَ لَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ وَ اَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَ اِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَ لَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى وَ بِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ۔ وَ اَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ وَ لَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔

(ج) وَالَّذِيْنَ هُمْ لِاَمٰنٰتِهِمْ وَعَهْدِهِمْ رٰعُوْنَ۔ وَالَّذِيْنَ هُمْ عَلٰى صَلَوٰتِهِمْ يُحَافِظُوْنَ۔ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْوٰرِثُوْنَ۔ الَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْفِرْدَوْسَ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔

(د) اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ۔ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ۔ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

سوال نمبر 3: حسب ذیل احادیث میں سے کسی ایک کا ترجمہ اور تشریح کیجیے۔ 4+6

(الف) عن علیؓ قال: قال رسول اللّٰہ من ملك زادا وراحلة تبلغه الی بیت اللّٰہ ولم یحج فلا علیه ان یموت یهودیا او نصرانیا وذلك ان اللّٰہ تبارك و تعالیٰ یقول وللّٰہ علی الناس حج البیت من استطاع الیه سبیلا۔

(ب) عن النعمان بن بشیر قال: قال رسول اللّٰہ تری المؤمنین فی تراحمهم وتوادهم و تعاطفهم کمثل الجسد اذا اشتکی عضو تداعی له سائر الجسد بالسهر والحمی۔

سوال نمبر 4: دلائل سے ثابت کریں کہ رسول اکرمؐ نے تزکیۂ نفس اور تعمیر سیرت کے لیے بہترین طریق کار اختیار کیا۔ 10

یا

غزواتِ نبویؐ کے مقاصد اور حکمت عملی پر جامع نوٹ لکھیں۔

سوال نمبر 5: اسلامی تہذیب کی نمایاں خصوصیات پر جامع نوٹ لکھیں۔ 10

یا

اسلامی تہذیب کے عناصر ترکیبی کا جائزہ لیجیے۔

جامعہ پنجاب لاہور 2010ء

Islamic Studies/Ethics (New Course) M. Marks: 60

Paper: Compulsory (B.Com P.I) Group I Time: 2Hrs.

سوال نمبر 1: درج ذیل آیاتِ قرآنیہ میں سے چار کا ترجمہ اور ان کی موضوعاتی تشریح کریں۔

1۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰه وَ مَلٰٓئِكَتِهٖ وَ كُتُبِهٖ وَ رُسُلِهٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ

2۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ

3۔ وَالَّذِیْنَ هُمْ لِفُرُوْجِهِمْ حٰفِظُوْنَ۔

4۔ واَوْفُوا الْكَیْلَ وَالْمِیْزَانَ بِالْقِسْطِ۔

5۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَ خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ۔

6۔ هُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ۔

سوال نمبر 2: درج ذیل احادیث میں سے صرف دو کا ترجمہ اور تشریح کریں۔

(الف) قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم: طلب کسب الحلال فریضة بعد الفریضة۔

(ب) ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم قال اربع من اعطیهن فقد اعطی خیر الدنیا والاخرة۔ قلبا شاکرا ولسانا ذاکرا و بدنا علی البلآءِ صابرا وزوجة لاتبغیه حوبا فی نفسها وماله۔

(ج) ذاق طعم الایمان من رضی باللّٰه ربا وبالاسلام دینا و بمحمد نبیا۔

سوال نمبر 3: درج سوالات میں سے صرف پانچ کے مختصر جوابات لکھیں۔

1۔ درج ذیل کو مکمل کریں۔

ان جاء کم فاسق .... فتبینوا۔

من رأی منکم منکرا .... بیده۔

2۔ پیغمبر اسلام کی زبان حق بیان سے ایک راست گو اور دیانتدار تاجر کو کیا بشارت دی گئی ہے؟

3۔ پانچ بنیادی ایمانیات تحریر کریں۔

4۔ 'عبادت' کے حقیقی معانی کیا ہیں؟

5۔ درج ذیل اشیاء پر زکوٰۃ کی شرح کیا ہوگی؟

الف) سونا چاندی۔ ب) تیار شدہ مال کا سٹاک ج) معدنی دولت

6۔ تبلیغ دین کے ضمن میں نبی اکرمؐ کا ایک فرمان متن اور ترجمے کے ساتھ لکھیں۔

7۔ ناپ تول کے نظام کی بابت قرآن کا کیا حکم ہے؟

8۔ حج کے کوئی سے تین فوائد وثمرات گنوائیں۔

سوال نمبر 4: درج ذیل میں سے صرف دو کا مفصل جواب تحریر کریں۔

1۔ اسلام میں سچائی کی اہمیت وافادیت

2۔ اقامت دین کی جدوجہد کا نبویؐ طریقہ

3۔ اتحاد امت کی ضرورت اور بدمست عالمی قوتوں کی یلغار روکنے کے لیے عملی اقدامات قرآن وسنت کی روشنی میں۔

جامعہ پنجاب لاہور 2010ء

Islamic Studies/Ethics (New Course) M. Marks: 60

Paper: Compulsory (B.Com P.I) Group II Time: 2Hrs.

سوال نمبر 1: درج ذیل آیاتِ قرآنیہ میں سے صرف دو کا ترجمہ اور تشریح کریں۔ 4+6

1۔ وَاِنْ طَآئِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا فَاِنْۢ بَغَتْ اِحْدٰهُمَا عَلَى الْاُخْرٰى فَقَاتِلُوا الَّتِيْ تَبْغِيْ حَتّٰى تَفِيْٓءَ اِلٰٓى اَمْرِ اللّٰهِ فَاِنْ فَآءَتْ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَهُمَا بِالْعَدْلِ وَاَقْسِطُوْا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَيْنَ اَخَوَيْكُمْ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

2۔ وَالَّذِيْنَ لَا يَشْهَدُوْنَ الزُّوْرَ وَاِذَا مَرُّوْا بِاللَّغْوِ مَرُّوْا كِرَامًا۔ وَالَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ لَمْ يَخِرُّوْا عَلَيْهَا صُمًّا وَّعُمْيَانًا۔ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا۔ اُولٰٓئِكَ يُجْزَوْنَ الْغُرْفَةَ بِمَا صَبَرُوْا وَيُلَقَّوْنَ فِيْهَا تَحِيَّةً وَّسَلٰمًا۔

3۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا۔ اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا۔

سوال نمبر 2: درج ذیل احادیث میں سے صرف ایک کا ترجمہ اور تشریح کریں۔ 4+6

(الف) لا تزول قدما ابن ادم یوم القیامة من عند ربه حتی یسئل عن خمس، عن عمره فیما افناه وعن شبابه فیما ابلاه وعن ماله من این اکتسبه وفیما انفقه وما ذا عمل فیما علم۔

(ب) اربع من اعطیهن فقد اعطی خیر الدنیا والاٰخرة۔ قلبا شاکرا ولسانا ذاکرا و بدنا علی البلآءِ صابرا وزوجة لا تبغی حوبا فی نفسها و ماله۔

سوال نمبر 3: لفظ سیرت کی وضاحت کریں۔ ہمارے لیے نبی کریمؐ کی سیرت کا مطالعہ کیوں اہم ہے؟ 10

یا

نبی کریمؐ تبلیغ میں کن اصولوں کو پیش نظر رکھتے تھے؟

سوال نمبر 4: اسلامی تہذیب کی نمایاں خصوصیات کیا ہیں؟ وضاحت کریں۔ 10

یا

تہذیبی تصادم سے کیا مراد ہے؟ تصادم کی وجوہات بیان کریں۔

سوال نمبر 5: درج ذیل میں سے صرف پانچ سوالات کے جوابات تحریر کیجیے۔ 5x2

1۔ قرآن مجید کس لحاظ سے معجزہ ہے؟

2۔ ''تزکیۂ نفس'' کی اصطلاح کی وضاحت کیجیے۔

3۔ تہذیب اور تمدن کے مفہوم میں کیا فرق ہے؟ وضاحت کیجیے۔

4۔ مغربی تہذیب کے اساسی نظریات کیا ہیں؟

5۔ لفظ الٰہ کا مفہوم واضح کریں۔

6۔ معاشرے میں اخلاقی قدروں کی بڑی اہمیت ہوتی ہے۔ کیوں؟

7۔ شرک کو سب سے بڑا گناہ کیوں کہا جاتا ہے؟

8۔ لفظ شکر کی وضاحت کیجیے۔

جامعہ پنجاب لاہور 2011ء

Islamic Studies/Ethics (New Course) — M: Marks: 60

Paper: Compulsory (Group I) — Time: 2Hrs.

سوال نمبر 1: درج ذیل میں سے پانچ کے مختصر جوابات تحریر کیجیے۔ 10

1۔ کلمہ طیبہ اعراب کے ساتھ لکھئے اور ترجمہ کیجیے۔

2۔ شرک کی اقسام بتائیں۔

3۔ آخرت پر ایمان چار جملوں میں بیان کریں۔

4۔ جہاد فی سبیل اللہ کی کیا شرائط ہیں؟

5۔ تفکر و تدبر کے بارے میں قرآن کی کیا تعلیمات ہیں؟

6۔ آسمانی کتابوں پر ایمان لانے کا کیا مطلب ہے؟

7۔ زکوۃ کے مصارف بتائیں۔

سوال نمبر 2: درج ذیل آیات قرآنیہ میں سے دو کا ترجمہ اور تشریح کیجیے۔ 8+12

(الف) لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ وَ اِنْ تُبْدُوْا مَا فِیْٓ اَنْفُسِکُمْ اَوْ تُخْفُوْہُ یُحَاسِبْکُمْ بِہِ اللّٰہُ فَیَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ وَاللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِ مِنْ رَّبِّہٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ کُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ مَلٰٓئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِہٖ وَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَ اَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَ اِلَیْکَ الْمَصِیْرُ۔

(ب) وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُوَ یُدْعٰٓی اِلَی الْاِسْلَامِ وَاللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَاللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔

(ج) اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّھَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ۔ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِھِمْ وَ یَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ ھٰذَا بَاطِلًا سُبْحٰنَکَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ۔

(د) اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ وَ اَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا۔ وَ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ بِغَیْرِ مَا اکْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُھْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِیْنًا۔

سوال نمبر 3: حسب ذیل احادیث میں سے کسی ایک کا ترجمہ اور تشریح کیجیے۔ 4+6

(الف) عن ابن مسعود عن النبی لا تزول قدما ابن آدم حتی یسئل عن خمس عن عمرہ فیما

افناہ وعن شبابہ فیما ابلاہ وعن مالہ من این اکتسبہ وفیما انفقہ وماذا عمل فیما علم

(جامع ترمذی)

(ب) عن ابن عباسؓ ان النبی قال اربع من اعطیھن فقد اعطی خیر الدنیا والآخرۃ قلبا شاکرا ولسانا ذاکرا وبدنا علی البلآء صابرا وزوجۃ لا تبغی حوبا فی نفسھا و مالہ

(سنن نسائی)

سوال نمبر 4: غزوات نبوی کی روشنی میں جہاد کی نوعیت، اہمیت اور مقاصد بیان کیجیے۔ 10

یا

رسول اکرمؐ کے خطبہ حجۃ الوداع کی تفصیلات بیان کیجیے۔

سوال نمبر 5: تہذیب کسے کہتے ہیں؟ اسلامی تہذیب کی خصوصیات پر جامع نوٹ لکھیں۔ 10

یا

عالم انسانیت پر اسلامی تہذیب کے فکری اثرات کی نشاندہی کیجیے۔

جامعہ پنجاب لاہور 2011ء

Islamic Studies/Ethics (New Course) M. Marks: 60

Paper: Compulsory (Group II) Time: 2Hrs.

سوال نمبر 1: درج ذیل میں سے پانچ کے مختصر جوابات تحریر کیجیے۔ 10

1۔ کلمہ شہادت اعراب کے ساتھ لکھئے اور ترجمہ کیجیے۔

2۔ توحید کی اقسام بتائیں۔

3۔ ماہ رمضان کی فضیلت پر چار جملے لکھیں۔

4۔ حج کے فوائد بتائیں۔

5۔ نصابِ زکوٰۃ سے کیا مراد ہے؟ یہ کتنا ہے؟

6۔ ناموسِ رسالت سے کیا مراد ہے؟

7۔ خدمت خلق کے چار کام بیان کریں۔

سوال نمبر 2: درج ذیل آیاتِ قرآنیہ میں سے دو کا ترجمہ اور تشریح کیجیے۔ 8+12

(الف) وَإِذْ قَالَ عِيسَى ابْنُ مَرْيَمَ يَا بَنِي إِسْرَائِيلَ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ مُصَدِّقًا لِمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرَاةِ وَمُبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِي مِنْ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ فَلَمَّا جَاءَهُمْ بِالْبَيِّنَاتِ قَالُوا هَٰذَا سِحْرٌ مُبِينٌ۔ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ وَهُوَ يُدْعَىٰ إِلَى الْإِسْلَامِ وَاللَّهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ۔ يُرِيدُونَ لِيُطْفِئُوا نُورَ اللَّهِ بِأَفْوَاهِهِمْ وَاللَّهُ مُتِمُّ نُورِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُونَ۔

(ب) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تُقَدِّمُوا بَيْنَ يَدَيِ اللَّهِ وَرَسُولِهِ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ سَمِيعٌ عَلِيمٌ۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَلَا تَجْهَرُوا لَهُ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ أَنْ تَحْبَطَ أَعْمَالُكُمْ وَأَنْتُمْ لَا تَشْعُرُونَ۔ إِنَّ الَّذِينَ يَغُضُّونَ أَصْوَاتَهُمْ عِنْدَ رَسُولِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ امْتَحَنَ اللَّهُ قُلُوبَهُمْ لِلتَّقْوَىٰ لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَأَجْرٌ عَظِيمٌ۔

(ج) وَسَخَّرَ لَكُمُ اللَّيْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومُ مُسَخَّرَاتٌ بِأَمْرِهِ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِقَوْمٍ يَعْقِلُونَ۔ وَمَا ذَرَأَ لَكُمْ فِي الْأَرْضِ مُخْتَلِفًا أَلْوَانُهُ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَةً لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ۔ وَهُوَ الَّذِي سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَأْكُلُوا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَتَسْتَخْرِجُوا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُونَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيهِ وَلِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ۔

(د) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَا قَدَّمَتْ لِغَدٍ وَاتَّقُوا اللَّهَ إِنَّ اللَّهَ خَبِيرٌ بِمَا

تَعْمَلُوْنَ۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ لَا يَسْتَوِيٓ اَصْحٰبُ النَّارِ وَاَصْحٰبُ الْجَنَّةِ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ۔

سوال نمبر 3: حسب ذیل احادیث میں سے کسی ایک کا ترجمہ اور تشریح کیجیے۔ 4+6

(الف) عن ابی سعید قال: قال رسول اللہ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھدآء۔

(ب) عن شبُرمۃ معبد قال: قال رسول اللہ مروا الصبیان الصلوۃ اذا بلغ سبع سنین واذا بلغ عشر سنین فاضربوہ علیھا۔ اخرجہ ابوداؤد و الترمذی ولفظہ علموا الصبی الصلوۃ ابن سبع سنین واضربوہ علیھا ابن عشر۔

سوال نمبر 4: رسول اکرمؐ کی سیرت کے مطالعے کی ضرورت و اہمیت بیان کیجیے۔ 10

یا

اقامت دین کے نبویؐ طریق کار پر جامع نوٹ لکھیں۔

سوال نمبر 5: اسلامی تہذیب کی بنیادوں اور عناصر ترکیبی پر نوٹ لکھیں۔ 10

یا

تہذیبوں کے درمیان تصادم کے نظریے کے اثرات و نتائج کا تنقیدی جائزہ لیجیے۔